البرکة والتبرک من ذہبیات الحافظ الذہبی

اسلام

اور صالحین سے حصولِ برکت

تالیف ومطالعہ

فاضلہ خدیجہ ادریسیہ فاسیہ

ترجمہ

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

مترجم تفسیر کبیر

حجاز پبلی کیشنز۔ لاہور

البرکۃ والتبرک من ذہبیات الحافظ الذہبی

اسلام
اور
صالحین سے حصولِ برکت

ترجمہ محقق العصر

مفتی محمد خان قادری

مترجم تفسیر کبیر

تالیف ومطالعہ

فاضلہ

خدیجہ ادریسیہ

فاسیہ

حجاز پبلی کیشنز ۔ لاہور

نام کتاب	البرکة والتبرك من ذهبيات الحافظ الذهبي
تالیف ومطالعہ	فاضلہ خدیجہ ادریسیہ فاسیہ
ترجمہ کا نام	اسلام اور صالحین سے حصولِ برکت
ترجمہ	مفتی محمد خان قادری
املاء	محمد عمران عنصر
اہتمام	محمد فاروق قادری
اشاعت	۲۰۱۷ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
☆ مکتبہ غوثیہ عسکری پارک کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ دار العلم دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاور
☆ مکتبہ خلیلیہ سعیدیہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور
☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم
☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ فضل حق پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ شمس وقمر مین بھاٹی چوک لاہور
☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ نعیمیہ بک سٹال اُردو بازار لاہور

حجاز پبلی کیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

0321.9494304...0300.4407048

حسن ترتیب

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راولپنڈی سے محترم علامہ عاطف سلیم حفظہ اللہ کا فون آیا کہ انٹرنیٹ پر "البرکۃ والتبرك" کے نام سے ایک کتاب موجود ہے جس میں زیارت بارگاہ نبوی ﷺ اور دیگر بزرگوں سے دنیا اور ان کے فوت ہونے کے بعد برکت حاصل کرنے کی اجازت کے بارے میں کافی مواد موجود ہے ان سے ای میل کا کہا تو انہوں نے ای میل پر کتاب بھیج دی ، ملاحظہ کرنے کے بعد اس میں دو کمیاں محسوس ہوئیں ایک تو اس پر مصنف کا نام نہیں تھا اور دوسرا نو سے چودہ تک صفحات گم تھے ، محترم عاطف صاحب سے بھی عرض کیا کہ انہیں تلاش کریں پھر عظیم محقق محترم سید عابد حسین شاہ سے رابطہ کر کے عرض کیا کہ یہ صفحات کہیں سے تلاش کیے جائیں انہوں نے حسب روایت نہ صرف تلاش کیے بلکہ ہمیں ای میل کر دیئے جس سے نہ صرف کتاب مکمل ہوئی بلکہ اس کتاب کی مصنفہ کا نام بھی مل گیا اور وہ محترمہ فاضلہ خدیجہ ادریسیہ فاسیہ ہے ، موصوفہ نے امام ذہبی کی کتاب "سیر اعلام النبلاء" کی پچیس جلدوں کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا اور اس میں سے متعدد مجموعے مختلف موضوعات پر جمع کیے ان میں سے ایک مجموعہ

''البرکة والتبرك'' بھی ہے کیونکہ امام ذہبی رحمہ اللہ اُمت کے مسلمہ محقق ہیں اور یہ کتاب انہی کی تحقیقات وآراء سے معمور ہے تو بندہ نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ یہ علمی مواد اُردو زبان میں اُمت مسلمہ کے سامنے برائے مطالعہ پیش کر دیا جائے تا کہ وہ اپنے عقائد واعمال سنوار سکیں ، ان دنوں اللہ تعالیٰ کی توفیق وفضل سے ''فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر'' کا آخری حصہ کا ترجمہ جاری ہے اس کے ساتھ اپنے رب کے فضل وکرم سے اس کتاب کا ترجمہ بھی بندہ نے شروع کیا ، فاضل عزیز محمد عمران عنصر نے اس ترجمہ کی املاء کی ۔ یہ ترجمہ بالاقساط ہمارے ماہنامہ سوئے حجاز میں قارئین نظر ہوا جسے بہت ہی پسند کیا گیا اور یہ مطالبہ بھی تھا کہ اسے یکجا کتابی شکل دی جائے جو بحمد اللہ آپ کے سامنے ہے

آیئے اس کتاب کا مطالعہ شروع کرتے ہیں ۔

دعا جو

محمد خان قادری

خادم: جامعہ اسلامیہ لاہور

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حمد وصلوٰۃ کے بعد، یہ قیمتی فوائد، نفیس جواہر ہیں جن کی تلاش میں سفر کیے جاتے ہیں کیونکہ ان میں نہایت قیمتی موتی ہیں اور اس لیے کہ یہ امام، حافظ، ناقد، بصیر، عارف، مؤرخ، محقق، عالم، صالح کے تحریر کردہ ہیں وہ امام ابو عبد اللہ محمد بن عثمان ذہبی دمشقی رحمہ اللہ ہیں، جن کی ولادت ۶۷۳ھ اور وفات ۷۴۸ھ ہے، اللہ تعالیٰ ان کی روح کو اور پاکیزگی عطا کرے اور اپنی وسیع جنت میں جگہ دے، میں نے یہ فوائد اور نفائس ان کی کتاب عجیب ''سیر اعلام النبلاء'' سے چنے ہیں اور یہ ان کی آخری کتاب ہے۔

یہ کتاب عظیم ایسے متفرق انواع علوم کے اہم فوائد پر مشتمل اور ایسا باغ ہے جس میں متنوع فوائد ہیں، قرآن اور علوم قرآن، حدیث اور علوم حدیث، فقہ، اُصول فقہ، سلوک، تاریخ، ادب، لغت اور دیگر نفائس جن سے طالب علم کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی ہے بلکہ اس سے ہر مسلمان کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی جلالت اور ان کی گفتگو کی علماء اور طلباء کے دلوں میں اثر رکھتی ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیقات اہل علم کے نفوس اور دلوں میں مؤثر عزت، قبول اور احترام کا درجہ رکھتی ہیں، ان تمام اور دیگر اُمور کی وجہ سے

میں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت اور فائدہ کے لیے چاہا کہ میں کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' سے ان متفرق فوائد کو جمع کروں اور ان میں سے پہلا مجموعہ جس کا میں نے عزم کیا وہ ''البرکة والتبرك'' سے متعلق ہے کہ اس بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ کا مذہب اور مؤقف کیا ہے۔

انشاء اللہ عنقریب میں اس مجموعہ کے بعد بھی اس سے نکالوں گی۔ جس میں حافظ ذہبی نے ان شیوخ، صوفیاء اور صالحین اولیاء عباد کی تعریف کی جنہوں نے اپنی عمریں عبادت میں بسر کیں اور انہوں نے اس قدر محنت وکوشش کی کہ آج لوگ اس سے عاجز ہیں اور اس کے دسواں حصہ تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں بھی اس سے نفع عطا کرے۔

میں نے اس کتاب کو تین فصول پر مرتب کیا ہے:

پہلی فصل: برکت وتبرک پر کتاب وسنت کے دلائل۔

دوسری فصل: حافظ ذہبی کے کچھ حالات۔

تیسری فصل: حافظ ذہبی کے ہاں برکت وتبرک کا مقام۔

خلاصہ ونتیجہ پھر خاتمہ۔

میں نے بعض آئمہ کے مناقب میں عمداً طوالت سے کام لیا اور ان کے بارے میں امام ذہبی اور دیگر اہل نقد ومعرفت کی ثنا نقل کی اس کے یہ متعدد اسباب ہیں:

پہلا سبب: ان بزرگوں کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔

امام بزرگ حضرت سفیان بن عیینہ اور دیگر اہل علم کا فرمان ہے:

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة   صالحین کے ذکر پر رحمت کا نزول ہوتا ہے
(الحلیہ، از مام ابونعیم :۷، ۲۸۵)

امام مروزی نے "کتاب الورع" (ص:۸۶) پر لکھا: میں نے امام ابوعبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حضرت فضیل اور ان کے صبر وہمت، شیخ فتح موصلی اور ان کے صبر واستقلال کے بارے میں پوچھا تو ان کی آنکھیں نم ہو گئیں اور کہا: اللہ تعالٰی ان پر رحمتیں نازل کرے اور فرمایا: صالحین کے ذکر پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

تو ان لوگوں کا ذکر، ان کی سیرت اور ان کی حکایات سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے ساتھ ساتھ مسلمان ان سے اخلاق وآداب سیکھتے ہیں تو ان سے ان کا ایمان قوی ہوتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: علماء کی حکایات اور ان کے محاسن مجھے کثرت فقہ سے زیادہ پسند ہیں کیونکہ یہ ان کے آداب اور اخلاق ہیں، اسے حافظ ابن عبد البر نے "جامع بیان العلم وفضلہ" (۱۔۱۱۷) اور قاضی عیاض نے "ترتیب المدارک" (۱۔۲۳) میں نقل کیا۔

امام عابد مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الحکایات تحف الجنة   صالحین کی حکایات نے جنت کو ڈھانپ رکھا ہے۔

عارف جنید نے فرمایا:

الحکایات جند من جنود الله عزوجل یقوی بھا ایمان المریدین	ان کی حکایات اللہ عزوجل کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے ان سے مریدین کا ایمان طاقتور ہوتا ہے۔

عرض کیا گیا، اس پر کوئی شہادت ہے، فرمایا: یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (پ۱۲، ہود:۱۲۰)	اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو مضبوط کریں۔

ان دونوں کو امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''اللقط فی حکایات الصالحین'' (مخطوطہ) میں نقل کیا۔ اسے علامہ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ نے ''صفحات من صبر العلماء'' (ص:۱۸۔ طبع خامس) میں نقل کیا۔

دوسرا سبب: قارئین پر یہ واضح ہو جائے کہ یہ آئمہ اس اہل ہیں کہ ان سے برکت حاصل کی جائے اور اس اہل ہیں کہ یہ مقام ولایت، قطبیت اور ابدال پا سکیں جیسا کہ اپنے محل پر اس سے آگاہ ہو جائیں گے۔

تیسرا سبب: یہ واضح ہو جائے کہ ان اہل علم کو علماء حدیث کے اہل نقد، جرح وتعدیل نے ثقہ قرار دیا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں رکھتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں کسی سے بڑھ کر

کسی سے محبت نہیں کرتے ۔ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ان کی توثیق کی، ان کی تعریف کی، ان سے اور دیگر سے تبرک وغیرہ کے بارے میں صادر ہو اس کو ثابت رکھا۔

چوتھا سبب: ان بزرگ صوفیاء کا حفاظ حدیث اور ناقدین محدثین کے ہاں مقام آشکار ہو جائے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی انہوں نے توثیق کی، ان کی ثناء کی، ان کا ادب بجا لائے بلکہ ان سے تبرک حاصل کرتے تھے جو عنقریب تم اس کتاب سے پاؤ گے۔

یہ فوائد وحکایات زائدہ ''سیر اعلام النبلاء'' اور دیگر آئمہ اعلام کی کُتب سے حاصل کی گئی ہیں، میں نے بقدر طاقت امام ذہبی کی عبارات و تحقیقات پر اعتماد کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کی گفتگو پر جو میں نے اضافہ کیا ہے تو اسے میں نے لفظ ''قلت'' کے ساتھ تعبیر کر دیا اور اپنی گفتگو کے آخر میں ''انتھیٰ'' حروف میں لکھ دیا ہے نہ کہ ''اھ'' کی رمز میں، اور جہاں میں نے ذہبی کی گفتگو کے درمیان کچھ اضافہ نقل کیا ہے وہ میں نے دو قوموں کے درمیان کر دیا ہے، کبھی کبھی بعض نصوص میں تکرار بھی ہے لیکن یہ ایسا معاملہ ہے جس کی ضرورت وحاجت ہے۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال خالصتاً اپنے لیے بنا دے اور اپنے فضل واحسان سے انہیں قبول فرمالے۔

بجاہ سید نا ونبینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد کلما ذکرہ الذاکرون ، وغفل عن ذکرہ الغافلون، صلاۃ وسلاماً دائمین متلازمین الی یوم الدین، وعلی آلہ وذریتہ وازواجہ الطیبین الطاھرین، وصحبہ البرۃ المتقین۔ آمین آمین آمین

پہلی فصل :

برکت وتبرک پر قرآن وسنت کے دلائل

تمہید:

برکت کا معنیٰ بڑھنا اور اضافہ، اس کا معنیٰ ہر صاحب خیر سے کثرت
"مبارك" جس کی طرف سے خیر کثیر ہو۔

(لسان العرب لابن منظور: ۱۰، ۳۹۵، ۳۹۶۔ تفسیر قرطبی: ۱۳، ۱)

کبھی تبرک سے تعظیم مراد لی جاتی ہے، سیدنا رسول اللہ ﷺ حجر اسود کو بوسہ دیتے، رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کا طواف فرماتے تو حجر اسود کو چھڑی (مجن) کے ساتھ سلام کرتے اور چھڑی کو بوسہ دیتے۔ مجن، مڑے ہوئے سر والے عصا کو کہتے ہیں۔ (مسلم: ۱۲۷۵)

امام نافع کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حجر اسود کو ہاتھوں سے سلام کرتے ہوئے دیکھا اور پھر انہوں نے ہاتھوں کو چوما اور کہا:

ما تركته منذ رأيت رسول الله ﷺ يفعله میں نے اسے ترک نہیں کیا جب سے رسول اللہ ﷺ کو یہ کرتے ہوئے دیکھا (مسلم: ۱۲۶۸)

اہل علم نے اس سے ہر اس چیز کے بوسہ دینے کا جواز نکالا جو معظم و تعظیم کی مستحق ہو اور ہر وہ چیز جو معظم کے ساتھ متصل ہو۔ اور تعظیم، حجر اسود کو چومنا یا ایسی شے جس کا اس کے ساتھ تعلق ہو جیسے وہ عصا جس کے ساتھ حجر اسود کی طرف اشارہ کیا گیا، یا اس ہاتھ کو چومنا جس کے ساتھ حجر اسود کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔

تعظیم میں سے نبی کریم ﷺ کے دست اقدس کو چومنا یا آپ کے جسم اقدس کے کسی حصہ کو چومنا بھی ہے جیسے آپ کے مقدس بال شریف، تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سے برکت حاصل کی جائے یا آپ کے کسی جز سے یا آپ کے آثار میں سے کسی اثر کے ساتھ برکت حاصل کی جائے، اسی طرح معاملہ صالحین بزرگوں کا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع عطا فرمائے۔

یہ تمام افعال تعظیم پر دلالت کرتے ہیں اور مسلمان کا تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالانا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حرمات کی تعظیم کا حکم ہے اور اس میں سے اس کی رضا اور اس کی طرف سے طلب ثواب ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب تبرک سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ تعظیم ہے اور اس لیے کہ مقامات مشروع سے طلب خیر ہے تو اب تبرک، خیر کثیر کی طلب ہوا جیسے اللہ تعالیٰ سے شفا کی طلب کسی مسلمان، صالح مبارک کے ذریعے کی جائے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجہ ہے اور جو حضرات انبیاء علیہم السلام، صالحین اور ان کے آثار سے تبرک حاصل کرتے ہیں وہ اس نبی یا اس صالح مسلمان انسان یا ان کے آثار میں کسی اثر کے ذریعے خیر کثیر اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں جیسے صحابہ کرام نبی کریم ﷺ اور آپ کے آثار سے کیا کرتے اور اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے تبرک اور آپ کے آثار سے تبرک کے ذریعے قرب پاتے، اسی طرح ہر وہ تبرک ہے جو مشروع ذریعہ سے ہو جیسے حجر اسود اور وہ مبارک مقامات جنہیں اللہ تعالیٰ نے دیگر پر مزید خصوصی فضیلت عطا فرمائی۔

شیخ احمد بن خالد سلاوی مغربی اپنی کتاب "الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصیٰ" (۱-۲۰۹) میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے ساتھ تعلق میں ضروری ہے کہ اس ذہن کے ساتھ ہو کہ مطلوب حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی تمام اشیاء کا فاعل ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا کوئی اُمید گاہ نہیں، اہل اللہ سے تمسک اور ان سے تبرک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کے لیے ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ابواب اور اس کی طرف رہنمائی کرنے والے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع پہنچائے اور ہم پر ان کی مدد کا فیضان فرمائے۔ آمین۔ انتھیٰ

شفا کے لیے دوا کا استعمال

بلا شبہ شفا کے لیے دوا لینا مشروع ہے، انبیاء، اولیاء اور ان کے آثار سے تبرک طلب شفا واجر کے لیے مشروع ہے جیسے دوا لینے والے پر لازم ہے کہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی طرح جو حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء سے تبرک حاصل کریں ان پر لازم ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھیں کہ نقصان و نفع دینے والا، عطا و منع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

تو جو تبرک کو حرام کہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ سدأ للذ ریعہ دوا لینے کو بھی حرام جانیں تا کہ لوگوں کا یہ عقیدہ نہ ہوجائے کہ دوا ہی مؤثر ہے یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا شفا دینے والا ہے۔

اگر کچھ لوگوں کا تبرک کے حرام ہونے پر اصرار ہے تو ان کا تحریم دوا پر

اصرار بطریق اولیٰ لازم ہے کیونکہ اکثر لوگ آج دوائی لیتے ہیں اور کوئی کائنات میں ایسا انسان نہیں جو دوائی نہ لے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، ہم دور کیوں جاتے ہیں تمام لوگ کھاتے اور پیتے ہیں برعکس تبرک کے کہ وہ تو بہت کم مسلمان ان کی نسبت تبرک لیتے ہیں جبکہ ان کی تعداد بہت بڑی ہے تو اس پر لازم ہے کہ یہ لوگ دوا، طعام، مشروب کو سداً للذریعہ اور ایمان کی حفاظت کے لیے حرام قرار دیں تا کہ اُمت شرک سے بچے اور وہ یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بغیر نفع ونقصان دیتی ہے اور طعام اور مشروب وہی سیر کرنے والا ہے نہ کہ اللہ، یہ تمام اس کے مفہوم پر ہے جو تبرک پر اعتراض کرنے والے ہیں نہ کہ تمام عقلاء اور آئمہ اسلام کے مفہوم پر جو جواز تبرک کے قائل ہیں اور یہ چیز کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور یہ ایمان کے منافی نہیں کسی مسلمان موحد کے عقیدے پر نہ تبرک مؤثر ہوتا ہے اور نہ دوا کا پینا، نہ کھانے اور مشروب کا تناول کرنا کیونکہ یہ مسلمان اُمت موحدہ میں شامل ہے اور ان کے والد نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکایت کیا:

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ (پ ۱۹، الشعراء: ۷۸ تا ۸۲)

وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ دے گا اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا

تو وہ توحید پرست مومن تھے وہ کھاتے، پیتے، دوا لیتے، برکت حاصل کرتے، خیر کی طلب کے لیے اس سے مشروع طریقہ سے کثرت پاتے اور اللہ تعالیٰ ہی تنہا شفا دینے والا، سیر کرنے والا ہے اور اسی اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا وسیر کا ذریعہ بنایا ہے اور یہ ذرائع اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ نتیجہ لاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ ہی خالق نار ہے جس نے اسے جلانے والا بنایا جب وہ چاہتا ہے کہ نہ جلائے تو اسے فرمایا:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ　　اے آگ ہوجا ٹھنڈی اور سلامتی والی ابراہیم پر۔

(پ ۱۷، الانبیاء:۶۹)

تو وہ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی تو جلانا ختم ہوگیا اسی طرح معاملہ تمام وسائل وذرائع کا ہے اور ان کے نتائج اللہ تعالیٰ کی قدرت سے معدوم ہوجاتے ہیں جس نے انہیں عدم سے وجود بخشا۔

کفر وبدعت کا فتویٰ

دین میں رسوخ وپختگی سے محروم شخص چاہتا ہے کہ وہ ان ذرائع کے دروازے بند کردے اور اُمت کو انہیں حرام کہہ کر شدت کے راستہ پر چلائے اور کبھی اُمت کے سلف وخلف پر بدعت کی تہمت لگاتے ہیں، کبھی انہیں گمراہ کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات کافر کہتے ہیں۔العیاذ باللہ۔اور ان میں سے بعض کے ہاں کافر قرار دینا خواہش اور طبیعت بن چکی ہے۔

شیخ احمد بن خالد سلاوی مغربی ''کتاب الاستقصا لاخبار دول المغرب

الاقصیٰ[۱] ''(۳_۱۲۲،۱۲۴) پر لکھتے ہیں قول فیصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے آثار سے تبرک اور ان کے قبور کی زیارت اُمت محمدی ﷺ کے ہاں معروف واچھی چیز ہے اور اس پر سلف وخلف کا اجماع ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ۔انتھی ۔

اس کے بعد حافظ ذہبی برکت اور تبرک ثابت کرنے میں بدعتی نہیں خواہ یہ تبرک نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہو یا آپ ﷺ کے علاوہ صحابہ اور ان کے بعد صالحین سے ہو، خواہ یہ بزرگ دنیا میں ہو یا دنیا میں نہ ہوں بلکہ حافظ ذہبی کے پاس اس بارے میں دلائل، حجج موجود ہیں اور وہ حافظ، ناقد، حجت اور ایسے بصیر ہیں جو متکلم اور جانتے ہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی عقل سے کیا نکل رہا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جو روایت نقل کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ کیا نقل کر رہے ہیں جو رطب ویابس ہو اور نہ ان میں سے ہیں جو حاطب لیل ہوں وہ تو بڑے فہم، علم بصیرت اور نقد وتحقیق کے بعد گفتگو کرتے ہیں اسی لیے ان کے کلام کا نفوس میں بڑا اور دلوں میں عظیم اثر ہوتا ہے اور اس پر گواہ ان کے وہ عظیم آثار ہیں جو ایسی چیزوں کا فائدہ دیتے ہیں جن کے لیے سفر کیے جائیں اور ان کی تحقیقات قیمتی اور نافع ہیں اور ان کے معاصرین اور ان کے بعد کے لوگوں کی ان کے علم میں کامل تحقیق ، نقد ونظر ثاقب پر گواہ ہے جیسے ان کے حالات میں عنقریب آرہا ہے۔

قرآن کریم اور مشروعیت تبرک

اشخاص سے تبرک

اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی زبان سے اپنے بھائیوں کے لیے کہلوایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا

(پ ۱۳، یوسف:۹۳)

میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

(پ ۱۳، یوسف:۹۶)

پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

تو اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا یعقوب علیہ السلام کے غم میں ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور ان پر پردہ آچکا تھا وہ دیکھ نہ سکتے تھے سیدنا یوسف علیہ السلام کے جسم سے لگی اس قمیص کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان

کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظر کو لوٹا دیا اور یہ دونوں خوب جانتے تھے کہ نفع ونقصان اور شفا دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام جانتے تھے اگر وہ ہاتھ اُٹھائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے والد کے لیے شفا کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کر لے گا لیکن جب تبرک، انبیاء، صالحین کے آثار سے اور ان کے ذریعے شفا لینا دعا کی طرح مشروع ہے تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اسی پر عمل کیا اور اپنے والد گرامی کی طرف قمیص بھیجی اور کہا کہ اسے ان کے چہرے پر ڈالو ان کے حکم پر عمل کیا گیا تو اس قمیص کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ذریعے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں واپس آگئیں جو سیدنا یوسف بن یعقوب علیہما السلام کے جسم اقدس سے لگی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے مہد میں یہ کہلوایا جبکہ وہ دودھ پی رہے تھے:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (پ۱۶، مریم: ۳۰/۳۱)

میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز وزکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ

(پ۲۳، الصافات:۱۰۹تا۱۳۳)

سلام ہو ابراہیم پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی کہ نبی ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں اور ہم نے برکت اُتاری اس پر اور اسحاق پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ

(پ۱۲، ہود:۴۸)

فرمایا گیا اے نوح! کشتی سے اُتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(پ۱۲، ہود:۷۳)

اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والوں پر بے شک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

اوقات میں برکت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ

(پ ۲۵، الدخان: ا تا ۳)

حامیم، قسم ہے اس روشن کتاب کی بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔

مقامات میں برکت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

(پ ۲۰، القصص: ۲۹۔۳۰)

پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی اور اپنی بی بی کو لے کر چلا طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنی گھر والی سے کہا تم ٹھہرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ پر نظر پڑی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاڑی لاؤں کہ تم تاپو پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا۔

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ (پ ۱۵، الاسراء:۱)

پاکیزگی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (پ ۱۸، المؤمنون:۲۹)

اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اُتار اور تو سب سے بہتر اُتارنے والا ہے

قرآن کریم میں کئی مقامات پر برکت کا ذکر تکرار سے ہوا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (پ ۱۸، النور:۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ مشرق کا نہ مغرب کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اُٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (پ۲۶، ق:۹)

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اُتارا تو اس سے باغ اُگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے۔

سنت مبارکہ اور مشروعیت تبرک

برکت کے اثبات پر سنت میں کثیر دلائل ہیں جن کا حصر وشمار مشکل ہے ان میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں:

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ایک حدیث طویل میں کہتی ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک ہے جو عبد اللہ مولی اسماء کی طرف انہوں نے نکالا یہ جبہ ریشمی کسروانی تھا اس پر نرم ریشم تھی اس کی آستین ریشم سے ڈھپنی ہوئی تھی وہ کہتی ہیں: یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا حتیٰ کہ ان کا وصال ہوا، وصال پر میں نے یہ حاصل کرلیا، یہ رسول اللہ ﷺ پہنا کرتے تھے:

فنحن نغسلها المرضى يتشفىٰ بها (صحیح مسلم: ۲۰۶۹)

تو ہم اسے مریضوں کے لیے پانی میں ڈبوتے اور اس کے ذریعے شفا حاصل کرتے۔

امام نووی رحمہ اللہ ''شرح صحیح مسلم'' (۱۴-۴۴) میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ صالحین کے آثار اور ان کے کپڑوں سے تبرک حاصل

کرنا مستحب ہے۔انتھی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس چادر لے کر آئی عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں یہ چادر آپ کو پہنانا چاہتی ہوں نبی کریم ﷺ نے اسے ضرورت سمجھ کر لیا اور پہنا، صحابہ میں سے ایک شخص نے آپ ﷺ کو چادر اُوڑھے ہوئے دیکھا اور عرض کیا، یارسول اللہ۔ ﷺ یہ بڑی خوبصورت ہے آپ مجھے اُوڑھا دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے جب حضور ﷺ تشریف لے گئے تو صحابہ نے اس شخص پر ملامت کرتے ہوئے کہا کہ تو نے اچھا نہیں کیا جب تو نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اسے ضرورت کے لیے اُوڑھا ہے تو تو نے آپ ﷺ سے یہ مانگ لی حالانکہ تو جانتا ہے کہ آپ ﷺ سے جو بھی مانگا جاتا ہے آپ ﷺ منع نہیں کرتے تو اس صحابی نے عرض کیا:

رجوت برکتھا حین لبسھا النبی ﷺ لعلی اکفن فیھا

(صحیح بخاری:۶۰۳۶۔۱۲۷۷)

میں نے اس برکت کی اُمید پر لی ہے کہ جب اسے نبی ﷺ نے پہنا تو میں چاہتا ہوں کہ اس میں مجھے کفن دیا جائے۔

حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' (۳۔۱۴۴) پر لکھا ہے اس حدیث میں صالحین کے آثار سے تبرک پر دلیل ہے، بعض شوافع نے کہا کہ اسے چاہیے جس نے کوئی شے تیار کی ہو (یعنی جس نے اپنی قبر تیار کی اور موت سے پہلے کفن تیار کر

لیا) کہ وہ کوشش کرے کہ اس سے وہ حاصل کرے جس کے حلال ہونے پر اعتماد ہو یا اس کے آثار میں سے ہو جس میں صلاح و برکت کا اعتقاد ہو۔ انتھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت اُم سلیم کے گھر داخل ہو کہ بستر پر آرام فرما ہوئے وہ وہاں نہیں تھی، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن بستر پر آرام فرما تھے وہ آئیں اور انہیں بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ تمہارے گھر میں بستر پر تشریف فرما ہیں تو وہ آئیں حضور ﷺ کو پسینہ آیا اور وہ پسینہ چمڑے کے بستر پر گر رہا تھا ایک چھوٹی ڈبیہ کو کھولا جس میں اپنی متاع رکھتی تھی تو اس پسینے کو حاصل کر کے اپنی شیشیوں میں ڈالا۔ نبی ﷺ جاگے تو پوچھا، اے اُم سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ

نرجوا برکته لصبياننا — ہم اپنے بچوں کی برکت کے لیے اسے لگائیں گے۔

تو فرمایا:

اصبت (مسلم:۲۳۳۱) — تم نے درست کیا۔

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موہب کہتے ہیں: مجھے میرے اہل نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا۔ راوی حدیث، اسرائیل نے تین اُنگلیوں کو بند کیا، اس میں حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے:

وكان اذا اصاب الانسان عين او شيء بعث عليها مخضبة، فاطلعت في الجلجل (مثل الجرس) فرأيت شعرات حمراء	اور جب کسی انسان کو نظر لگتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو وہ اس کی طرف ڈبیہ بھیجتی تو میں نے اس ڈبیہ کو دیکھا تو میں نے سرخ بال اس میں دیکھے۔

(البخاری:۵۸۹۶)

سیدہ کبشہ انصاریہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے وہاں مشکیزہ لٹکایا ہوا تھا آپ ﷺ نے اس سے کھڑے ہو کر پانی پیا:

فقطعت فم القربة تبتغي بركة موضع في اي فم رسول الله ﷺ (ترمذی:۱۸۹۲۔ابن ماجہ:۳۴۲۳)	تو میں نے اس مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا تاکہ میں حضور ﷺ کے منہ مبارک کی جگہ سے برکت حاصل کروں۔

اور اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ حضرت اُم سلیم کے ہاں تشریف لائے، گھر میں مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے اسے پکڑا اور کھڑے ہو کر پانی پیا تو کہتے ہیں:

فقطعت اُم سليم فم القربة فهي عندنا (مسند احمد:۶۔۴۳۱۔ترمذی: ۲۱۶۔الضیاء فی المختارہ:۷۔۲۹۵)	اُم سلیم نے مشکیزے کا منہ کاٹ لیا اور وہ اب تک ہمارے پاس ہے۔

اور نصوص بہت زیادہ ہیں۔

ڈاکٹر شیخ عیسیٰ مانع حمیری اپنی کتاب ''التامل فی حقیقۃ التوسل''
(۴۵۲) پر لکھتے ہیں: تبرک ذوات کے درمیان ہی حاصل ہو سکتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس سے کتاب اللہ بھری پڑی ہے اور سنت اس پر فیصلہ دیتی ہے جیسے وہ بنی اسرائیل کے تابوت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص اور دیگر انبیا المرسلین علیہم السلام کے آثار ہیں اور آثار نبی ﷺ مثلاً موئے مبارک، ناخن، خون، پسینہ، جبہ، قمیص، نعلین وغیرہ ہیں۔ انتھی۔

یہ صریح اثبات تبرک میں نصوص ہیں، اس سے مسلمہ فقہاء، حفاظ، اعلام نے صالحین قدس اللہ سرہ بزرگوں سے تبرک کا جواز ثابت کیا کچھ لوگ اس طرف گئے ہیں جن کے مذہب پر کوئی حجت نہیں کہ یہ تبرک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص اور آپ کی حیات کے ساتھ خاص ہے۔

تخصیص پر کوئی دلیل نہیں

دونوں انواع کے ساتھ یہ تخصیص باطل و بدعت ہے، سلف میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کی اور نہ ہی کسی معتبر خلف میں سے، اس لیے کہ نبی ﷺ سے تبرک کے نصوص عام ہیں ان میں تخصیص کتاب وسنت کی دلیل کے بغیر جائز نہیں جو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ مخصوص ہیں اور کوئی مخصص دلیل نہیں لاتا وہ غلطی پر ہے اسی طرح جو خیال کرتے ہیں کہ تبرک آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص ہیں وہ بھی غلط کہہ رہا ہے اس کے قول پر ظن کے علاوہ کوئی دلیل

نہیں اور ظن سے کوئی حق شے ثابت نہیں ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ نے مشروع رکھا

اگر تبرک شرک کا ذریعہ ہوتا تو سید الموحدین رسول اللہ ﷺ اس سے مسلمانوں کو منع کرتے اور آپ انہیں اس پر ثابت نہ رکھتے۔

بلکہ بعض نے جب اسے طلب کیا تو آپ نے تبرک کو مشروع قرار دیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ ذرائع شرک میں سے نہیں کیونکہ تبرک لینے والا مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے کہ نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور مسلمان جو کسی اہل تبرک سے تبرک لے رہا ہے وہ تو صرف اسی بنیاد پر ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام ہے جیسے رسول اللہ ﷺ آپ کے صحابہ کرام اور ان کے بعد بزرگ اور اولیاء۔

تو ہم توحید پرست مسلمان ہیں جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ نفع ونقصان دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو ہم صالحین سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام ومنزلت کی وجہ سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ انبیاء وصالحین کے سربراہ ہیں ،آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے مقام اور قدر ومنزلت کی وجہ سے ہے اور آپ کے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد نہ آپ کے مرتبے میں کمی آئی ، نہ منزلت میں نہ درجہ میں بلکہ آپ کا مقام ہمیشہ اور زیادہ ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پ ۲۲، الاحزاب:۵۶)	بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اور اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے آپ پر صلاۃ دائمی ہے اس میں انقطاع نہیں جو آپ کی بلندیوں اور رفیع درجات میں اضافہ کر رہے ہیں جب سے اسلام آیا ہمیشہ سے مسلمان آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتے ہیں آپ ﷺ کے لیے دعا کرتے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا یہ تمام چیزیں آپ ﷺ کے مبارک بلند مرتبہ میں اضافہ کا سبب ہیں۔

پھر حدیث صحیح میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث: صدقة جارية، او علم ينتفع به، او ولد صالح يدعو له	جب ابن آدم فوت ہوجائے تو تین کے علاوہ اعمال منقطع ہوجاتے ہیں صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع پایا جائے یا نیک اولاد جو دعا کرے۔

نبی ﷺ اولیاء، صلحاء کے سردار، بندوں کے سردار، علماء کے سردار اور آپ کی صالح نسل ہمیشہ باقی ہے جو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی آپ ﷺ نے علم وفضیلت کو پھیلایا آپ کے ہاتھوں پر آپ کے سبب آپ کی دعوت پر کڑوروں لوگ کئی ملین لوگ اسلام لائے اور تمام آپ کے صحیفہ میں اور آپ کے اجر میں کامل حصہ ہیں اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها بعده، من غير ان ينقص من أُجورهم شیء (مسلم:۱۰۱۷)	جس نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا اس کے لیے اس کا اجر اور اس کے بعد میں عمل کرنے والے کا اجر ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی کی جائے

دوسری روایت میں ہے:

من سن سنة صالحة فی الاسلام فعمل بها بعده كان له مثل أُجورهم من غير ان ينقص من أُجورهم شیء (مسند احمد:۳۱_۵۱۹)	جس نے اسلام میں اچھے طریقے کو جاری کیا تو اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس شخص کو ان لوگوں کی مثل اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

تیسری روایت میں ہے:

من سن سنة هدى فاتبع عليها كان له مثل أُجورهم من غير ان ينقص من أُجورهم شیء (مسند احمد:۱۶_۳۲۶)	جس نے ہدایت کا راستہ جاری کیا اور اس کی اتباع کی گئی اس آدمی کے لیے ان عمل کرنے والوں کی نسبت اجر ہوگا البتہ ان کے اجر میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اچھے نیک ہدایت کے راستے اس قدر شروع کیے جو حدوشمار میں نہیں لوگ ان پر عمل کرتے ہیں اور آپ کے لیے ان کا اجر

عظیم اس قدر ہے جو قیامت تک ختم نہیں ہوگا تو اب نبی کریم ﷺ اپنے مقام میں ہمیشہ بلند ہو رہے ہیں اور آپ کی منزلت میں ہمیشہ اضافہ ہو رہا ہے تو آپ کے ساتھ اور آپ کے آثار کے ساتھ آپ کی ظاہری حیات اور اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد تبرک جائز ہے جو لوگ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں آپ کے ساتھ تبرک اور وسیلہ اور آپ کے وصال کے بعد کے درمیان فرق کرتے ہیں ان کے ایمان پر ڈر لگتا ہے کیونکہ یہ تفریق بتا رہی ہے کہ مخلوق کے نفع یا نقصان میں تاثیر ہے تو یہ تفریق شرک کا وسیلہ ہے نہ کہ توسل اور تبرک حق یہی ہے کہ نفع ونقصان دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جس سے برکت لی جائے یا اسے وسیلہ بنایا جائے وہ نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی منزلت کی وجہ سے برکت حاصل کی جائے اور یہ مقام ظاہری حیات اور موت کے بعد دائمی ثابت ہے اسی لیے نہ کسی صحابی سے ثابت ہے نہ کسی سلف سے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے آثار کے ساتھ تبرک کا انکار کیا بلکہ ان سے یہ ثابت ہے کہ وہ آپ کے آثار سے برکت حاصل کرتے اور انہیں اہتمام سے محفوظ رکھتے ان میں سے کچھ کا ذکر تھوڑا سا پہلے احادیث صحیحہ میں آیا ہے اور کُتب حدیث صحابہ اور تابعین سے ایسی مثالوں سے بھری پڑیں ہیں۔

اس طرح معاملہ صالحین بزرگوں کا ہے کہ ان سے حیات اور بعد از موت کے تبرک میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ان کا مقام ان کی موت کے بعد کم نہیں ہو جاتا بلکہ کثیر بڑھ جاتا ہے بعض نے علم پھیلایا اور اپنے بعد کثیر علم چھوڑا اور

طلبہ تیار کیے بعض نے نیک اولاد چھوڑی جوان کے لیے دعا کرتی ہے، بعض نے صدقہ جاریہ کیا تو یہ تمام اعمال میں اضافہ اور درجات کی بلندی کا سبب ہیں تو ان کے ساتھ تبرک ان کی حیات اور بعد از ممات برابر ہے اس پر سلف وخلف کا طریقہ شاہد ہے اور صالحین اور ان کے آثار سے حالت زندگی اور موت میں تبرک حاصل کرتے ہیں اور ان کی حیات اور ممات میں کوئی فرق نہیں کرتے جیسے کچھ لوگوں نے بلا دلیل اور حجت فرق کیا یہ سوائے اوہام، تخیلات اور وساوس کے کچھ نہیں، سلف وخلف سے تبرک کے بارے میں خبریں متواتر معروف ہیں ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور ان کا انکار جاہل متعصب یا سینہ زور عالم صاحب خواہش کر سکتا ہے جو اپنی خواہش کے تابع ہے جن حفاظ حدیث اور ناقدین نے سلف وخلف سے تبرک ثابت کیا ان میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ بھی ہیں عنقریب اس مبارک مجموعہ میں ان سے نقل کی جائیں گی۔

آئمہ حنابلہ کے ہاں تبرک

میں فائدہ کے طور پر چاہ رہی ہوں کہ بعض نصوص کو نقل کروں جو صالحین اور ان کے آثار کے ساتھ ان کی حیات اور بعد ممات تبرک ثابت کرتیں اور میں یہ چیزیں حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے علاوہ نقل کر رہی ہوں تا کہ یہ اس پر دلیل بنیں کہ اس اُمت کے آئمہ اسلام کے ہاں صالحین اور ان کے آثار سے تبرک مشروع مشہور ہے جن کا اجماع خطا سے محفوظ ہے تو امام ذہبی رحمہ اللہ اس

میں تنہا نہیں ۔ میں اس نقل کی ابتدا حنابلہ بزرگوں سے کر رہی ہوں کیونکہ اس قوم کے ہاں ان کی قدر و منزلت ہے اور ان کا کلام دوسروں سے زیادہ ان کے دلوں پر مؤثر ہوتا ہے ۔

امام علامہ فقیہ ابن جوزی حنبلی "مناقب امام احمد بن حنبل" (ص:۴۸۳) پر نقل کرتے ہیں :ہمیں محمد بن ابو منصور نے ابو علی حسن بن احمد فقیہ سے بیان کیا کہ جب اُم قطیعی فوت ہوئیں تو انہیں امام احمد بن حنبل کے پڑوس میں دفن کیا گیا اسے انہوں نے کئی راتوں کے بعد خواب میں دیکھا وہ کہہ رہی ہیں کہ میرے بیٹے اللہ تم سے راضی ہو تو نے مجھے ایسے شخص کے پڑوس میں دفن کیا کہ اس پر ہر رات میں یا کہا ہر جمعہ کی رات میں رحمت نازل ہوتی ہے جو تمام اہل قبرستان کو ملتی ہے اور میں بھی ان میں سے ہوں ۔

شیخ ابو علی حسن بن احمد فقیہ کہتے ہیں : شیخ ابو طاہر جمال جو کہ صالح شیخ تھے انہوں نے کہا :میں نے ایک رات امام احمد بن حنبل کے قبرستان میں یہ آیت مبارکہ پڑھی :

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ (پ۱۲، ہود:۱۰۵) تو ان میں کوئی بد بخت ہے تو کوئی خوش نصیب ۔

پھر مجھ پر نیند نے غلبہ کیا ، میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا :

مافينا شقي والحمد لله ببركة احمد ہمارے اندر کوئی شقی نہیں اور تمام حمد اللہ کی یہ امام احمد کی برکت سے ہے۔

عنقریب آ رہا ہے۔حافظ متقن ، ورع ، تقی ،ولی عبد الغنی مقدسی صاحب الکمال نے امام احمد بن حنبل کی قبر انور سے تبرک و شفا حاصل کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی ۔(دیکھئے۔ص:۱۹۸)

امام حافظ ابن رجب حنبلی نے "ذیل طبقات حنابلہ" (۳۔۹۶۹۵) میں امام احمد بن علی بن عبدالرزاق ،قاری زاہد صالح (ت:۴۹۹ھ) کے حالات میں لکھا کہ امام ابن جوزی کہتے ہیں: شیخ ابو منصور کبار صالحین اور زاہد عابدین میں سے تھے ان کا مغرب وعشاء کے درمیان یہ وظیفہ تھا کہ وہ سات قرآن کھڑے اور بیٹھے پڑھتے تھے حتی کہ بڑھاپے میں وہ زخمی ہو گئے ۔ابن ناصر نے ان سے بیان کیا جو بہت بڑے حنبلی عالم ہیں کہ وہ شیخ صالح ، زاہد اور اکثر اوقات روزہ میں ہوتے :

کراماته ظهرت له بعد موته ان کی کرامات ان کی موت کے بعد ظاہر ہوئیں ۔

شیخ ابن رجب (۳۔۹۷) کہتے ہیں کہ امام ابو منصور ابن خیرون نے بیان کیا کہ میں نے اس دن کی مثل کسی پر نماز جنازہ نہیں دیکھی جو ابو منصور خیاط کی تھی اس میں مخلوق کی کثرت تھی اور ان کے جنازہ سے برکت حاصل کی جا رہی تھی ۔

امام سلفی کہتے ہیں: مجھے ایک معتبر آدمی نے شیخ ابو منصور کی وفات کے دوسرے جمعہ پر بتایا کہ آج ان کی قبر پر دوسوا کیس قرآن کریم ختم ہو چکے ہیں ۔انتھی ۔

حافظ کبیر ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' (۱۴۔۱۴۱، ۱۴۲) میں حافظ مؤرخ ثقہ شیخ علم الدین برزالی سے اپنی تاریخ میں نقل کیا کہ جب حافظ ابن تیمیہ دمشق کے قلعہ میں اس جگہ فوت ہوئے جہاں انہیں قید کیا گیا تھا تو قلعہ کی طرف کثیر لوگ آئے اور انہیں داخلہ کی اجازت دی گئی، غسل سے پہلے اس کے پاس بیٹھے انہوں نے قرآن پڑھا:

وتبركوا برؤيته وتقبيله ، ثم انصرفوا ، ثم حضر جماعة من النساء ففعلن مثل ذلك

اور ان کے دیدار و بوسہ سے برکت حاصل کی پھر وہ لوٹے پھر خواتین کی جماعت حاضر ہوئی انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

پھر وہ پلٹیں اور وہ لوگ رہ گئے جنہوں نے انہیں غسل دیا پھر کہا:

وشرب جماعة الماء الذی فضل من غسله ، واقتسم جماعة بقية السدر الذی غسل به ،ودفع فی الخيط الذی كان فی عنقه بسبب القمل :مائة وخمسون درهماً

اور ایک جماعت نے وہ پانی پیا جو ان کے غسل سے بچا تھا اور ایک جماعت نے وہ بیری کے پتے تقسیم کیے جن سے انہیں غسل دیا گیا اور اس دھاگے کو ڈیڑھ سو درہم کے بدلے دیا گیا جس میں وہ پارہ تھا جو ان کی گردن میں قمل کی وجہ سے تھا

یہ بھی منقول ہے کہ وہ ٹوپی جو ان کے سر پر تھی اسے سو درہم میں دیا گیا اور جنازے میں چیخ وپکار اور کثیر لوگ رو رہے تھے، صالحیہ اور شہر میں ان کے لیے کئی ختم پڑھے گئے اور لوگ ان کی قبر پر کثیر رات و دن جاگتے رہے وہاں

ہی رات بسر کرتے اور صبح کرتے اور انہیں کثیر اچھی خوابیں بھی آئیں ایک جماعت نے ان کے مرثیہ میں اشعار لکھے ۔انتھی ۔

حافظ ابن رجب حنبلی نے ''ذیل طبقات حنابلہ'' (۴-۲۷) پر امام حافظ عابد عبد الغنی مقدسی دمشقی حنبلی (ت:۶۰۱ھ) کے حالات میں ان کے شاگرد اور ان کے قریبی امام حافظ ضیاء الدین مقدسی دمشقی حنبلی سے نقل کیا کہ میں نے حافظ ابوموسیٰ بن حافظ عبد الغنی کو دمیاط میں ایک شخص سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں ایک دن حافظ عبد الغنی مقدسی کے پاس تھا اور میرے دل میں آیا کہ کاش مجھے حافظ وہ کپڑا دیں جو ان کے جسم کے ساتھ متصل ہے تاکہ میں اس کا کفن بناؤں جب میں نے کھڑا ہونے کا ارادہ کیا تو فرمایا: نہ جاؤ لوگ چلے گئے تو انہوں نے وہ کپڑا اتارا جو ان کے جسم پر تھا اور مجھے پہنایا ان کا بیان ہے:

فبقي الثوب عندنا ، وكل من مرض او وجع راسه تركوه عليه حتي يبرا باذن الله تعالىٰ

ہمارے پاس وہ کپڑا رہا کوئی مریض ہوتا یا اس کے سر درد ہوتی تو وہ کپڑا اس پر ڈالتے یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے شفا پاتا۔

حافظ ابن رجب (۴-۱۰۷) حافظ ضیاء الدین مقدسی سے نقل کرتے ہیں، میں نے حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد عراقی سے سنا:

مارأيت الحديث فی الشام كله الا ببركة الحافظ عبد الغنی

میں نے تمام ملک شام میں حدیث نہیں دیکھی مگر حافظ عبد الغنیؒ کی برکت سے۔

حافظ ابن رجب نے ہی (۴۔۱۴) اور حافظ ابن عبد الہادی حنبلی نے "طبقات علماء الحدیث" میں حافظ ضیاء المقدسی سے نقل کیا کہ میں نے ابوثناء محمود بن سلامہ حرانی سے اصبہان میں سنا کہ حافظ عبد الغنی اصبہان کے بازار سے گزرے تو لوگوں نے ان کی صف درصف زیارت کی، حافظ ضیاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ سنا کہ حافظ موصوف اصبہان میں کچھ مدت ٹھہرے تو اگر اس کا مالک بننا چاہتے تو بن جاتے یعنی ان لوگوں کی ان کے ساتھ محبت اور رغبت اس قدر تھی جب وہ واپس مصر آئے ہم وہاں تھے تو وہ جمعہ کے دن جامع مسجد کی طرف نکلے تو ہم ان کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے:

من كثرة الخلق يتبركون به و يجتمعون حوله

کیونکہ کثرت مخلوق ان سے تبرک لے رہی تھی اور ان کے اردگرد جمع تھی۔

حافظ ابن عبد الہادی نے بھی (۴۔۱۵۴) لکھا کہ شیخ ضیاء الدین بیان کرتے ہیں کہ ہم مصر میں ان کے ساتھ جمعہ کے لیے نکلے:

فلا نقدر نمشی معه من زحمة الناس يتبركون به، ويجتمعون حوله

ہم ان کے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ لوگوں کی کثیر جماعت تبرک لے رہی تھی اور ان کے اردگرد جمع تھی۔

حافظ ابوبکر خطیب ''تاریخ بغداد'' (۲۔۶۷) اور ابن ابویعلیٰ حنبلی ''طبقات حنابلہ '' (۲۔۶۳) میں، ابن مفلح حنبلی ''فی مقصد الارشد '' (۲۔۲۵۴) اور ابن جوزی نے ''المنتظم '' (۱۳۔۲۵۲) علیمی حنبلی نے ''المنہج الاحمد'' (۲۔۲۱۳) میں ، زاہد عارف ولی صالح شیخ حنابلہ شیخ علی بن محمد بن بشار (ت:۳۱۳) کے حالات میں لکھا:

دفن بالعقبة وقبره الی الان ظاهر معروف يتبرك الناس بزيارته	انہیں عقبہ میں دفن کیا گیا اور ان کی قبر آج تک معروف ومشہور ہے لوگ اس کی زیارت کر کے برکت حاصل کرتے ہیں۔

شیخ حامد فقی نے طبقات حنابلہ اس عبارت ''یتبرک الناس بزیارته '' پر یہ حاشیہ میں لکھا ''بل شؤمه '' (بلکہ یہ نحوست حاصل کرتے ہیں) ''لاحول ولاقوة '' زیارت قبور سے برکت حاصل کرنا شرک ہے۔انتہی کلام فقی۔

میں کہتی ہوں ، تیرے منہ میں پتھر کہ تم نے علماء اُمت ،اعلام دین اور بزرگ علماء پر شرک کی تہمت لگائی ۔حافظ ابوبکر الخطیب ، علامہ، فقیہ، محدث ابن ابی یعلیٰ ، علامہ فقیہ ابن جوزی ، علامہ علیمی اور ان کے ہمثل اس فقی کے ہاں شرک کو پختہ کرنے والے بلکہ اس فقی کے غلط خیال کے مطابق وہ اس شرک کا فتویٰ دیتے ہیں ۔امام احمد بن حنبل سے یہ فتویٰ ثابت ہے قریب ہے کہ یہ فقی اور اس کے ہم مثل لوگ اس پر غیظ سے دیوار پر سر ماردیں۔

شیخ عبداللہ بن امام احمد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے

سألته عن الرجل يمس منبر النبي ﷺ ويتبرك بمسه ، ويقبله ويفعل بالقبر مثل ذلك او نحو هذا يريد بذلك التقرب الى الله عزوجل ؟

اس آدمی کے بارے میں پوچھا جو منبر نبی ﷺ کو مس کرے اسے مس کر کے برکت حاصل کرے اسے بوسہ دے اور آپ کی قبر انور سے ایسا کرے یا اس کے علاوہ اس کی مثل سے اور اس سے مقصود اللہ عزوجل کا قرب ہو؟

تو فرمایا:

لا بأس بذلك۔

اس میں کوئی حرج نہیں۔

انتهى نصه بحروفه ۔ (کتاب العلل :۳۔۳۲۔۲۵۰۔مطبوعہ المؤسسۃ الثقافیۃ :۲۔۴۹۲۔رقم:۳۲۴۳۔طبعۃ المکتب الاسلامی)

یہ ابھی مذکور لوگ امام احمد، خطیب، ابن ابی یعلیٰ ، ابن جوزی ، ابن مفلح اور علیمی تمام فقی کے نزدیک مشرک یا شرک کی دعوت دینے والے یا اُمت کے لیے شرک کو پختہ کرنے والے قرار پائیں گے۔

امام ابن ابی یعلیٰ نے "طبقات الحنابلة" (۲۔۲۵۵) پر لکھا شیخ ابوبکر احمد بن علی بن احمد علثی جو زہد وتقویٰ میں مشہور ہیں انہوں نے اپنے والد سعید کی صحبت میں کئی سال ان سے پڑھا اور حدیث لی۔

فعادت برکته علیه فصار عالماً	ان پر ان کی برکت حاصل ہوئی اور وہ عالم
زاھداً عابداً فظھر له فی الناس	زاہد، عابد بنے اور لوگوں میں انہیں قبولیت
القبول والمحبة واجابة الدعاء	ومحبت ملی اور ان کی دعا قبول ہوجاتی۔

امام ابن ابی یعلیٰ نے ''طبقات الحنابلة'' (۱۔۳۸۷۔۳۸۹) میں لکھا کہ ہمیں والد سعید قدس اللہ روحہ نے بیان کیا کہ مجھے شیخ علی عکبری نے بتایا کہ میں حسن بن شہاب کے پاس پڑھتا تھا انہوں نے مجھے بتایا کہ یحیٰ خطیب نے بطور اجازت شیخ ابوبکر سکری سے بتایا انہوں نے ان سے حسن بن خلیل بن احمد مصری نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن علی بصری صفار نے بعض صالحین اہل عبادان سے نقل کیا اور مجھ سے یہ حلف لیا کہ وہ میرا نام نہیں بتائیں گے کہ وہ ۳۴۰ھ کو بغداد اس شوق سے گئے کہ وہ امام احمد بن حنبل اور حضرت معروف کرخی کی قبر کی زیارت کریں گے انہوں نے ہفتہ کے دن حضرت معروف کے مزار کی زیارت کی اور بیان کیا:

ففرحت فرحاً شدیداً لما رأیت من	میں بہت زیادہ خوش ہوا جبکہ میں نے
کثرة الناس وجمعھم واظھار السنة	لوگوں کی کثرت اور سنت کا اظہار دیکھا

جب میں زیارت سے فارغ ہوا تو اسی وقت میں امام احمد کی قبر کے پاس گیا تو میں نے ان کی قبر کے پاس کم لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا، تو مجھے اس پر شدید غم ہوا۔ پھر میں نے ایک انسان کو دیکھا تو میرا دل اس کی طرف مانوس ہوا نہ کہ موجود اس جماعت کی طرف، میں نے اسے اس پر مطلع کیا جو میرے

دل میں حضرت معروف کرخی کی قبر اور امام احمد بن حنبل کی قبر کے بارے میں آیا
تو اس نے بتایا کہ اس قبر کی زیارت پیر کے دن ہوتی ہے میں پیر کے دن لوٹا تو
میں نے اس قبر کے پاس دسواں حصہ بھی نہ دیکھا جو میں نے حضرت معروف کی
قبر کے پاس دیکھا تھا میں اس آدمی سے ملا تو میں نے سبب زیارت کا معاملہ
دوبارہ پوچھا تو کہنے لگا، امام احمد کی قبر دور ہے جہاں تک انسان آرام سے نہیں
پہنچ سکتا تو میرے دل کو اس کی گفتگو سے سکون ملا تو میں سن ۱۴۴۱ھ میں عبادان
کی طرف لوٹا، میں رات کو ادائیگی وظیفہ کے لیے اُٹھا کہ میری آنکھوں پر اُونگھ آئی
میں بیٹھا سو گیا تو میں نے ایک خوبصورت آدمی دیکھا جس کے سفید کپڑے ہیں
اس کے اردگرد شیوخ کی ایک جماعت ہے جو ان کی تعظیم کر رہی ہے، میں نے
پوچھا یہ کون ہیں؟ تو بتایا یہ ابو عبد اللہ امام احمد بن حنبل ہیں، میں قریب ہوا،
سلام عرض کیا، میں نے چاہا کہ میں ان کی قبر انوار اور حضرت معروف کرخی کی قبر
انور کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! معاملہ یہی
ہے، انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی معروف یہود "علیھم لعنة الله" سے سخت
بغض رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے اُوپر لازم کیا تھا کہ وہ ہر ہفتہ (یہود کے
شرک) کے دن سو رکعتیں اور ہر رکعت میں دس دفعہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"
پڑھیں گے یہاں تک کہ وہ جان لیں کہ یہود اپنے گرجوں سے لوٹ گئے یہ اللہ
عزوجل کی خاطر غیرت تعظیم وتنزیہ کے لیے تھی، فرمایا: اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان
کا یہ علم پھیلا دیا جو تو ہر ہفتے دیکھتا ہے۔ پھر فرمایا: اے فلاں! تم انہیں جانتے ہو؟

میں نے کہا نہیں ، اللہ کی قسم ! کہتے ہیں میں نے اپنی دائیں طرف دیکھا تو نہایت ہی خوبصورت سفید لباس پہنتے ہیں تو فرمایا: یہ حضرت معروف کرخی ہیں ان پر سلام کہو، میں نے سلام کیا وہ مجھے خلوت میں لے گئے ، اور فرمایا: اے فلاں تیری نگاہوں میں، میں بڑا نہ بنوں جو تو نے میری قبر پر زیارت کے لیے کثیر لوگوں کو دیکھا اور نہ ہی تیری آنکھوں میں ابو عبد اللہ چھوٹے ہوں کہ تو نے ان کی قبر پر قلیل لوگوں کو دیکھا:

فانه ما من يوم وليلة الا ويدخل الله ببركته الجنة مالا يحصى من الناس كثرة	کوئی دن رات ایسا نہیں کہ اللہ ان کی برکت سے جنت میں اس قدر کثیر لوگوں کو داخل کرتا ہے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے پھر الوداعی سلام کیا تو امام احمد نے فرمایا: جاگو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے کہیں تمہارا وظیفہ ہی فوت نہ ہو جائے تو میں جاگ پڑا۔ الحمد لله۔

امام ابن ابی یعلیٰ "طبقات الحنابلة" (۲۔۲۳۴) میں لکھتے ہیں : امام ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الرحمٰن بغدادی جو عقلاء، فقہاء، مناظرین، اذکیاء میں سے ایک ہیں وہ آمد میں چار سو اڑسٹھ یا اڑسٹھ میں فوت ہوئے۔

وقبره هناك يقصد ويتبرك به	وہاں ان کی قبر پر لوگ جاتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

علامہ ابن مفلح حنبلی "المقصد الارشد" (۲۔۲۵۳) میں اور علامہ علیمی

حنبلی ''المنہج الاحمد'' (۲۔۳۸۲) میں مذکور شخص علی بن محمد کے حالات میں لکھتے ہیں:

و قبره هناك مقصود بالزيارة — کہ ان کا مزار عالی وہاں ہے اور لوگ اس کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

تو خبردار اس مذکور حاشیہ کی طرف متوجہ ہوں جو'' طبقات حنابلہ'' اور ''مقصد الارشد'' پر لکھا گیا کہ یہ شرک اور بُت پرستوں کا عمل ہے کیونکہ یہ لوگ جانتے ہی نہیں کہ ان کے دماغوں سے کیا نکل رہا ہے کہ یہ مسلمہ علماء کو شرک میں داخل کر رہے ہیں اور اُمت موحدہ کو کافر قرار دینا، یہ خوارج کی علامت ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی ''ذیل'' (۴۔۱۶۴) میں، علامہ ابن مفلح ''المقصد الارشد'' (۱۔۱۴۵) علامہ علیمی ''المنہج الاحمد'' (۴۔۱۷۹) پر شیخ فقیہ، زاہد احمد بن علی بن احمد موصلی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابن ساعی نے بیان کیا:

كان شيخاً صالحاً كثيرة العبادة يعتقد فيه ويتبرك به اماراً بالمعروف نهاءً عن المنكر — یہ شیخ صالح کثیر عبادت کرنے والے لوگ ان کے معتقد تھے اور ان سے تبرک حاصل کرتے یہ نیکی کا حکم دینے والے اور بُرائی سے روکنے والے تھے۔

حافظ مؤرخ محب الدین ابن البخاری کا بیان ہے، احمد بن مہلہل بن عبید اللہ بردانی مقرئی زاہد نابینا تھے جو مسجد میں الگ رہتے اور کسی سے میل جول نہ رکھتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مشغول رہتے،

وكان امام المقتفى يزوره وكذلك وزيره ابن هبيرة والناس كافة يتبرکون به	یہ ایسے امام تھے جن کی اقتدا کی جاتی اور ان کی زیارت کی جاتی اسی طرح ان کا وزیر ابن ہبیرہ کا معاملہ ہے اور تمام لوگ ان سے برکت حاصل کرتے تھے

(ملاحظہ کیجیے: ذیل طبقات الحنابلة لابن رجب الحنبلی (۳-۲۳۷) والمقصد الارشد لابن مفلح الحنبلی (۱-۱۹۷)منہج الاحمد للعلیمی الحنبلی (۳-۱۵۸)شذرات الذھب لابن العباد الحنبلی (۶-۲۸۴)

یہ شیخ بردانی ہر دن میں چار سو رکعت ادا فرماتے۔(دیکھئے سابقہ ماخذ)

حافظ ابن رجب نے ''الذیل'' (۴-۳۲۹) پر لکھا، شیخ ابراہیم بن علی بن احمد بن فضل واسطی صالحی ،فقیر، زاہد، شیخ اور عابد تھے۔

برکة الشام قطب الوقت	شیخ الاسلام شام کی برکت اور قطب الوقت تھے۔

حافظ ابن رجب نے ''الذیل علی طبقات'' (۳-۶۰) میں مفسر، حافظ ،صوفی ، واعظ عبد اللہ بن محمد بن علی انصاری ہروی (ت:۴۸۱ھ) کے حالات میں حافظ عبد القادر رہاوی سے نقل کیا:

وقد رأيت كرسي شيخ الاسلام عبد الله بن محمد انصاری قليل المراقی فی زاوية من جامع هراة والناس يتبركون به	میں نے شیخ الاسلام عبد اللہ محمد انصاری کی کرسی دیکھی جو جامعہ ہراۃ کے زاویہ میں کم دراجات پر مشتمل تھی اور لوگ اس کرسی سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

شیخ ابن رجب ''الذیل'' (۳۔۱۷۳) پر لکھتے ہیں کہ ابن نجار نے لکھا شیخ محمد بن علی بن عبید اللہ المقری زاہد، صلاح ودین میں بڑے مشہور تھے۔ انہوں نے فقہ امام شریف ابی جعفر سے پڑھی اور ان کی صحبت میں رہے۔

وانتفع به جماعة قرؤوا علیه وعادت علیهم بر کته۔	ایک جماعت نے ان سے نفع پایا ان سے پڑھا اورانہیں ان کی برکات نصیب ہوئیں۔

حافظ امام ثقہ، ضابط، متقن، عادل ضیاء الدین مقدسی حنبلی، امام عالم فقیہ مقری محدث شیخ الاسلام زاہد قدوہ، شیخ ابوعمر محمد بن احمد المقدسی دمشقی حنبلی رحمہ اللہ کے احوال میں

ذکر برکة کتبه ورقاعه	ان کی کُتب کی برکت اور ان کے رقعہ کی برکت کا ذکر کیا۔

میں نے شیخ زاہد، عابد، ابو احمد نصر بن سلیمان جن کی دعائیں قبول کی جاتیں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری طرف شیخ ابوعمرو نے دوخطوط لکھنے میں جس چیز پر تھا میں نے ان امراض کو چھوڑا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفا پائی۔

میں نے احمد بن عبد الرحمٰن بن بلال مقدسی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

ما رأیت مثل کتب الشیخ ابی عمر کنت آخذ الکتاب من وقت ما اعلقه علیّ تخلینی الحمی	میں نے شیخ ابو عمر کے تعویذ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا جب سے میں نے وہ تحریر لے کر اپنے گلے میں ڈالی مجھے بخار چھوڑ گیا۔

میں نے یہ سنا کہ لوگ ان کے پاس آتے اور کہتے کہ ہمیں فلاں سربراہ کی طرف رقعہ لکھ دو تو وہ کہتے کہ میں اسے نہیں جانتا تو عرض کیا جاتا:

انما نرید برکة رقعتك فیکتب الی ذلك فیقبل رقعته وان کان لایعرفه	ہم تو آپ کے رقعہ کی برکت چاہتے ہیں تو اس طرف لکھ دیتے تو ان کا رقعہ قبول ہوجاتا اگرچہ وہ اسے جانتے نہیں

میں نے ابوعثمان یوسف بن اُحمیدان کو کہتے سنا، جب دمشق میں مسلمانوں کو گھیر لیا گیا تو دمشق میں کوئی سلسلہ معاش نہ رہا، میرے پاس تین تھیلیاں تھیں ان میں سے دو گم ہوگئیں ایک رہ گئی۔ جب میں شہر کی طرف لوٹا مجھے انہوں نے پکڑ لیا اور مجھ سے ستر درہم مانگے، میں شیخ رحمہ اللہ کے پاس گیا اور واقعہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے رقعہ لکھ دیجئے، فرمایا: میں تو اس کو نہیں جانتا جس نے تجھ سے یہ پیسے مانگے ہیں، تو میں نے عرض کیا:

انا ارید برکة خطك فکتب لی رقعة فمضیت بها الیه فلم یاخذ منی شیئاً	میں تمہارے خط کی برکت چاہتا ہوں مجھے انہوں نے رقعہ لکھ دیا میں جب لے کر اس شخص کے پاس گیا تو مجھ سے اس نے کوئی شے نہ مانگی۔

حافظ ضیاء نے بھی لکھا: اور

ذکر برکة دعائه	ان کی دعا کی برکت کا ذکر کیا۔

میں نے شیخ زاہد ابواحمد خضر بن محمد سلیمان مرداوی سے سنا انہوں نے

فرمایا: ہم دمشق سے ایک جماعت کے انگریزوں کے دور میں ساتھ نکلے ،اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے ہم نابلس جانا چاہتے تھے ہمارے ساتھ ایک جماعت ساتھی بنی جس کے پاس اُونٹ تھے تو انہوں نے اُونٹوں والوں کو پکڑ لیا ہم ان کے ساتھ تھے لیکن وہ ہمارے درپے نہ ہوئے حالانکہ ہمارے ساتھ سامان وغیرہ بھی تھا:

فعرفت ان سلامتنا ببركة دعاء الشيخ ابی عمر لنا او نحو ذلك

تو میں نے محسوس کیا کہ ہماری سلامتی شیخ ابوعمر کی دعا کی برکت سے ہے۔

حافظ ضیاء نے بھی

ذكر بركة الطعام عند حضوره

ان کی موجودگی پر طعام میں برکت کا ذکر کیا

میں نے فقیہ امام ، زاہد ابو عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد کو زمین جزیرہ پر اُم یحییٰ بنت اسماعیل بن احمد کی خادمہ سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم جب ان شہروں سے آئے اور دیر میں ٹھہرے ۔ ہم نے ایک رات پیالہ میں تازہ روٹی تیار کی تو میں نے ابو یحییٰ سے کہا: کاش تم میرے چچا زاد بھائی سے شیخ ابوعمر کہو کہ وہ ہمارے ہاں آئیں ۔کہتی ہیں کہ وہ ہمارے ہاں آئے انہوں نے پیالہ کو دیکھا انہوں نے اس میں اُنگلی داخل کی پھرا سے ڈھانپ دیا اور کہا: اہل دیر کو بلاؤ ہم نے ان کو بلایا:

فلقد اکل منه اهل الدیر وفضل ما فرقنا منه — اہل دیر نے اس میں سے کھایا اور بچ گیا جو ہم نے اس سے تقسیم کیا۔

یہ اس بات کا معنیٰ ہے جو میں نے اس سے سنا۔

میں نے امام ابو محمد عبد اللہ بن شیخ ابو عمر سے سنا کہ مجھے میرے والد کے دوست ابن صوری نے بتایا کہ ہم ایک دن والد گرامی کے پاس آئے، ہم بھوکے تھے اور تین آدمی تھے تو آپ نے ایک چھوٹا سا برتن نکالا جس میں دودھ تھا اور ایک ایسا برتن جس میں شہد اور کچھ ٹکڑے تھے تو کہتے ہیں:

فاکلنا وشبعنا ثم نظرت الیه کانه لم یتغیر ولم ینقص — ہم نے کھایا اور سیر ہو گئے پھر میں نے اسے دیکھا تو اس میں نہ کوئی تبدیلی تھی اور نہ کمی آئی۔

حافظ ضیاء الدین بھی لوگوں کا ان کی زیارت کرنا اس طرح بیان کرتے ہیں:

ذکر زیارة الناس له کان العلماء والزهاد والفقراء والسلاطین والامراء والقضاة یأتون الی زیارته ویتبر کون به — علماء، زہاد فقراء، بادشاہ، امراء اور قاضی ان کی زیارت کے لیے آتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔

میں نے دیکھا کچھ لوگ سنجار سے آئے اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے ان کی زیارت کے لیے آئے ہیں اور میں نے شیخ ابو عباس احمد بن سلامہ بن احمد نجار سے سنا کہ فقیہ ابو محمد عبد الرزاق بن ابی فہم نے بیان کیا کہ ایک مغربی شخص نے بیان کیا:

جاء من الغرب الی زیارۃ الشیخ   وہ مغرب سے شیخ ابوعمر کی زیارت کے
ابی عمر وذکر انه لم یاتی الا   لیے آیا اور بیان کیا کہ وہ صرف اسی
لذلك حسب   خاطر آیا ہے۔

(ملاحظہ کیجیے: مناقب الشیخ ابی عمر المقدسی، للحافظ ضیاء الدین المقدسی حنبلی (۱۵۔۵۵،۷۰،۸۰،۸۴) اور مزید شیخ ابوعمر کے احوال اسی کتاب کے (۱۹۹۔۲۰۴) پر ملاحظہ کیجیے)

علامہ ابن مفلح حنبلی "المقصد الا رشد فی ذکر اصحاب الامام احمد" (۱۔۱۱۲) میں لکھتے ہیں کہ شیخ احمد بن سالم بن ابی عبد اللہ بن سالم بن ابی فتح بن حسن بن قدامہ، جن کے بارے میں حافظ ضیاء الدین لکھتے ہیں کہ وہ کثیر احادیث اور فقہ کے حافظ تھے، ثقہ دیندار، صاحب خیر، کثیر النفع اور کم شریر تھے جو بھی ان کی صحبت میں آتا ان سے نفع پاتا، کہا جاتا ہے:

ان من اخذته الحمی فانه اذا علق   جسے بخار ہوجاتا وہ ان کی قبر کی مٹی سے
علیه من تراب قبرہ یبرا باذن اللہ   تعویز بناتا تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے
تعالیٰ   اسے شفا ملتی۔

یہ ۶۰ھ میں مقام زرع پر فوت ہوئے۔

شیخ ابن مفلح نے ہی (۲۔۳۲۷) میں لکھا کہ شیخ کرم بن بختیار بن علی بغدادی رصافی کے بارے میں شیخ ناصح ابن حنبلی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک جز شیخ طلحہ علثی کی قرأت سے سنا تو میں نے ان کی زیارت کی، وہ پہلو کے

بل لیٹے ہوئے تھے۔ فقیہ ابن فضلان شافعی ان کے پاس زیارت کے لیے آئے

فاخذ بید الشیخ کرم یقبلھا تبرکاً	انہوں نے شیخ کرم کا ہاتھ پکڑا اور اسے تبرکاً چوما۔

یہ زاہد رصافہ میں خلوت گزیں تھے۔

شیخ قطیعی کہتے ہیں: یہ زاہد آنسو بہانے اور کثرت سے عبادت والے تھے۔ بعض اوقات ان سے حاضر کے دل پر کلمات وارد ہوتے اور وہ ایسے شیخ ہیں جو صلاح کے ساتھ متصف ہیں۔ ۵۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ امام احمد کے مقبرہ میں حضرت بشر حافی کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

شیخ ابن مفلح ہی (۱۔۴۲۷، ۴۲۸) میں لکھتے ہیں: شیخ سعد بن عثمان بن مرزوق فقیہ کو خاص وعام میں قبولیت تامہ حاصل تھی اور وہ عابد وزاہد تھے:

رای رجل فی بغداد النبی ﷺ وھو یقول: لو لا الشیخ سعد نزل بکم بلاء	ایک آدمی نے بغداد میں نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو آپ نے فرمایا: اگر شیخ سعد نہ ہوتے تو تم پر مصیبتیں نازل کی جاتیں۔

پھر شیخ سعد جمعہ کے لیے گئے اور ان کو اس خواب کی خبر نہ تھی۔

فانعکف الناس علیه یتبر کون به وازدحموا فرموه مرات	تو لوگ ان پر جمع ہو کہ تبرک حاصل کر رہے تھے اور بڑا ازدہام تھا تو انہیں بار بار وہ پیچھے کرتے۔

شیخ قادسی کہتے ہیں: وہ زہاد، ابدال اور اوتاد میں سے تھے جن کے لیے سفر کیے جاتے اور کثرت کے ساتھ رونے اور خشوع کرنے والے ہیں۔ ۵۹۲ھ میں نماز کی حالت میں سجدہ میں فوت ہوئے۔

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب "مثیر العزم الساکن الی اشرف الاماکن" (۲-۳۱۱) میں یہ باب قائم کیا "باب ذکر بقاع بالمدینة یستحب زیارتها والتبرك بها والصلاة عندها" اس کی مسجد نبوی ﷺ اور ریاض الجنہ مسجد قباء۔ مسجد فتح اور خصوصاً اسطوانہ وسطیٰ کی جگہ اور اس کے اردگرد دیگر مساجد کا ذکر کیا۔ ان میں مسجد نبی ظفر ہے۔ابن جوزی کہتے ہیں: اس مسجد میں ایک پتھر ہے جس پر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے:

فقل امراة یصعب حملها تجلس علی ذلك الحجر الا حملت	کم ہی کوئی عورت ہے جس پر حمل مشکل ہو وہ اس پتھر پر بیٹھے تو وہ حاملہ ہوجائے گی۔

ایک نسخہ میں "وضعت" کا لفظ ہے۔ پھر ابن جوزی نے کئی مقامات کا ذکر کیا۔ان میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گھر اور دارالشفاء۔ پھر کہا اور دیگر مقامات جن کا ذکر طویل ہے۔ان لوگوں کے لیے ان کی تلاش مستحب ہے جو شہر مدینہ میں جانتے ہیں۔

پھر لکھا، جبل اُحد کی زیارت کی جائے اور اس کے قریب شہداء کی، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سے ابتدا کی جائے اور حضرت ابو مصعب نے، عطاف بن خالد

سے روایت کیا کہ مجھے میری خالہ نے بتایا جو بڑی عابدہ تھیں، میں ایک دن سوار ہو کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس گئی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نماز ادا کی جتنی اس نے چاہی ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم نہ کوئی وادی میں بلانے والا تھا نہ جواب دینے والا، میرے غلام نے میرے چارپائے کی لگام پکڑی ہوئی تھی جب میں نماز سے فارغ ہو کر اُٹھی، میں نے کہا: ''السلام علیکم '' اور میں نے ہاتھ کا اشارہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف کیا:

فسمعت رد السلام من تحت الارض اعرفه كما اعرف ان الله سبحانه خلقني فاقشعرت كل شعرة مني فدعوت الغلام وركبت دابتي۔

میں نے زمین کے نیچے سے سلام کا جواب سنا اور میں انہیں اس طرح پہچان گئی جیسے میں نے یہ پہچانا کہ اللہ ہی نے مجھے پیدا کیا ہے اور میرا حال وبدن کانپ اُٹھا میں نے غلام کو بلایا اور چارپائے پر سوار ہوگئی ۔

دوسری فصل:

حیات امام ذہبی کے کچھ پہلو

حافظ ذہبی کا دور

دمشق میں ساتویں ہجری کے آخری اور آٹھویں کے ابتدا میں حیات فکریہ کے جو مراکز ہیں ان میں بہت سارے مدارس، دارالحدیث اور دار القرآن ہیں جنہیں بڑے اہتمام کے ساتھ حکام دمشق صاحب ثروت ودولت نے بنایا۔ خصوصاً شیخ نورالدین زنگی کہ انہیں مدارس دینیہ کا بڑا شوق تھا، تفسیر، حدیث، فقہ ،اور عقائد اس دور میں بڑے عروج پر تھے۔

(الذہبی ومنھجہ فی تاریخ الاسلام۔د۔عواد۔ص:۷۵)

اس دور میں حکام مثلاً صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے مدارس مذاہب فقیہ بنائے مثلاً مذہب امام شافعی اور حدیث شریف کے مدارس، انہوں نے امام اشعری کے عقیدہ کو پھیلایا۔ اسی طرح حنابلہ کے دار الحدیث اور دار الفقہ تھے، اسی دور میں تصوف زمین کے تمام گوشوں میں پھیلا۔ اکابر، حفاظ، فقہاء ائمہ ومحدثین نے اسے قبول کیا جن کی جلالت، عدالت، علم، ثقاہت، امانت پر اُمت متفق ہے۔ اسی مرکز میں امام حافظ شمس الدین ذہبی پیدا ہوئے اور وہ اس علمی روایت کے دشمن نہیں تھے جس میں پیدا ہوئے خواہ وہ فقہی ہو یا حدیثی یا سلوک وتصوف ہو حالانکہ ان کا مؤقف معتدل ہے جو خرافات اور بناوٹوں کو قبول نہیں کرتے اور انہوں نے اہل تصوف ائمہ پر کوئی انکار ورد نہیں کیا جسے تم

عنقریب اس کتاب کے مطالعہ سے پاؤ گے۔اور جسے کوئی بھی نظر وفکر اور ان کی کُتب کا مطالعہ رکھنے والا جانتا ہے ان میں سے اہم ''سیر اعلام النبلاء'' ہے جو بزرگ صوفیاء منتخب لوگوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

اسم ولقب

ان کا نام حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی دمشقی ہے۔

ولادت وپرورش

یہ ۶۷۳ھ کفر بطنا کے دیہات میں پیدا ہوئے جو دمشق شرقیہ میں غوطہ کے علاقہ میں ہے۔ امام ذہبی علمی متدین خاندان میں پیدا اور جوان ہوئے، علماء مربین اور مرشدین کے درمیان ان کا بچپن گزرا۔ سب سے پہلے انہوں نے تربیت پاتے ہوئے قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر طلب علم کی طرف متوجہ ہوئے، علم قرأت اور علم حدیث سیکھا، اٹھارہ سال کی عمر میں وہ علم حدیث کی طرف کامل طور پر مائل ہوگئے اور اس کے ساتھ انہیں خوب رغبت ہوگئی حتی کہ اس نے ان کی فکر اور حیات کا احاطہ کرلیا۔ انہوں نے بے شمار علماء کُتب کا سماع کیا، کثیر شیوخ اور شیخات سے ملے۔ حدیث پڑھنے کے لیے آفاق شہروں کی طرف سفر کیا۔محدثین سے ملے اور ہمیشہ طلب حدیث اور اس کے پڑھنے پڑھانے میں طویل زندگی بسر کی۔

اساتذہ ومعاصرین

امام ذہبی علم میں تین بڑے ان ائمہ سے ہیں۔ شیخ ابوحجاج مزی، شیخ علم الدین برزابی اور شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ۔

امام ذہبی عمر میں ان سب سے چھوٹے ہیں۔ یہاں کے شیوخ ان کے معاصرین ہیں اور انہوں نے ایک دوسرے سے پڑھا ہے اور ابن تیمیہ کے علاوہ یہ ائمہ شوافع جبکہ ابن تیمیہ حنابلہ کے علماء میں سے ہیں۔ مذہب عقیدہ میں مزی اشعری ہیں۔ انہوں نے حود لکھا ہے کہ وہ اشعری ہیں جیسے ان کے شاگرد تاج الدین سبکی نے "طبقات" (۱۰-۲۰۰) پر لکھا۔ باقی لوگ کثیر اسلاف کے اس مذہب پر تھے جو نصوص کو من وعن، بلا کیفیت وتشبیہ، تمثیل اور مفوضہ تھے۔

(دیکھیے تصحیح مفاہیم عقدیہ از شیخ عیسی مانع حمیری)

اور وہ ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے، ایک دوسرے کی آراء کا احترام کرتے اور ایک دوسرے کی ثنا کرتے اور اس سے منع نہیں کرتے تھے کہ وہ علمی انداز میں کوئی تنقید کریں۔

امام ذہبی نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ اپنے شیخ اور رفیق ابن تیمیہ کے کچھ مسائل میں مخالف ہیں جن کا تعلق اُصول وفروع عقیدہ اور فروع فقہ سے ہے۔ (دیکھیے: ذیل تاریخ الاسلام للذہبی۔ص:۳۲۹)

ان کا فقہی اور اعتقادی مذہب

امام ذہبی فروع میں امام شافعی کے مذہب پر ہیں اور کثیر اسلاف کے مذہب پر اعتقاد اُصول اور عقائد میں وہ نصوص متشابہ میں تاویل جائز نہیں مانتے اور نہ ان پر انکار کرتے ہیں جو جائز ومعتبر تاویل کرتے ، اسے واضح طور پر لوگ ان کی کتابوں میں ملاحظہ کر سکتے ہیں خاص طور پر ان کی عظیم کتاب ''سیر اعلام النبلاء '' جو انہوں نے زندگی کے آخر میں لکھی جو آدمی ان کا مذہب اُصول فروع سلوک وتصوف میں جاننا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ''سیر اعلام النبلاء '' کا مطالعہ کرے۔

امام ذہبی ''السیر '' (۱۴۔۴۰) پر عقیدہ کے مسائل پر کلام کے بعد لکھتے ہیں ، اگر مسائل کے امام نے اجتہاد میں آحاد مسائل میں خطا کی تو اس کی بخشش ہو جائے گی اگر ہم اس پر کھڑے ہو جائیں اور اس کو بدعت قرار دیں ، اس سے بائیکاٹ کر دیں تو کوئی محفوظ نہیں رہے گا نہ ابن نصر اور نہ ابن مندہ اور نہ وہ جو ان سے بڑے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مخلوق کی حق کی طرف رہنمائی کرے وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

فتعوذ باللہ من الھوی والفظاظۃ   اللہ تعالیٰ کی ہم پناہ مانگتے ہیں خواہش اور رُسوائی سے۔

آج کے دن اہل خواہش ورُسوائی نے جو علماء، اُمت اشاعرہ اور ماتردیہ کا رد کرتے ہیں اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔

امام ذہبی نے "السیر" (۱۴-۳۷۵،۳۷۶) میں لکھا کہ شیخ ابن خزیمہ جن کی نفوس میں بڑی عظمت اور دلوں میں بڑی جلالت ہے اور یہ ان کے علم، دین اور اتباع سنت کی وجہ سے ہے، توحید پر ان کی کتاب بڑی جلد میں ہے انہوں نے اس میں حدیث صورۃ کی تاویل کی تو انہیں معذور سمجھا جائے جو بعض صفات میں تاویل کرتے ہیں لیکن سلف تاویل میں نہیں داخل ہوتے تھے بلکہ وہ ایمان لاتے ، رُک جاتے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سپرد کرتے ، اگر ہر جو اپنے ایمان کی صحت کے ساتھ اور حق کی اتباع کی مدد میں اجتہاد میں خطا کرتا ہے اگر ہم ان کو ضائع کر دیں اور انہیں بدعتی قرار دیں تو ہمارے ساتھ بہت ہی کم ائمہ رہ جائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ ان تمام پر اپنے احسان وکرم سے رحم فرمائے ۔

مناصب اور علمی خدمات

۷۰۳ھ میں شیخ ذہبی مسجد کفر بطنا کے خطیب مقرر ہوئے اور یہ ۷۲۹ھ تک چھبیس سال وہاں خطیب رہے اور ۷۱۸ھ میں دارالحدیث تربہ اُم صالحہ میں مقرر کیے گئے اور ۷۲۹ھ میں دارالحدیث ظاہریہ کے والی بنے ۔ ۷۳۹ھ میں مدرسہ نفیسیہ میں حدیث پڑھانے لگے اس سن میں تنکزیہ کے دارالحدیث والقرآن کی مشیخہ سے ملے اور وہ بھی دارالحدیث فاضلیہ کے شیخ تھے ۔

امام ذہبی ان مناصب پر ایک ہی وقت میں رہے جب وہ فوت ہوئے تو اس وقت پانچ مقامات پر "مشیخة الحدیث" کے والی تھے ۔

۱۔دارالحدیث تربہ اُم صالحہ۔ ۲۔دارالحدیث مدرسہ نفیسیہ۔

۳۔دارالحدیث تنکزیہ۔ ۴۔دارالحدیث فاضلیہ۔ ۵۔دارالحدیث عرویہ۔

تصانیف

ان کی بڑی قیمتی تصانیف ہیں ان سے پہلے معاصرین اور بعد میں آنے والے ان کی مثل سے عاجز ہیں، ان کی تصانیف دوسو سے زائد ہیں، ان میں ان کی وسیع نفیس کتاب "تاریخ الاسلام" ہے جو انہوں نے کفر بطنا میں لکھی اور اس کی تالیف سے وہ ۷۱۴ھ میں فارغ ہوئے یہ ترپن (۵۳) جلدوں میں چھپی۔

۲۔معجم الشیوخ، یہ بڑی قیمتی انتہائی مفید کتاب ہے۔ دوجلدوں میں مطبوعہ ہے۔

۳۔طرق حدیث "من كنت مولاه فعلي مولاه" امام ذہبی نے اس میں ثابت کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ کتاب انتہائی مفید لیکن گم ہے۔

۴۔محبة الصالحین، یہ بھی گم ہے۔

۵۔النصیحة الذهبية لابن تيميه، مطبوعہ۔اس کی نسبت ان کی طرف صحیح ہے بخلاف ان لوگوں کے جو غلط گمان کرتے ہیں کہ یہ گڑھی گئی ہے، اس کا ایک نسخہ مخطوطہ کی شکل میں علامہ متقن ابن قاضی شہبہ کا لکھا ہوا ہے۔

(دار الكتب المصرية: ۱۸۸۳۳۔ نسخة في دار الكتب ظاهرية ۔۱۳۴۷)

۶۔ کتاب الکبائر، یہ کتاب عرصہ سے کئی دفعہ چھپ رہی ہے اور تمام اس کے

نسخے محرف ہیں اور جو چیز اس میں اس میں ملائی گئی ہے وہ امام ذہبی پر طعن ہے
حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اہل علم محققین کی جماعت تیار کی جو صحیح ایسے معتمد نسخوں
پر مطلع ہوئے جو حدیث موضوعہ اور بناوٹی قصوں سے خالی ہے تو انہوں نے ''دار
المتحدۃ'' سے وہ نسخہ طبع کروایا اور دار ابن کثیر کا نسخہ پہلے سے کم پختہ ہے ایک
اور ادارہ نے بھی اسے شائع کیا مجھے اس وقت اس کا نام ذہن میں نہیں آ رہا۔
اس پر تحقیق علی حلبی کی ہے اچھی طباعت اور ان طباعات کا اعتماد عمدہ نسخوں پر ہے
جو قدیم طبعات سے خالی ہیں جس کے لیے کوئی لگام اور مہار نہیں۔

۷۔سیر اعلام النبلاء، پہلی اور دوسری جز سیرت نبویہ پر مخطوطہ ہے اور آخر میں
اس تالیف پر ذیل ہے اور کتاب ذہبی کی عظیم اور اعظم فائدہ کے طور پر ہے اور
برکت اور اعتبار سے اکثر ہے اس کی ابتدا انہوں نے تقریباً ۷۳۲ھ میں اور
۷۳۹ھ میں ختم کی یہ تیئیس (۲۳) جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع، منہاج اور انصاف کے اعتبار سے ممتاز ہے تم
ذہبی کو دیکھو گے کہ وہ موافقین ومخالفین کی آرا نقل کر کے ان کا دفاع کرنے میں
یا خاموش یا اس کی تائید کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بزرگ صوفیاء کا ذکر کرتے
ہیں ان کی ثنا، ان کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں اور دفاع کرتے ہیں۔ یہ تمام
ان تمام کے حق میں ہے جو اہل تصوف میں سے معتدل ہے۔

تصوف اور اہل تصوف کے بارے میں ان کا موقف

امام ذہبی تصوف اور اہل تصوف سے محبت کرنے والے ہیں، ان کی کتاب "سیر اعلام النبلاء" اس پر سب سے بہتر گواہ ہے۔

آپ (۲۰۔۴۳۹) پر لکھتے ہیں: شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ امام، عالم، زاہد، عارف، قدوہ شیخ الاسلام علم اولیاء ہیں۔ پھر ان کے حالات لکھے۔

اور شیخ نباجی (۵۸۶) کے بارے میں لکھا قدوہ عابد ربانی ابو عبد اللہ سعید بن برید صوفی ان کا مبارک کلام اور مواعظ ہے۔ امام ابو نعیم نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے خالو سے نقل کیا کہ شیخ نباجی:

كان مجاب الدعوة وله آيات وكرامات — کی دعائیں قبول کی جاتیں اور ان کی نشانیاں اور کرامات ہیں۔

اور شیخ نباجی دوسری ہجری کے آخر تک زندہ رہے۔

شیخ ابو تراب نخشی (۱۱۔۵۴۵) کے حالات میں لکھا۔ امام قدوہ شیخ طائفہ ابو تراب عسکر بن حسین نخشی نے علم سیکھا، فقہ سیکھی۔ پھر عبادت اور خلوت کی طرف راغب ہوئے، سیاحت کی اور مجرد (غیر شادی شدہ) ہی رہے۔ ان کا وصال ۲۴۵ھ میں ہوا۔

شیخ ذہبی نے (۱۴۔۶۲، ۶۳) پر لکھا۔ شیخ ابو عثمان حیری، یہ شیخ امام محدث، واعظ، قدوہ، شیخ الاسلام استاذ ابو عثمان سعید بن اسماعیل بن سعید بن منصور نیشاپوری حیری صوفی یہ ۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔

امام حاکم لکھتے ہیں: ہمارے مشائخ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ شیخ ابو عثمان مقبول الدعاء تھے۔ اور وہ عابدین اور زہاد کے جامع تھے ہمیشہ ان کی دعا قبول کی جاتی اور وہ علماء کی تکریم و تعظیم کرتے انہوں نے ابو جعفر بن حمدان سے "صحیح المخرج علی مسلم" پڑھی جب وہ کسی سنت تک پہنچتے جس پر انہوں نے عمل نہ کیا ہوتا تو وہ ٹھہر جاتے اس وقت تک کہ اس پر عمل کریں۔

امام ذہبی کہتے ہیں: یہ خراسانیوں میں عراقیوں جنید کی مثل میں ہیں۔

امام ذہبی (۱۴-۱۵۲) پر لکھتے ہیں: صوفی، شیخ، محدث، ثقہ معمر ابو عبد اللہ احمد بن حسن بن عبد الجبار بن راشد بغدادی صوفی کبیر ہیں جو ۲۱۰ھ کی حدود میں پیدا ہوئے اور وہ صاحب حدیث واتقان ہیں۔

امام ذہبی (۱۴-۱۵۳) پر لکھتے ہیں: صوفی صغیر شیخ عالم محدث ابو الحسن احمد بن حسین بن اسحاق بغدادی صوفی صغیر ہیں ان کے لیے سفر و معرفت ہے وہ ۳۰۲ھ کے آخر میں فوت ہوئے۔

امام ذہبی (۱۷-۳۰۱) پر لکھتے ہیں۔ شیخ مالینی امام، محدث، صادق، زاہد جوال ابو سعد احمد بن محمد انصاری ہروی مالینی صوفی المقلب طاؤس الفقراء کے لقب سے مشہور ہیں۔ طلب علم، اور مشائخ کی ملاقات کے لیے نیشاپور، اصبہان، بغداد، شام، مصر اور حرمین کے سفر کیے اور علم حاصل کیا انہیں معرفت و فہم حاصل ہے علم جمع کیا اور لکھا اور وہ صاحب صدق وورع واتقان ہیں اور مسانید کبار کو حاصل کرنے والے ہیں۔

امام ذہبی نے (۱۷۔۴۵۴) پر لکھا: امام حافظ، ثقہ، علامہ شیخ الاسلام ابو نعیم مہرانی اصبہانی صوفی ہیں۔ ان کے حالات بڑے طویل ہیں۔ حافظ ثقہ ابو نعیم اشعری تھے۔ ان کے اور حنابلہ کے درمیان تنافر واختلاف تھا۔

شیخ ذہبی نے (۱۷۔۴۵۹،۴۶۰) پر لکھا کہ اشاعرہ اور حنابلہ کے درمیان خوب تعصب تھا جو فتنہ، قیل وقال اور طویل جھگڑے پر پہنچا۔ اصحاب حدیث نے قلم کے تیر اس طرف پھینکے، قریب تھا کوئی قتل ہو جاتا۔ امام ذہبی کہتے ہیں: یہ اصحاب حدیث نہ تھے بلکہ فاجر جاہل تھے اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے۔

میں کہتی ہوں: ہم نے اس زمانے میں کئی دعویداروں کو سنا ہے کہ وہ اصحاب حدیث ہیں لیکن ان کے اخلاق بازاری لوگوں کی طرح ہیں وہ لڑائی جھگڑا کرتے ہیں اور دوسروں کو خاموش کرنے کے لیے قوت وضرب سے کام لیتے ہیں کلام اس کے حق میں جو رائے اور مذہب میں اختلاف کرتے ہیں اور ایسا فحش، گندہ انہی پر صادق آتا ہے۔ ان کا لباس پہننے والے ہیں جو ذہبی نے کہا یہ اصحاب حدیث نہیں بلکہ فاجر جہال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے۔

امام ذہبی (۱۷۔۵۶۳) پر لکھا: شیخ محمد بن عیسیٰ بن عبد العزیز صباح، امام محدث رئیس اور یکتا ہیں۔ شیخ ہمذان ابو منصور صوفی بڑے عابد وصالح ہیں۔ امام شیرویہ نے اپنی تاریخ میں لکھا وہ صدوق ثقہ متواضع شفیق دن رات نوافل پڑھنے والے بیس سے زائد حج کیے، فقراء پر جاگیریں اور دوکانیں وقف کیں اس قدر اموال خرچ کیے جن کا شمار نہیں۔

امام ذہبی (۱۸۔۲۲۸تا۲۳۰) پر لکھتے ہیں : امام، زاہد، قدوہ استاذ ابو القاسم عبدالکریم بن ھوازن قشیری شافعی صوفی مفسر صاحب، رسالہ قشیریہ ہیں جن کی سلوک وتذکیر میں مثال نہیں ملتی ۔ ان کی عبارت لطیف اچھے اخلاق والے معانی میں غوطہ زن تھے ۔

امام ابوبکر الخطیب لکھتے ہیں : ہم نے ان سے حدیث لکھی اور وہ ثقہ ہیں ان کا وعظ خوبصورت اور عمدہ اشارہ کے مالک ہیں وہ اُصول مذہب میں اشعری اور فروع مذہب میں شافعی ہیں ۔

میں کہتی ہوں اس کے باجود ذہبی نے ان کی خدمات کو خوب سراہا ہے

امام ذہبی (۱۸۔۲۴۸،۲۴۹) میں لکھتے ہیں : شیخ کتانی امام، حافظ، مفید صدوق، محدث ،دمشق ابومحمد عبدالعزیز بن احمد تمیمی دمشقی کتانی صوفی ہیں ان کے بارے میں شیخ ابن ماکولا نے لکھا ،وہ کثیر الحدیث ثقہ ہیں ۔ امام اکفانی نے لکھا وہ کثیر التلاوت ، صدوق اور سلیم المذہب تھے ۔ امام ذہبی نے کہا کہ وہ ہمیشہ تلاوت کرنے والے اور طلب حدیث میں کوشش کرتے رہے ۔

امام ذہبی نے (۱۸۔۳۵۷) پر الجوری کے بارے میں لکھا: عالم، حافظ مفید ثقہ ابومنصور عمر بن احمد بن محمد بن موسیٰ جوری حنفی صوفی عابد ہیں ۔

امام ذہبی نے (۱۸۔۳۵۸،۳۸۶) پر لکھا: الزنجانی امام علامہ حافظ قدوہ عابد شیخ حرم ابوقاسم سعد بن علی بن محمد الزنجانی صوفی ہیں ۔ ابوسعد نے لکھا کہ سعد حافظ، متقن ،ثقہ صاحب تقویٰ اور کثیر عبادت کرنے والے صاحب کرامات وعجائبات ہیں ۔

حجر اسود سے زیادہ چومنا

جب حرم کی طرف آتے تو مطاف خالی کر دیا جاتا:

ویقبلون یدہ اکثر مما یقبلون الحجر الاسود | اور ان کے ہاتھ اس سے زیادہ چومے جاتے کہ لوگ حجر اسود کو چومیں۔

امام ذہبی نے (۱۸۔۴۱۹۔۴۲۰) پر لکھا ابو صالح مؤذن امام حافظ زاہد مسند محدث خراسان ابو صالح احمد بن عبد الملک بن علی نیشاپوری صوفی مؤذن امین، متقن محدث صوفی تھے وہ اپنے طریقہ اور جمع وافادہ میں یکتا ہیں۔ میں نے ان کی مثل حفظ قرآن اور جمع حدیث میں کسی کو نہیں دیکھا، کثیر احادیث انہوں نے پڑھیں، ابواب کو جمع کیا اور شیوخ سے ملے اور کئی سال رضاء الٰہی کے لیے آذان دی اور حدیث کے علم ومعرفت پر مجھے انہوں نے اُبھارا۔

امام ذہبی نے (۱۹۔۳۶۱،۳۶۳) پر لکھا محمد بن طاہر، امام حافظ جوال سفر کرنے والے صاحب تصانیف.ابن قیسرانی مقدسی اثری ظاہری صوفی ہیں۔ انہوں نے اس قدر کثیر لکھا ان کی تحریر بڑی کثیر اور قوی تھی، کتابیں لکھیں اور علم جمع کیا اور اس شان میں انہوں نے کامل اہتمام کیا اور وہ اتقان وتحریر میں اکثر تھے۔ شیخ ابو زکریا یحیٰ بن مندہ کہتے ہیں: ابن طاہر حفاظ میں سے ایک، حسن اعتقاد رکھتے جمیل طریقہ صدوق صحیح وسقیم کے عالم تھے اور تصانیف میں کثرت اور احادیث کو لازم پکڑنے والے تھے۔

شیخ ذہبی نے (۲۰۔۶۶،۶۹) پر لکھا: شیخ یوسف بن ایوب بن یوسف بن حسین بن وہرہ، امام عالم،فقیہ،قدوہ، عارف، صاحب تقویٰ شیخ الاسلام ابو یعقوب ہمذانی صوفی مرد کے شیخ ہیں۔ کثیر لکھا احادیث کا اہتمام کیا۔ اکثر سفر کیے لیکن ان کے اجزا کتب کے درمیان متفرق ہیں ان کو نقل کرنے کے لیے فارغ اس لیے نہ ہوتے کہ عبادت میں مشغول رہتے اور وہ اولیاء میں سے ہیں

شیخ ابوسعد سمعانی کہتے ہیں: وہ امام ورع متقی عبادت گزار اپنے علم میں کامل اوراس کا حق ادا کرنے والے ہیں، صاحب احوال مقامات تھے ان پر صادق مریدین کی تربیت ختم ہوجاتی ہے، ان کی سرا میں اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہونے والوں کی جماعت جمع ہوتی جس کی مثل دیگر سراؤں میں مقصود نہیں ان کی عمر پسندیدہ طریقہ اور صحیح اور استقامت پر تھی. وہ اپنے دیہات سے بغداد کی طرف گئے اور شیخ ابواسحاق کے پاس جاکر فقہ پڑھی اور طویل مدت ان کے پاس رہے کہ وہ اپنے معاصرین سے خصوصیت لے گئے پس علم نظر میں باوجود چھوٹی عمر کے امام اسحاق انہیں مقدم رکھتے کیونکہ ان کی حسن سیرت اورزہد کو جانتے تھے پھر انہوں نے تمام مناظرے وغیرہ کو چھوڑ دیا، عبادت میں دعوت مخلوق اور ساتھیوں کی رہنمائی میں مشغول ہوگئے انہوں نے ہمیں بیس سے زائد اجزا پڑھائے اور بغداد میں وہ ۵۰۶ھ میں آئے۔ انہیں قبول تام حاصل ہوا، وعظ کیا اور لوگ ان پر اکٹھے ہو گئے۔ پھر لوٹے اور مرو میں رہے پھر ہراہ چلے گئے وہاں کچھ مدت ٹھہرے پھر مرد کی طرف لوٹے۔ پھر دوبارہ ہراۃ چلے گئے اور

راستے میں بغشور کے قریب فوت ہوئے۔

شیخ ذہبی نے (۲۰۔۴۷۵،۴۷۶) پر لکھا: شیخ ابو نجیب امام عالم مفتی ثقہ زاہد عابد قدوہ شیخ المشائخ عبد القاہر بن عبد اللہ بن محمد سہروردی شافعی صوفی واعظ بغداد کے شیخ ہیں۔ عمر بن علی قرشی کہتے ہیں: یہ شوافع کے ائمہ میں سے اور بڑے صوفیاء میں سے ایک ہیں۔

شیخ ذہبی نے (۲۱۔۲۳۹،۲۴۰) پر لکھتے ہیں: شیخ شیرازی امام محدث حافظ سفر کرنے والے ابو یعقوب یوسف بن احمد بن ابراہیم شیرازی پھر بغدادی صوفی ان کی کتاب "اربعین البلدیۃ" ہے، وسیع سفر کرنے والے، عمدہ معرفت صدق اتقان والے انہیں ابن دبیثی نے ثقہ قرار دیا۔ یہ گفتگو میں صاحب ظرافت اور بڑے اعلیٰ اخلاق والے تھے۔

اور شیخ ذہبی (۲۱۔۵۰۲،۵۰۴) پر لکھتے ہیں: شیخ ابن سکینہ امام عالم فقیہ محدث، ثقہ، معمر، قدوہ کبیر شیخ الاسلام فخر عراق ضیاء الدین ابو احمد عبد الوہاب بن شیخ امین ابو منصور علی بن علی بغدادی صوفی شافعی ہیں۔ حدیث پڑھنے پڑھانے میں خوب اہتمام کیا۔ علم قرأت میں فوقیت لے گئے، امام ابن نجار لکھتے ہیں: ہمارے شیخ بن سکینہ عراق کے حدیث و زہد میں شیخ تھے، عادت و طریقہ میں حسین سنت و سلف کے موافق تھے۔ کافی عمر پائی حتی کہ انہوں نے تمام مرویات کو بیان کیا۔ متعدد علاقوں سے طلاب ان کے پاس آئے ان کے اوقات محفوظ ہیں ان میں کوئی گھڑی تلاوت، ذکر، تہجد یا تسبیح پڑھنے کے بغیر نہ گزرتی۔ جب ان پر

پڑھا جاتا تو ان کے لیے کھڑا ہونا یا دوسروں کے لیے کھڑا ہونا منع کیا جاتا تو کثرت کے ساتھ حج کرنے والے مہاجر بنے اور طہارت میں رہتے، اپنے گھر سے صرف نماز جمعہ، عید یا جنازہ کے لیے نکلتے، ابناء دنیا کے گھروں کا خوشی میں اور نہ غمی میں چکر لگاتے غالباً اکثر روزہ رکھتے۔ تمام اُمور میں سنت کی پیروی کرتے صالحین سے پیار کرتے، علماء کی تعظیم کرتے اور لوگوں سے تواضع سے پیش آتے اکثر طور پر یہ دعا کرتے رہتے:

اسال اللہ ان یبیتنا مسلمین — اللہ سے میں یہی مانگتا ہوں کہ ہمیں وہ حالت اسلام میں موت عطا کرے۔

ان پر خشوع طاری رہتا، آنسو جاری رہتے اور وہ رونے پر معذور تھے اور کہتے کہ بوڑھا ہو گیا ہوں میں اس کا مالک نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبصورتی کی جمیل چادر حسن خلقت قبول صورت نور طاعت اور جلال عبادت عطا کی ان کی دلوں میں بڑی قدرومنزلت تھی، جو انہیں دیکھتا ان کی زیارت سے عظیم نفع پاتا۔ جب گفتگو کرتے تو رونق ونور چھا جاتا اور ان کی مجلس سے کوئی سیر نہ ہوتا تھا۔ میں شرق وغرب میں گیا ہوں اور میں نے ائمہ اور زہاد دیکھے ہیں میں نے ان سے زیادہ کامل عبادت میں اکثر خصائل میں احسن نہیں دیکھا میں تقریباً بیس سال شب وروز ان کی صحبت میں رہا ہوں، میں نے ان کی خدمت کی، میں نے ان سے جمیع روایات پڑھیں اور میں نے ان سے اکثر روایات سنی وہ ثقہ اور حجت، عالم نبیل اور علماء دین میں سے بڑے عالم تھے۔

حافظ ذہبی نے کثیر صوفیاء بزرگوں کو قطب ، عارف، ابدال ، کبار اولیاء صاحب احوال کشف ، صاحب مقامات واشارات قرار دیا ہے۔ یہ مقامات عالیہ اتنے بلند ہیں جن پر کبار ائمہ علماء وعابدین پہنچے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت پر نہایت ہی گہرائی سے اتباع کرتے رہے۔

شیخ ذہبی (۲۲۔۵،۸) پر لکھا شیخ ابوعمر امام ،عالم ،فقیہ، قاری، محدث برکت شیخ الاسلام ابوعمر محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ بن مقدام بن نصر مقدسی جماعیلی حنبلی زاہد ہیں جنہوں نے مدرسہ وقف کیا پھر ان کے حالات لکھے پھر ان کی طرف لوگ سفر کرتے پھر لکھا کہ ان کے لیے شیخ ضیاء نے کرامات مقبول دعائیں اور ایسی دو حکایات نقل کیں:

انه قطب فی آخر عمره کہ وہ آخری عمر میں قطب بنا دیئے گئے

اور یہ دونوں حکایات مناقب شیخ ابوعمر حافظ ضیاء الدین مقدسی حنبلی کی کتاب میں موجود ہیں، عنقریب اس کتاب میں اسی سے نقل کی جائیں گی۔(۲۰۲۔۲۰۳)

شیخ ذہبی نے (۲۳۔۳۱۲،۳۱۴،۳۱۶) پر لکھا کہ شیخ مرسی امام علامہ بارع ،قدوہ، مفسر قرآن، محدث، نحوی صاحب فنون ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ سلمی اندلسی ، امام ابن نجار لکھتے ہیں ۔ یہ زاہد صاحب ورع عبادت میں کثیر درویش مجرد پاکباز میل جول میں قلیل ، اپنی اوقات کے محافظ اچھے اخلاق والے ، کریم محبت کرنے والے کہ میں نے ان کے فن میں ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

پھر شیخ یاقوت حموی سے کلام طویل ان کے بارے میں نقل کی کہ شیخ

مرسی بن دہقان کہتے ہیں:

قطب الارض الیوم ابن اشقر — آج کے دن ابن اشقر زمین کے قطب ہیں۔

یا کہتے کہ اشقر اگر مجھ سے پہلے فوت ہوگئے تو میں قطب بنا دیا جاؤں گا۔

شیخ ذہبی (۷۔۳۸۷) پر لکھتے ہیں۔ شیخ ابراہیم بن ادہم بن منصور بن یزید بن جابر قدوہ، امام، عارف سید زہاد ابواسحاق جوسوکی حدود میں پیدا ہوئے۔

شیخ ذہبی نے (۱۲۔۱۱۰،۱۱۱) پر لکھا شیخ محاسبی زاہد عارف شیخ صوفی ابو عبداللہ حارث بن اسد بغدادی محاسبی صاحب تصانیف زہدیہ ہیں۔ پھر ذہبی نے لکھا، محاسبی بڑی قدرومنزلت کے عالم ہیں۔

امام ذہبی نے (۲۲۔۳۷۳) پر اور اس کے بعد بھی لکھا۔ سہروردی شیخ امام، عالم، قدوہ، زاہد عارف، محدث شیخ الاسلام صوفیاء میں سے یکتا شہاب الدین ابو حفص اور ابو عبداللہ عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی صوفی۔ انتہی۔ ان کے حالات کا تتمہ بڑا اہم ہے اسے ضرور پڑھیے۔

امام ذہبی نے شیخ جنید کے بارے میں (۱۴۔۶۶،۶۷) پر لکھا کہ استاد، عارف صوفیاء کے شیخ وہ علم میں بڑے پختہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تنہائی کی طرف مائل ہوئے ان کی گفتگو سراپا حکمت تھی۔ شیخ ابن منادی کہتے ہیں انہوں نے کثیر علماء سے پڑھا، صالحین اور اہل معرفت کی زیارت کی اور ذکاوت اور درست جواب کی نعمت سے نوازا گیا ان کے زمانہ میں ایسا کوئی دنیا سے

تارک نہیں دیکھا گیا۔

کتاب وسنت اور صوفیاء

شیخ ابو نعیم کہتے ہیں: ہمیں علی بن ہارون اور ایک اور آدمی دونوں نے بتایا کہ ہم نے شیخ جنید کو کئی دفعہ یہ کہتے ہوئے سنا:

علمنا مضبوط بالکتاب والسنة — ہمارا علم کتاب وسنت سے ہی ثابت ہوا
من لم یحفظ الکتاب ویکتب — اور جو کتاب اللہ کو محفوظ نہیں کرتا حدیث
الحدیث ولم یتفقه لا یقتدی به — نہیں لکھتا وہ دین نہیں پا سکتا اور نہ ہی اس کی اقتدا کی جائے۔

شیخ عبد الواحد بن علوان کہتے ہیں: میں نے شیخ جنید کو یہ کہتے ہوئے سنا:

علمنا یعنی التصوف مشبك بحدیث رسول اللہ ﷺ — ہمارا علم تصوف رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر چلتا ہے۔

شیخ ابو عباس بن سریج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے ایک دن گفتگو کی لوگ اس پر متوجہ ہوئے اور کہنے لگے:

ببرکة مجالستی لابی قاسم الجنید — یہ میرے شیخ ابو قاسم جنید کی مجلس میں بیٹھنے کی برکت ہے۔

شیخ ذہبی (۲۱۔۷۷۔۸۰) پر لکھتے ہیں: شیخ رفاعی امام، قدوہ، عابد، زاہد عارفین کے شیخ ابو عباس احمد بن ابو الحسن علی بن احمد رفاعی مغربی:

كان كثيرا لاستغفار عالی المقدار رقيق القلب عزيز الاخلاص

کثرت استغفار کرتے قدرومنزلت میں بلند ہیں رقیق القلب تھے اور اخلاص میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔

شیخ ذہبی (۶۱_۳،۲۴۳،۷۴۳) پر لکھتے ہیں: ابن خفیف شیخ، امام، عارف فقیہ، قدوہ، صاحب فنون ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی صوفیاء کے شیخ ہیں۔

شیخ سلمی کہتے ہیں:

هو اليوم شيخ المشائخ وتاريخ الزمان لم يبق للقوم اقدم منه ولا اتم حالاً وهو من اعلم المشائخ بعلوم الظاهر متمسك بالكتاب والسنة فقيه شافعی

وہ آج کے دن مشائخ کے شیخ، زمانہ کی تاریخ ہیں اور قوم میں ان سے آگے کوئی نہیں اور نہ حال میں کوئی کامل ہے وہ علوم ظاہر میں تمام مشائخ سے بڑے عالم کتاب وسنت سے متمسک کرنے والے شافعی فقیہ ہیں۔

شیخ ذہبی نے ابن باکویہ سے نقل کیا کہ میں نے شیخ ابن خفیف کو یہ کہتے ہوئے سنا:

كنت فی بدايتی ربما اقرا فی ركعة واحدة عشرة آلاف "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" وربما كنت اقرا فی ركعة القرآن كله

میں اپنے ابتدایہ سلوک میں بسااوقات ایک رکعت میں دس ہزار دفعہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھا کرتا اور بسااوقات میں ایک رکعت میں تمام قرآن پڑھ دیتا

امام ذہبی کہتے ہیں: اس شیخ نے علم وعمل اور علو سند، حدیث اور حدیث کے ساتھ تمسک کو جمع کیا اور طویل عمر طاعت سے فائدہ اُٹھایا۔

منقول ہے کہ یہ ایک سو چالیس سال زندہ رہے اور ۳۷۱ھ کو ماہ رمضان کی تیسری رات اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہوئے۔ اصح یہ ہے کہ انہوں نے پچانوے سال عمر پائی، ان کے جنازے کی چارپائی کے ساتھ کثیر لوگوں کا ہجوم ہوا اور وہ عجیب منظر تھا۔ منقول ہے ان پر تقریباً سو دفعہ جنازہ پڑھا گیا۔

تذکرہ لفظ عارف

اس کی کئی مثالیں ہیں کہ انہوں نے لفظ "عارف" کا ذکر کیا۔ دیکھئے یہ صفحات: (۱۳_۴۳۹، ۱۴_۱۱۱، ۲۴۸، ۲۵۱، ۵۳۳، ۱۵_۲۳۲، ۱۶_۶۵، ۲۲۷، ۵۳۶، ۱۷_۶۰۹، ۱۸_۲۲۸، ۴۹۱، ۱۹_۵۱۳، ۵۹۷، ۲۰_۷۲، ۱۱۱، ۲۵۲، ۱۹۷، ۲۷۲، ۱۲_۱۹۵، ۴۷۸، ۲۲_۱۱، ۷۹، ۲۳_۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ادب واحترام

شیخ ذہبی نے (۱۴_۱۱۱، ۱۱۲) پر لکھا، شیخ ابن سید حمدویہ امام عارف عبادت گزاروں کے شیخ ابوبکر محمد بن احمد سید حمدویہ صوفی دمشقی صاحب احوال وکشف ہیں، ان کا لقب معلم ہے۔ شیخ ابن ناصح کہتے ہیں:

اقام خمسین سنة ما استند ولامد رجله هيبة لله تعالىٰ	وہ پچاس سال کھڑے رہے نہ لیٹے اور نہ ہی پاؤں لمبے کیے اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی وجہ سے۔

منقول ہے وہ اپنی چادر گہرے پانی پر بچھاتے ، نماز پڑھتے اور چادر تر نہ ہوتی عبد الرحمٰن بن ابو نصر نے عمر بن بری سے اسے نقل کیا ۔ واللہ اعلم

منقول ہے کہ ان کے لیے زمین کو لپیٹ دیا جاتا ۔ شیخ ابن عساکر نے ان کے حالات میں تفصیلی گفتگو کی ہے ۔ ان کا وصال ۱۰۳ھ میں ہوا ۔

شیخ ذہبی (۲۰۔۱۱۱) پر لکھتے ہیں : ابن عریف احمد بن موسیٰ امام زاہد عارف قاری قرآن صاحب مقامات واشارات ہیں ۔

شیخ ذہبی (۱۶۔۲۲) پر لکھتے ہیں : ابو الخیر تیناتی دنیا سے منقطع عابد صاحب احوال وکرامات ہیں یہ مغربی حبشی ہیں جو حلب کے قریب تینات میں ٹھہرے ۔ ان کا نام حماد ہے ۔

بوقت تلاوت بینائی کا لوٹنا

امام ذہبی (۹۔۷۸،۷۹) پر لکھتے ہیں : ابو معاویہ اسود کبار اولیاء میں سے ہیں ۔ حضرت سفیان ثوری ، ابراہیم بن ادہم اور دیگر کی صحبت میں رہے ۔

وكان يعد من الابدال — اور انہیں ابدال شمار کیا جاتا ۔

منقول ہے ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی :

فكان اذا اراد التلاوة فى المصحف ابصر باذن الله — جب وہ تلاوت کا مصحف سے ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیکھنا شروع کر دیتے ۔

ابدال کا تذکرہ

شیخ ذہبی (۱۰۔۱۶۵،۱۶۶) پر لکھتے ہیں: شیخ ادریس بن یحییٰ امام قدوہ زاہد شیخ مصر ابو عمرو اموی ان کے مولا مصری معروف خولانی ہیں یہ ابدال میں سے ایک ہیں یہ عبادت و فضل میں حضرت بشر حافی کے مشابہ تھے۔

شیخ حافظ یونس بن عبد الاعلیٰ لکھتے ہیں:

مارأيت في الصوفية عاقلاً سواه — میں نے صوفیاء میں ان سے عقل والا کوئی نہیں دیکھا۔

شیخ ابو عمر الکندی لکھتے ہیں: یہ اپنے اہل زمانہ سے افضل اور ان میں قدر و منزلت میں بڑے تھے۔ شیخ ابو زرعہ حافظ ثقہ کہتے ہیں: یہ مسلمان فضلاء میں سے صدوق اور صالح ہیں۔

میں کہتی ہوں۔ حاکم نے ان کو صحیح قرار دیا۔ ۲۱۱ھ میں ان کا وصال ہوا

شیخ ذہبی (۲۱۔۴۷۹) پر لکھتے ہیں: امام قدوہ ان کی دعائیں قبول کی جاتیں، ابوالحجاج یوسف بن محمد بن عبد اللہ بن غالب بلوی مالقی ہیں۔ یہ ربانی عبادت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکنے والے، کثیر غزوات کرنے والے ابدال شمار کیے جاتے اور بڑے مردوں میں سے تھے۔

ابدال کا اطلاق

شیخ ذہبی نے ''السیر'' میں کبار حفاظ سے نقل کیا کہ وہ بعض صالحین پر

ابدال کا اطلاق کرتے مثلاً امام شافعی ، ابو حاتم رازی اور وکیع اور دیگر اہل علم وفضل ہیں ۔ دیکھئے یہ حوالہ جات :

(۶_۱۴۸، ۳۷۶، ۷_۲۴۷، ۴۴۷، ۸_۱۵۳، ۱۹۳، ۴۲۵، ۹_۱۵۹، ۲۷۲،

۳۰۳، ۳۰۷، ۳۹۹، ۱۰_۲۶۲، ۳۴۱، ۵۷۲، ۶۴۱، ۶۵۴، ۱۱_ ۵۴۷، ۱۲_ ۳۰۷،

۳۱۷، ۳۱_۲۶۴، ۳۳۳، ۵۶۲، ۲۱_۵۰۵، ۲۲_۵۰، ۱۲۶)

میں نے عمداً ان چیزوں کو طویل نقل کیا ہے تا کہ ان لوگوں کا رد ہوجائے جو یہ غلط خیال کرتے ہیں کہ حافظ ذہبی صوفیاء سے عداوت رکھتے اور انہیں پسند نہیں کرتے ، یہ محض ان پر افترا ہے کیونکہ وہ ان تمام لوگوں سے زیادہ صوفیاء کو چاہنے والے ہیں لیکن وہ شطح کو پسند نہیں کرتے ۔ ایسی شطحات کو ناپسند کرتے ہیں جو شرع کے مخالف ہیں اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ ان صوفیاء کے لیے وہ عذر ڈھونڈتے ہیں جیسا کہ مطالعہ کرنے والا ۔ ان کی کتاب "السیر " میں دیکھ سکتا ہے اور یہ صوفیاء بزرگوں سے ان کی محبت پر شاہد ہے ۔ ہم نے ان کی مدح اور ثنا توقیر وعزت اور ان کے محاسن کو ذکر کرنے والا ان سے بڑھ کر نہیں دیکھا ۔

یہ اس فیض سے ایک چلو ہے کہ انہوں نے کثیر ائمہ صوفیاء کو عادل ثقہ صاحب اتقان عابد قدوہ صاحب صلاح وجلالت ، علم فقہ ، فہم تقویٰ ، ورع ، حسن ، طریقہ ، صاحب فضل ، خشیت اور ولایت قرار دیا کہ یہ لوگ کبار اولیاء اللہ تھے جو اسے پڑھنا چاہے وہ "سیر اعلام النبلاء " کا مطالعہ کرے ۔ بلکہ شیخ ذہبی ان

کے عذر ڈھونڈتے ہیں، شیخ ابن عربی طائی صوفی (۲۳-۴۹) پر لکھا:

علی ان کثیراً من عباراته له تاویل ان کی کثیر عبارات کی تاویل کرنی چاہیے۔

اہل علم کی ذہبی کے بارے میں رائے

اب ہم اہل علم کی ذہبی کے مقام وثنا کے بارے میں گفتگو نقل کرتے ہیں:

حافظ ناصر الدین دمشقی ''رد الوافر'' (۶۶-۷۶) پر لکھتے ہیں: ذہبی شیخ امام، حافظ، ہمام، مفید شام ہیں، مؤرخ اسلام ناقد محدثین امام المعدلین والمجرحین شافعی ہیں۔ نقد رجال میں نشانی ہیں۔ جرح وتعدیل میں عمدہ ہیں اصل وفرع کے عالم ہیں۔ قرأت کے امام، نظریات میں فقیہ اور ائمہ اربعہ کے مذاہب اور ارباب مقالات کو جاننے والے، خلف کے لیے سنت کی اشاعت اور مذہب سلف پر قائم ہیں۔

شیخ تاج الدین سبکی نے ''طبقات الشافعیة الکبریٰ'' (۹-۱۰۰) پر لکھا ذہبی ہمارے شیخ استاذ امام حافظ محدث العصر ہیں اور یہ دور چار حفاظ حدیث پر مشتمل ہے اور ان میں عموم وخصوص ہے۔ شیخ مزی، برزالی، ذہبی اور والد گرامی تقی الدین سبکی ہیں۔ پانچواں ان کے دور میں کوئی نہیں۔

اور پھر سبکی نے لکھا، ہمارے استاذ ابو عبد اللہ ایسے علمی سمندر ہیں جس کی کوئی نظیر نہیں، ایسا خزانہ ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آجائے تو وہی ملجا ہیں،

حفظ کے طور پر امام ہیں اور وہ معنیٰ اور لفظ کے اعتبار سے سونا ہیں، جرح وتعدیل کے شیخ اور ہر معاملہ میں تمام مردوں سے بڑھ کر ہیں گویا پوری اُمت ان کے ایک وجود میں جمع کر دی گئی ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان سے اطلاعات نقل کیں جوان سے ملے اور وہ مسافروں کے اُترنے کی جگہ اور لوگوں کی جائے تمنا تھے ان کی حاضری کے لیے سفر کیے جاتے اور ان کی ملاقات کے لیے کجاوے ہمیشہ کسے جاتے تا کہ ان کے گھر پہنچا جائے وہی ہیں جنہوں نے مجھے اس فن کا ماہر بنایا اور ہمیں جماعت میں داخل کیا اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے افضل جزا دے اور ان کا حصہ جنت کے مقامات پر اعلیٰ اجر دے۔ انہیں سماع علوم پر چودہویں کے چاند کی طرح طلوع فرما، ان کے لیے چھوٹی بڑی کتابیں بلند اور نازل اجزا میں سے ہیں۔

شیخ ابن رافع ''وفیات'' (۲۔۵٦) پر لکھتے ہیں۔ شیخ امام حافظ حدیث پڑھاتے اور خود علم حاصل کرتے، پڑھا اور کثیر لکھا، شیوخ پر بلند ہوئے، حدیث میں کئی سال درس دیا، کثیر کُتب لکھیں، جمع کیا اور لوگوں کو نفع پہنچایا، صالح، صاحب خیر، راتوں کو جاگتے، عبادت کرتے، تلاوت، نیکی، صدقہ کرتے، اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے رحمت فرمائے۔

شیخ حسینی ''ذیل تذکرۃ الحفاظ'' (ص:۳۴) پر لکھتے ہیں: شیخ امام علامہ شیخ المحدثین قدوہ حفاظ قرأ محدث شام مؤرخ اور مفید شام ہیں، ان اذکیاء میں سے ایک ہیں جو شمار کیے جاتے ہیں اور مسلمہ حفاظ میں سے ہیں۔

شیخ ابن قاضی ''شهبة فی طبقات ابن شهبة'' (۳-۵۵،۵۷) پر لکھتے ہیں امام علامہ حافظ ماہر القرآن مؤرخ اسلام ذہبی قرأتوں کے قاری اور علم میں نہایت پختہ بقیہ علوم کے ماہر حدیث کے شعبے پر متوجہ ہوئے اور اس میں خوب مہارت حاصل کی، اس دور کے حفاظ نے ان سے پڑھا کئی کتابیں لکھیں جو کثیر مشہور ہیں۔ صاحب دین، متین اور ورع زاہد ہیں۔

شیخ سبکی کہتے ہیں: محدث العصر خاتم حفاظ شعبہ حدیث کی خدمت کرنے والے، اہلسنت وجماعت کا جھنڈا بلند کرنے والے، حفظ واتقان میں اپنے معاصرین کے امام، زمانہ میں یکتا کہ اہل عصر ان کی تعریف کرتے اور ہم اس چیز کا انکار نہیں کر سکتے ہم سب سے زیادہ حافظ، متقن استاذ اور خدمت دین کرنے والے اور خصوصاً میرے استاذ اور معتبر ہیں ان کے مجھ پر اس قدر احسانات ہیں کہ میں شرمندہ ہوں اور میرے ہاتھ کو انہوں نے بھر دیا اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے افضل جزا عطا فرمائے اور ان کا حصہ جنت کے غرفات اور کامل جز دے۔ انتہی۔ علامہ سبکی کے الفاظ پر غور کیجیے خاص طور پر وہ جن کے نیچے خط کھینچا گیا ہے۔

علامہ صفدی ''الوفیات'' (۲-۱۶۳) پر لکھتے ہیں: شیخ امام علامہ حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی ایسے حافظ ہیں جن کا مقابلہ نہیں، ایسے حافظ ہیں جن میں شک نہیں۔ حدیث اور رجال حدیث میں سب سے پختہ اس کے عامل اور احوال سے آگاہ اور لوگوں کے حالات سے آگاہ، ان کی تواریخ میں ابہام

والتباس کو دور کرنے والے ہیں ۔ ایسا ذہن جس کی ذکاوت روشن اور ان کی نسبت ذھب کی طرف درست کثیر کو جمع کیا، جم غفیر کو نفع دیا، میں ان کے پاس گیا ان سے حاصل کیا اور میں نے کثیر تصانیف ان پر پڑھیں، میں نے ان کے ہاں محدثین کا جمود نہیں پایا اور نہ ہی ناقلین کی سستی پائی بلکہ وہ فقیہ النظر ان کے لیے لوگوں کے اقوال ، ائمہ ، اسلاف کے مذاہب ارباب مقالات کا درک حاصل ہے۔ مجھے اس سے تعجب ہے کہ ان کی تصانیف میں کوئی حدیث وارد کر کے آگے نہیں گزرے حتی کہ انہوں نے اس کے متن کا ضعف یا سند کی تاریکی یا اس کے راویوں پر طعن ذکر نہیں کیا اور یہ میں نے کسی دیگر سے نہیں دیکھا کہ وہ وارد کردہ حدیث میں اس فائدہ کا خیال کرے۔

حافظ ابن کثیر ''البداية والنهاية'' (۱۴۔۲۲۵) پر لکھتے ہیں: شیخ حافظ کبیر مؤرخ اسلام محدثین کے شیخ ہیں ان پر شیوخ الحدیث اور حفاظ کا خاتمہ ہو گیا

شیخ تقی بن رافع سلامی لکھتے ہیں: وہ بہتر صالح متواضع حسن خلق اور خوب مناظر تھے۔ن کے اکثر اوقات جمع ،اختصار اور عبادت میں مشغولیت سے گزرتے ان کا رات کو وظیفہ تھا اور ان کے ہاں مروت عصبیت اور کرم تھا۔

امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں: شیخ امام عالم علامہ حافظ مؤرخ محدثین کے شیخ ہیں، امام سبط حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: شیخ امام عالم علامہ حافظ الوقت جن کا یہ لقب بن گیا، اللہ تعالیٰ امام پر رحمتوں کی برسات کرے، بہت کم لوگ ہیں جو تمام فنون میں داخل ہوئے انہوں نے حدیث روایت کیں، صحیح قرار دیا

تعدیل وجرح پر کام کیا اور اس شعبہ کو پختگی بخشی تو یہ امام سید الحفاظ امام المحدثین قدوۃ الناقدین ہیں۔

سبط مذکور نے یہ بھی لکھا کہ انہوں نے اس حدیث کے فن کو بڑی اہمیت دی اور اس میں فوقیت لے گئے شب وروز اس کی خدمت کی۔

امام زرکشی کہتے ہیں: اس کے ساتھ ساتھ ان میں کامل زہد، کامل ایثار اور خیرات میں سبقت اور ہر اس چیز میں شوق رکھتے ہیں جنہیں وہ بجالاتے۔

(یہ تمام اقوال ڈاکٹر بشار عواد نے اپنی کتاب الذہبی (ص:۱۳۲،۱۳۳) پر نقل کیے)

حافظ متقن بارع تقی فاسی نے "سیر اعلام النبلاء" (ص:۴۷،۵۰) کے ذیل میں لکھا: شمس الدین الذہبی حافظ علامہ مفنن محقق معتمد محمد بن احمد شافعی ان سے حفاظ محدثین علماء قرأ اور دیگر اہل علم کی ایک جماعت نے پڑھا اور ان کے بارے میں معاصرین علماء نے فنون وحدیث وتاریخ اور دیگر نے کثیر الفضل قرار دیا۔

شیخ ذہبی متقدمین متاخرین کی عبارات کے ماہر ہیں وہ ان میں سے کسی سے نہ حد سے زیادہ محبت کرتے اور نہ ہی کسی پر حملہ آور ہوتے وہ دوسرے کے کلام کو جرح ونقد کی زیادتی کے بغیر اسی مقام پر رکھتے ہیں جو دوسروں سے وہ حکایت کرتے وہ متون آثار سے تفصیل حافظ متون اور آثار کے کثیر حفاظ سے ہیں حدیث میں جید اور دین متین ورع اور زہد میں مشہور ہیں اور علل حدیث عالی اور نازل سے باخبر تھے۔ اپنی تصانیف اور حواشی میں عمدہ ترتیب کے مالک ہیں

حافظ سیوطی نے ''طبقات'' (ص:۵۴۷) پر لکھا: ذہبی امام حافظ محدث عصر خاتم الحفاظ مؤرخ اسلام دہر میں یکتا سند حدیث کا اہتمام کرنے والے کثیر محدثین سے پڑھا اس کا بڑا اہتمام کیا، اس کے لیے تکالیف کاٹیں اور خدمت کی یہاں تک کہ انہیں اس میں رسوخ ملا۔ قرأت سبعہ میں تلاوت کرتے اور لوگوں کا ان پر بڑا اعتماد تھا۔

شیخ تاج الدین سبکی نے ''طبقات الشافعية الكبرىٰ'' (۹-۱۰۹، ۱۱۱) پر لکھا: میں نے اپنے شیخ کے وصال کے وقت مرثیہ میں قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

من للحديث وللسارين فی الطلب

من بعد موت الامام الحافظ الذهبی

من للرواية للاخبار ينشرها

بين البرية من عجم ومن عرب

من للدرايسة والآثار يحفظها

بالنقد من وضع اهل الغی والكذب

من للصناعة يدری حل معضلها

حتى يريك جلاء الشك والريب

من للجماعة اهل العلم تلبسهم

اعلام الغر من ابرادها القشب

یہ قصیدہ بڑا طویل ہے ہم نے اسے مختصر نقل کیا ہے۔ آخری شعر ''سیر اعلام النبلاء'' کا ذیل حافظ تقی فاسی (ص:۵۲) پر ہے۔

طبقات الحفاظ السیوطی (ص:۵۴۸) اور ''تذکرۃ الحفاظ للحسینی'' کا ذیل (ص:۳۴۹) اور فاسی کے ہاں واقع ہے۔

ان کے اساتذہ

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی ''الردالوافر'' (ص:٦٦) پر لکھتے ہیں ان کے سماع اور جازت کے ساتھ تقریباً ایک ہزار تین سو شیوخ ہیں جنہیں انہوں نے اپنی ''معجم الکبیر'' میں جمع کیا۔

شیخ ذہبی کے ایسے شیوخ بھی ہیں جو اس وقت ان کے معاصرین بنے حافظ کبیر بارع یوسف بن عبد الرحمٰن مزی شافعی جو منفرد کتاب ''تہذیب الکمال'' کے مصنف ہیں۔ حافظ متقن مؤرخ علم برزالی قاسم بن محمد صاحب تاریخ نافع حافظ فقیہ ابن تیمیہ حرانی ان کے فقہ کے شیوخ میں سے علامہ بارع فقیہ کمال الدین ابن زملکانی ہیں، شیخ بُرہان الدین فزاری کمال الدین بن قاضی شہبہ اور دیگر ملاحظہ کیجیے۔ (طبقات ابن شھبة ۔۳۔۵٦)

ان حفاظ شیوخ میں سے امام حافظ مجتہد عجیب ابن دقیق السید ہیں۔ حدیث میں ان کے اساتذہ بہت زیادہ ہیں۔ دیکھیے ان کی کتاب ''معجم'' جو دو جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

ان کے شاگرد

ان کے شاگرد علامہ حسینی نے "ذیل تذکرۃ الحفاظ" (ص:۳۶) پر لکھا ان سے کتاب وسنت کی تعلیم کثیر مخلوق نے پائی۔

علامہ ابن قاضی شہبہ نے "طبقات الشافعیۃ" (۳-۵۶) میں لکھا:

تخرج به حفاظ العصر ان سے حفاظ عصر نے تعلیم حاصل کی۔

شیخ ابن قاضی شہبہ نے یہ لکھا کہ ان سے شیخ سبکی اور برزالی نے پڑھا جو ان کے شیوخ اور رفقاء میں سے بھی ہیں۔ شیخ علائی، ابن کثیر، ابن رافع، ابن رجب اور دیگر ان کے مشائخ اور ان کے معاصرین اور دیگر حفاظ نے پڑھا

ملاحظہ کیجیے: کتاب "الذهبی ومنهجه فی تاریخ الاسلام" از ڈاکٹر بشار عواد (ص:۱۳۳-۱۳۴)

ان کے شاگرد سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، ان میں بڑے بڑے حفاظ علماء حافظ فقیہ ابن رجب حنبلی، حافظ فقیہ صلاح علائی شافعی، حافظ فقیہ مفسر مؤرخ ابن کثیر شافعی، حافظ مؤرخ سید محمد حسن حسینی اور علامہ مؤرخ ادیب صلاح صفدی وغیرہ۔

وفات ووصال

حافظ ذہبی ذیقعد کی تین تاریخ پیر کی رات ۷۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ ان پر جامع اموی میں پیر کے دن جنازہ پڑھا گیا اور مقبرہ باب الصغیر میں دفن کیا گیا۔

اہم مصادر حالات

حالات کے لیے ان کتب کی طرف رجوع کیجیے:

۱۔الذہبی ومنہجه فی تاریخ الاسلام ۔ڈاکٹر بشار عواد معروف

۲۔طبقات الشافعیة للسبکی (۹۔۱۰۰)

۳۔طبقات الشافعیة لابن قاضی شهبة (۳۔۵۵)

۴۔الوفیات لابن رافع (۲۔۵۵)

۵۔البدایة والنهایة (۱۴۔۲۲۵)

۶۔الوافی بالوفیات (۲۔۱۶۳)

۷۔ذیل تذکرہ الحفاظ للحسینی (ص:۳۴)

۸۔ذیل سیر اعلام النبلاء للتقی الفاسی (ص:۴۷)

۹۔الرد الوافر لابن ناصر (ص:٦٦)

۱۰۔طبقات الحفاظ للسیوطی (ص:۵۴۷)

تیسری فصل

امام ذہبی کے ہاں برکت اور تبرک کا مقام
نبی کریم ﷺ اور آپ کے آثار سے تبرک
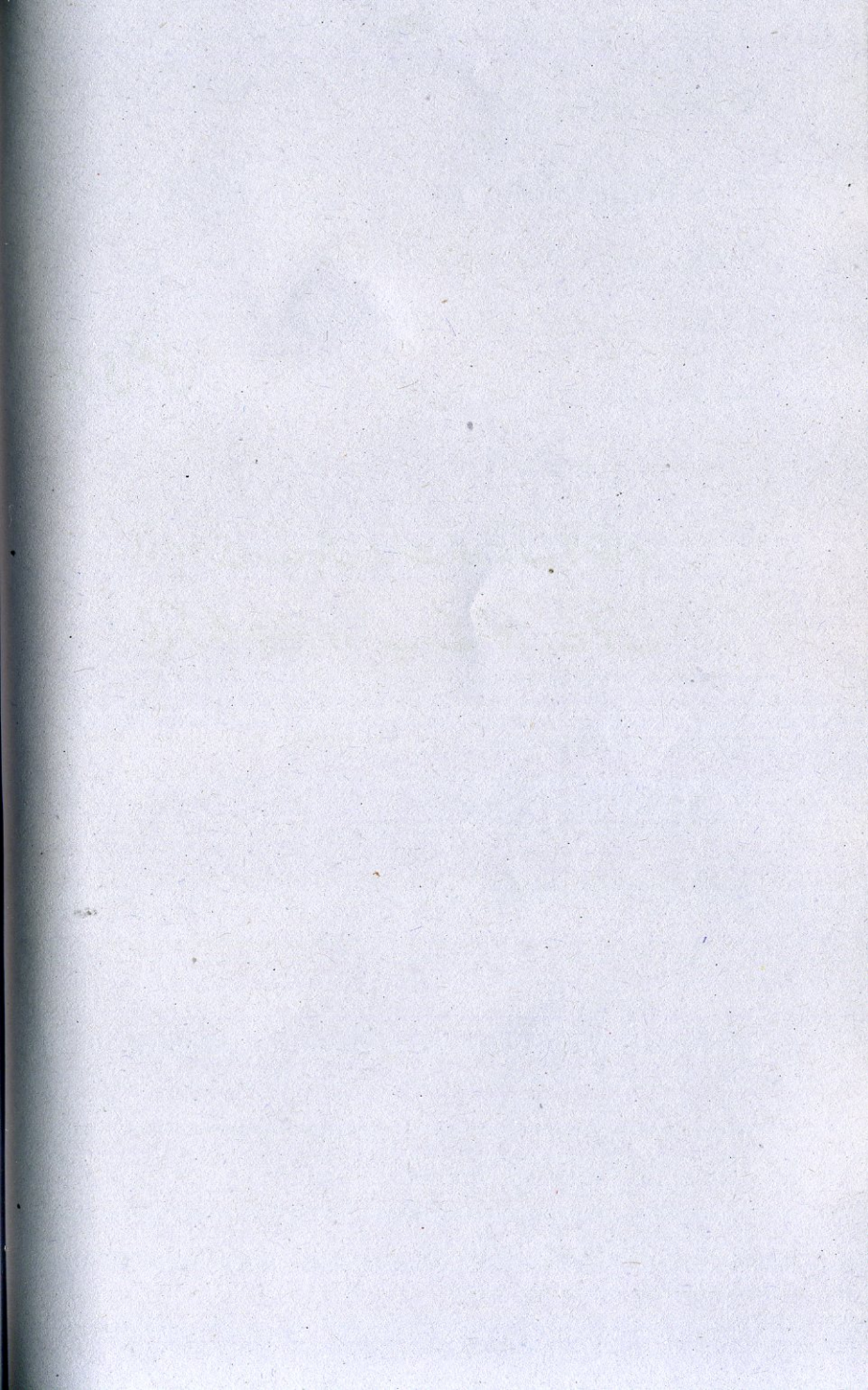
آپ ﷺ کے میلاد کا سب سے زیادہ برکت والا ہونا

حافظ شمس الدین ذہبی ''سیر اعلام النبلاء ، السیرۃ النبویۃ '' (۱۔۳۴) پر کہتے ہیں: ''مولدہ المبارک ﷺ'' (آپ کا میلاد مبارک ہے)

آپ ﷺ کی برکت کا محسوسات پر حاصل ہونا

شیخ ذہبی نے ''حصہ سیرت'' (۲۔۸۳۲) پر لکھا ، حضرت اعمش از ابو صالح انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے یا ابو سعی سے (حضرت اعمش کو شک ہے) کہ جب غزوہ تبوک کے موقع پر لوگوں کو بھوک لگی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنی سواریوں کو ذبح کر کے انہیں کھائیں تو فرمایا: ایسا کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر ایسا ہوا تو سواریاں کم پڑ جائیں گی آپ ان کے زاد راہ میں اضافہ کی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے اس میں برکت کی دعا کریں ۔ فرمایا: ہاں ! تو آپ ﷺ نے چمڑے کا دستر خوان منگوایا ، اسے بچھایا گیا پھر آپ نے ان کے زادراہ میں اضافہ کی دعا کی ، ہر آدمی آیا ، ایک مٹھ باجرہ لایا ، کوئی روٹی کے ٹکڑے لایا حتی کہ اس چمڑے کے دستر خوان پر کچھ چیزیں جمع ہو گئیں ، رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا کی ۔ پھر ان سے فرمایا: اپنے اپنے برتنوں میں کچھ حاصل کرو۔ لشکر میں جو کوئی بھی برتن تھا ، انہوں نے بھر لیا، کھایا حتی کہ وہ سیر ہو

گئے اور اس سے کچھ بچ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله لا يلقى الله بها عبد غير شاك فيحجب عن الجنة (مسلم :۱۔۲۴)	میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اللہ کا رسول ہوں اور جو بھی اس کلمہ کے ساتھ اللہ سے ملے گا اسے شک نہیں ہو گا اسے جنت سے روکا نہیں جائے گا۔

جمادات کا رسول اللہ ﷺ کے لیے رونا اور آپ ﷺ سے برکت حاصل کرنا

شیخ ذہبی "السیر" (۲۔۳۱۱) پر نقل کرتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے حضرت طفیل بن اُبی بن کعب انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ ایک تنے کی طرف نماز پڑھتے اور اس کے ساتھ خطبہ دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے منبر بنا جب آپ ﷺ اس تنے سے آگے گزرے تو وہ رویا حتی کہ وہ پھٹ گیا، شق ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے جب اس تنے کی آواز سنی تو اسے اپنے ہاتھ سے دلاسہ دیا پھر منبر کی طرف لوٹے جب مسجد کو گرایا گیا تو وہ تنا حضرت اُبی نے حاصل کیا تو وہ ان کے گھر میں رہا حتی کہ بوسیدہ ہو گیا اور اسے دیمک کھا گئی اور یہ ابن عقیل سے دو اسناد سے روایت کیا گیا۔

میں کہتی ہوں اس تنے کا رونا بخاری ومسلم اور دیگر طرق کثیر سے ثابت

ہے کہ وہ حد تواتر و قطع کو پہنچتے ہیں جن کا انکار کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔

آپ ﷺ کے آثار کی برکت جن سے توحید پرست شفا حاصل کرتے

امام ذہبی "السیر" (۲-۴۲۲) پر حضرت عطا بن ابی رباح عبد اللہ مولی اسماء بنت ابی بکر سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس پر ریشم تھا اور اسے کے بازو ریشم کے بُنے گئے تھے تو بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے آپ اسے پہنتے:

فنحن نغسلها للمريض يستشفى بها (مسلم:۲۰۶۹)

ہم اسے مریض کے لیے غسل دیتے ہیں تا کہ اس سے وہ شفا پائے۔

اسے "مسند احمد" (۶-۳۴۸) پر نقل کیا گیا۔

اس میں یہ ہے کہ یہ طیالسی جبہ تھا اس پر کسروانی ریشم ایک بالشت تھی

میں کہتی ہوں: امام نووی نے "شرح صحیح مسلم" (۱۴-۴۴) پر لکھا:

وفی هذا الحدیث دلیل علی استحباب التبرك بآثار الصالحين وثيابهم

اور اس حدیث میں صالحین کے آثار اور کپڑوں سے برکت حاصل کرنے کے استدلال پر دلیل ہے۔

آیئے اب ہم "سیر اعلام النبلاء" میں سے قسم حالات صوفیاء کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کی برکت کا اُمت پر ظاہر ہونا

حافظ ذہبی "سیر اعلام النبلاء" (۲۔۲۶۴،۲۶۵) پر لکھتے ہیں،

حضرت یونس نے ابن اسحاق سے روایت کیا، انہیں محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق کے لوگوں کو تقسیم کیا تو ایک لونڈی ایک شخص کے حصہ میں آئی، اس نے اسے مکاتب کیا، وہ شریں اور خوبصورت تھی اسے جو بھی دیکھتا دل پکڑ کر رہ جاتا یا دل کھینچ لیتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تاکہ آپ سے مدد حاصل کرے تو آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جویریہ بنت حارث ہوں جو قوم کے سردار ہیں اور مجھے یہ پریشانی لاحق ہے جو آپ سے مخفی نہیں، میں مکاتبہ ہوگئی ہوں اور آپ میری مدد کیجیے پس آپ ﷺ نے کہا کیا یہ بہتر ہے کہ تیری طرف سے ادائیگی کر کے میں تجھ سے عقد کرلوں؟ اس نے عرض کیا ہاں، تو آپ ﷺ نے ایسے کیا لوگوں تک خبر پہنچی تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی سسرالی ہیں تو ان تمام کو انہوں نے چھوڑ دیا جو بنو مصطلق کے لوگ تھے تو سو خاندان اس کی وجہ سے آزاد کیے گئے:

فما اعلم امراۃ کانت اعظم برکۃ علی قومھا منھا	میں ایسی خاتون کو نہیں جانتی جو اپنی قوم پر اس سے زیادہ برکت والی ہو۔

میں کہتی ہوں: اسے امام احمد نے ''مسند'' (۶۔۷۷) پر نقل کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک پسینہ سے برکت

شیخ ذہبی (۲۔۳۰۸) پر لکھتے ہیں، ابن سعد کہتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن جعفران سے عبیداللہ نے ان سے عبدالکریم ان سے براء بن عازب نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ حضرت اُم سلیم کے گھر چمڑے کے بستر پر لیٹے تو پسینہ آیا، بیدار ہوئے تو وہ خاتون پسینہ حاصل کر رہی تھیں، فرمایا: تم اسے کیا کرو گی؟ عرض کیا:

آخذ هذه البركة التي تخرج منك — میں اس برکت کو حاصل کروں گی جو آپ سے نکلی ہے۔

میں کہتی ہوں اسے ابن سعد نے ''الطبقات'' (۸۔۴۲۸) مسلم نے ایک اور سند سے (۲۳۳۱) پر اسے مکرر بیان کیا۔ امام احمد نے (۳۔۲۲۶،۲۲۱) پر روایت کیا، مسلم کے ہاں اس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُم سلیم تم کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ

نرجو بركته لصبياننا — ہم اپنے بچوں کے لیے اسے برکت کے طور پر استعمال کرینگے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اصبت تم نے درست کیا۔

شیخ ذہبی نے (۲۔۴۰۳) پر نقل کیا کہ عفان کہتے ہیں: ہمیں حماد نے انہیں ثابت نے، انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے جب منٰی میں حلق کا ارادہ کیا تو حضرت ابو طلحہ نے آپ ﷺ کے ایک طرف کے بال لیے تو وہ اُم سلیم کے پاس لے کر آئے انہوں نے انہیں خوشبو دان میں رکھا اور بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ میرے پاس چمڑے کے بستر پر قیلولہ کرتے اور آپ ﷺ کو کثرت کے ساتھ پسینہ آتا تو میں پسینے کو بوتل میں محفوظ کر لیتی آپ بیدار ہوئے تو فرمایا: تم کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کیا:

اريد ادوف بعرقك طيبى میں چاہتی ہوں کہ آپ کے مبارک پسینہ کو اپنی خوشبو کے ساتھ ملاؤں۔

میں کہتی ہوں: اسے ابن سعد نے ''الطبقات'' (۸۔۴۲۸،۴۲۹) امام احمد نے ''مسند'' میں (۳۔۲۸۷) پر نقل کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔

آپ ﷺ کے منہ مبارک لگنے کی جگہ سے برکت حاصل کرنا

حافظ ذہبی (۲۔۳۰۸) ابن جریج عبد الکریم بن مالک سے نقل کرتے ہیں: مجھے براء بن انس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اُم سلیم کے ہاں تشریف لے گئے ان کا مشکیزہ لٹک رہا تھا اس سے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو وہ خاتون اس مشکیزہ کی طرف بڑھی اور اسے

کاٹ لیا۔عبید اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے اسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔

میں کہتی ہوں : اسے ابن سعد نے ''الطبقات'' (۸۔۲۴۸) اور امام ترمذی نے ''الشمائل'' (۲۱) میں نقل کیا اور اس کے لیے حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک شاہد ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

فقطعت فم القربة تبتغي بركة موضع في (اي فم) رسول الله — میں نے اس مشکیزہ کا منہ اس لیے کاٹا تا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک منہ کی جگہ سے برکت حاصل کروں۔

اس کی سند صحیح ہے، اسے ابن حبان نے (۵۳۱۸) امام ترمذی نے (۱۸۹۲) اور ابن ماجہ نے (۳۴۲۳) پر نقل کیا۔

امام نووی ''ریاض الصالحین'' (ص:۳۳۹) پر لکھتے ہیں:

وانما قطعتها لتحفظ موضع فم رسول الله وتتبرك به وتصونه عن الابتذال — میں نے اسے اس لیے کاٹا کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک منہ کی جگہ محفوظ رہے اس سے برکت حاصل کی جائے اور اسے خراب ہونے سے محفوظ کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کے نعلین سے برکت حاصل کرنا

حافظ ذہبی (۲۔۳۶۴) پر عظیم صحابی حضرت شداد بن اوس انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے نعلین مبارک جوڑا تھے اور شداد بن اوس کی

اولاد کے پاس تھے اور یہ ان کے بیٹے محمد بن شداد کے پاس آئے اور جب ان کی ہمشیرہ دیکھتی کہ ان پر اور ان کے اہل پر کوئی مصیبت آئی ہے تو وہ ان نعلین میں سے ایک لیتی اور کہتی اے بھائی تیری نسل نہیں ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اولاد دی ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے معزز چیز ہے مجھے اتنی پسند ہے کہ میں اس میں اپنی اولاد کو شریک کروں۔

تاریخ الاسلام ، میں یہ الفاظ ہیں کہ میں تجھے اپنی اولاد کے ساتھ شریک کروں تو اس خاتون نے وہ نعل پاک اس سے حاصل کیے۔ یہ زلزلہ کے پہلے کا معاملہ اور وہ نعل اس کے پاس ہی رہی حتی کہ بڑھاپے میں ان کی اولاد نے پائی ، جب خلیفہ مہدی بیت المقدس آئے تو وہ اولاد نعل وہاں لائی اور اس سے انہوں نے اپنا نسب واضح کیا کہ یہ شداد بن اوس کی اولاد ہیں تو اس نے نعل کو بوسہ دیا اور ان میں سے ہر ایک کو ہزار دینار اور ہر ایک کو جاگیر دی اور محمد بن شداد کی طرف پیغام بھیجا تو اسے وہ اُٹھا لائے کیونکہ وہ اپاہج ہو چکے تھے تو اس نے نعل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے دونوں بھائی کی بات کی تصدیق کی تو مہدی نے اسے کہا کہ دوسری بھی اس کے ساتھ لاؤ تو وہ رو پڑے اور اللہ تعالیٰ کی قسم دی اور دوسرا حصہ اسی کے ہاں ہی رہنے دیا تو اس پر رقت طاری ہو گی۔

میں کہتی ہوں : انہوں نے اسے "تاریخ الاسلام" (۸۔۲۹،۳۰) حوادث سنہ (۱۲۱،۱۴۰) میں طویلاً بیان کیا۔ امام ذہبی کہتے ہیں : کہ سن ۱۳۰ھ میں

ملک شام میں بہت بڑا زلزلہ آیا، ابن جوصا کہتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الوہاب بن محمد بن عمرو بن محمد بن شداد بن اوس انصاری نے انہیں ان کے والد نے اپنے والد سے بیان کیا، طویل حدیث ذکر کی، اس میں ہے کہ جب شام میں ۱۳۰ھ میں زلزلہ آیا تو اکثر ان میں سے بیت المقدس میں تھے تو کثیر لوگ انصار وغیرہ اس میں فوت ہوگئے اور شداد بن اوس کا مکان ان پر گرا جو اس کے ساتھ تھے اور محمد بن شداد محفوظ رہے اور ان کا اور ان کا سامان روم کے نیچے تھا اور وہ نعلین جوڑا تھی۔ پھر سابقہ گفتگو ذکر کی۔

اسے امام ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' (۲۲۔۴۰۹،۴۱۰) میں ذکر کیا کہ ہمیں ابو جعفر محمد بن ابو علی نے انہیں ابوبکر صفار نے انہیں احمد بن علیم بن منجویہ نے انہیں ابو احمد حاکم نے، کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن عمیر نے عبد الرحمٰن محمد بن عبد الوہاب نے بیان کیا جو ابن محمد بن عمرو بن محمد شداد بن اوس انصاری رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے بیان کیا کہ شداد کی کنیت ابو یعلیٰ تھی اور اس کی اولاد میں پانچ بچے تھے چار بیٹے اور ایک بیٹی، ان میں بڑی یعلیٰ، پھر محمد، عبد الوہاب اور منذر۔ شداد جب فوت ہوئے تو عبد الوہاب اور منذر بچے تھے، یعلیٰ کی اولاد نہ تھی اور ان تمام کی اولاد تھی، بیٹی کا نام خزرج تھا جس کا نکاح قبیلہ ازد میں ہوا۔ شداد ۶۴ھ میں فوت ہوا اور ان کی بیٹی خزرج کی نسل ۱۳۰ھ تک چلی اور یہ زلزلہ ملک شام میں ۱۳۰ھ میں آیا اس میں ابو مسلم کے خروج کا وقت اور بنو اُمیہ کا معاملہ قریب

زوال تھا، شام میں زلزلہ آیا اور اس کے اکثر لوگ بیت المقدس میں تھے، بہت سے لوگ انصار وغیرہ سے وہاں فوت ہوئے اور وہ گھر جس میں محمد بن شداد تھے ان تمام پر گرا جس میں ان کی اہل اور اولاد تھی وہ تمام فوت ہو گئے، محمد محفوظ رہے اور ان کا پاؤں ملبے کے نیچے آیا تو وہ مہدی کے آنے تک زندہ رہے۔ نعلین جوڑا تھی جو شداد اپنی اولاد کے پاس چھوڑ گئے تھے اور وہ محمد بن شداد تک پہنچے جب ان کی ہمشیرہ خزرج نے اپنے اُوپر اور اپنے اہل پر مصیبت دیکھی اور ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہا وہ آئیں اور انہوں نے ایک نعل پکڑا اور کہا، میری بہن تمہاری نسل نہیں ہے اور میری اولاد ہے:

وهذه مكرمة رسول الله احب ان تشرك فيها ولدى فاخذتها منه

اور یہ رسول اللہ ﷺ کا مبارک تحفہ ہے میں چاہتی ہوں کہ تم اس میں میری اولاد کو شریک کر لو تو انہوں نے اس سے پکڑ لیا۔

اور یہ زلزلہ کے اوقات میں ہوا پھر وہ نعل ان کے پاس رہی حتی کہ ان کی اولاد کو ملی جب مہدی بیت المقدس آیا تو وہ نعل اس کے پاس لائے اور اس سے تعارف کروایا ان کا نسب حضرت شداد سے ہے اس نے اسے پہچانا اور ان کی طرف سے نعل کو قبول کیا اور ان میں سے ہر ایک کو ہزار دینار اور ہر ایک کو جاگیر دی اور ہر کو ان میں سے سو عطیات دیئے۔ پھر محمد بن شداد کی طرف بھیجا وہ انہیں یوں اُٹھا کر لائے کہ وہ آپاہج تھے، ان کو زلزلہ کی وجہ سے تکلیف پہنچی تھی

اس نے نعل کے بارے میں پوچھا تو اس نے دونوں آدمیوں کے قول کی تصدیق کی اور مہدی نے کہا کہ اس کا دوسرا نعل ۔۔؟ تو محمد بن شداد رو پڑے اور اسے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا واسطہ دیتے ہوئے کہا کہ دوسرا حصہ مجھ سے جا چکا ہے مجھے اس کی وجہ سے دُکھ نہ دو اور مجھ سے یہ عزت نہ چھین جس کے ساتھ ہمیں تمہارے چچا زاد رسول اللہ ﷺ نے نبی رحمت نے محسوس کیا تو مہدی پر رقت طاری ہو گئی اور اسے اسی حالت پر اس نے رہنے دیا۔

مجھے مشائخ انصار نے حضرت شدادا ور دیگر کی اولاد نے خبر دی کہ وہ دونوں آدمی فوت ہو گئے اور وہ تمام ہلاک ہو گیا جو ان کے لیے تھا اور ان کی آگے کوئی اولاد نہیں ۔

نبی کریم ﷺ کی برکت کا آپ کے وصال کے کئی سال بعد ظاہر ہونا

حافظ ذہبی نے (۲-۶۳۰) پر حافظ فقیہ عظیم صحابی حضرت ابو ہریرہ عبد الرحمٰن بن صخر دوسی رضی اللہ عنہ کے زاد کے برتن کے بارے میں بیان کیا۔

حماد بن زید کہتے ہیں : ہمیں مہاجر مولی آل ابوبکر نے ابو عالیہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چند کھجوریں لے کر آیا اور عرض کیا:

ادع لی فیھن یا رسول اللہ بالبرکۃ فقبضھن ثم دعا فیھن بالبرکۃ	میرے لیے ان کے بارے میں یارسول اللہ دعا کیجیے آپ نے انہیں اپنے دست اقدس میں لیا پھر ان میں برکت کی دعا کی۔

اور فرمایا:

خذھن فاجعلھن فی مزود	انہیں لے لو اور انہیں اپنے زاد راہ کے تھیلے میں ڈال لو۔

جب تم ان میں سے کچھ لینا چاہو تو ہاتھ داخل کرو اور لے لو لیکن انہیں مت کھولو۔

فرماتے ہیں: میں نے اس کھجور سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس قدر وسق خیرات کیے، ہم کھاتے بھی تھے انہیں کھلاتے بھی تھے اور وہ تھیلا میرے پہلو میں لٹکا رہتا کبھی وہ جدا نہیں کیا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ گم ہوگیا۔

میں کہتی ہوں: اس حدیث کو امام احمد نے (۲-۳۵۲) امام ترمذی سے (۳۷۳۹) پر نقل کیا اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

پھر امام ذہبی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ A ایک غزوہ میں تھے تو صحابہ کو کھانے کی حاجت ہوئی تو آپ A نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے زاد راہ

تھیلے میں کچھ کھجوریں ہیں ۔ فرمایا: لاؤ، میں نے وہ تھیلا پیش کیا، فرمایا: چمڑے کا دستر خوان بچھاؤ، میں وہ چمڑا لایا تو آپ ﷺ نے اسے پھیلا دیا تو آپ ﷺ نے دست اقدس داخل کیا اور کھجور کی مٹھ بھری تو وہ اکیس کھجوریں تھیں ۔ پھر پڑھا "بسم الله" اور پھر آپ نے ہر کھجور کو رکھنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا ۔ تو آپ نے انہیں جمع کیا تو فرمایا: فلاں اور اس کے اصحاب کو بلاؤ، انہوں نے کھایا حتی کہ وہ سیر ہو گئے اور نکلے اور فرمایا کہ فلاں اور اس کے اصحاب کو بلاؤ، انہوں نے تناول کیا اور سیر ہو کر نکلے ۔ پھر فرمایا: فلاں اور اس کے اصحاب کو بلاؤ انہوں نے تناول کھایا اور سیر ہو کر نکلے لیکن کھجوریں بچ گئیں، پھر مجھے فرمایا: تم بیٹھو، میں نے بیٹھ کر کھایا تو کھجوریں بچ گئیں پھر آپ ﷺ نے انہیں لیا اور میرے تھیلے میں داخل کیا اور فرمایا: اے ابو ہریرہ!

اذا اردت شيئاً فادخل يدك فخذ ولا تكفا فيكفا عليك اى لا تقلب الا ناء لتخرج ما فيه فتذهب بركته	جب تم کوئی چیز چاہو تو اس میں ہاتھ داخل کرو اور لے لو اُنڈیلو نہ ورنہ یہ اُنڈیل دی جائیں گے اور اس کی برکت ختم ہو جائے گی ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں جب بھی کھجور حاصل کرنا چاہتا تو اس میں ہاتھ داخل کرتا اس میں سے میں نے پچاس وسق اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے اور یہ میرے کجاوے کی پچھلی طرف معلق رہتا ۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت وہ گم ہو گیا ۔

میں کہتی ہوں : امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" (۶۔۱۰۹،۱۱۱) پر اسے نقل کیا اور کہا یہ صحیح ہے۔

امام احمد نے (۲۔۳۲۴) پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کچھ کھجوریں دیں میں نے اسے تھیلے میں ڈال کر اسے گھر کی چھت سے معلق کر دیا تو ہمیشہ ہم اس سے کھاتے رہتے حتی کہ اس کا اختتام اہل شام کے آنے پر ہوا جب انہوں نے شہر مدینہ پر حملہ کیا۔

نبی کریم ﷺ کی قبر انور سے تبرک

آپ ﷺ کے منبر، ستون، تلوار، پیالہ، حجرہ انور اور مبارک ناخنوں سے تبرک اور موئے مبارک کی برکت سے مدد طلب کرنا۔

شیخ ذہبی (۴۔۴۸۳،۴۸۵) پر بیان کرتے ہیں : شیخ ابن عجلان نے سہیل سعید مولی المہری حسن بن حسن بن علی سے نقل کیا کہ انہوں نے ایک آدمی کو اس جدہ کے پاس کھڑا دیکھا جس میں قبر نبوی ﷺ ہے کہ وہ دعا کر رہا تھا اور آپ پر سلام وصلاۃ پڑھ رہا تھا تو انہوں نے اس آدمی سے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تتخذوا بیتی عیداً ولا تجعلوا بیوتکم قبوراً وصلوا علیّ حیث ما کنتم فان صلاتکم تبلغنی	میرے گھر کو میلہ گاہ نہ بناؤ اور نہ ہی اپنے گھروں کو قبور بناؤ مجھ پر درود شریف پڑھو جہاں بھی تم ہو کیونکہ تمہاری صلاۃ مجھ پر پہنچائی جاتی ہے۔

یہ روایت مرسل ہے ۔یہ حدیث مخالف کے فہم اور استدلال پر دلالت نہیں کرتی تو جو حجرہ مقدس کے پاس عاجزی سے اپنے نبی پر سلام وصلاۃ پڑھ رہا ہے اسے مبارک ہو کہ اس نے خوب زیارت کی اور تذلل ومحبت میں جمال حاصل کیا اور وہ اس سے ایسی زائد عبادت بجا لایا جس نے اپنی زمین پر درود شریف پڑھا یا اپنی نماز میں پڑھا کیونکہ زائر کے لیے زیارت کا اجر اور آپ ﷺ پر صلاۃ کا اجر ہے اور دیگر شہروں میں آپ پر صلاۃ پڑھنے والے کو صرف صلاۃ کا اجر ہے تو جس نے ایک دفعہ آپ ﷺ پر صلاۃ پڑھی اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ صلاۃ بھیجتا ہے لیکن جس نے آپ ﷺ کی زیارت کی اور زیارت کے آداب بجا نہ لایا یا قبر کو سجدہ کیا یا ایسا فعل کیا جو مشروع نہیں تو اس نے اچھا اور بُرا کیا تو اسے نرمی سے سمجھایا جائے ۔واللہ غفور رحیم ۔

اللہ تعالیٰ کی قسم کسی مسلمان پر چیخ وپکار کرنا اور جھڑکنا نہیں چاہیے، دیواروں کا چومنا، کثرت سے رونا اسی کے لیے ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہے یہی محبت معیار ہے اور اہل جنت اور اہل نار کے درمیان فرق کرنے والی ہے تو آپ ﷺ کے قبر انور کی زیارت افضل قربت ہے اور انبیاء واولیاء کی قبور کی طرف سفر کرنا اگر ہم تسلیم کرلیں کہ اس کی اجازت نہیں اور حضور ﷺ کا ارشاد "لا تشد وا الرحال الا الی ثلاثة مساجد" عام ہے تو ہمارے نبی ﷺ کی طرف سفر کرنا آپ ﷺ کی مسجد کی طرف سفر کو مستلزم ہے اور یہ بلا اختلاف مشروع ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حجرہ انور تک وصول مسجد

کے داخلہ کے بعد ہی ہو گا تو تحیۃ المسجد سے ابتدا کی جائے پھر صاحب مسجد کو تحیہ پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ یہ زیارت ہمیں بھی اور تمہیں بھی عطا فرمائے۔

میں کہتی ہوں: ذہبی کے اس قول میں تامل کرو کہ یہ مرسل ہے تو امام حسن کے قول کی سند ضعیف ہے یہ حجت نہیں، اگر اس کا ثبوت تسلیم کر لیں تو امام حسن بن حسن کا مؤقف نہایت ہی لطیف ہے نہ یہ بدعت ہے اور نہ گمراہی بلکہ اس عمل کے بارے میں ادب سکھانے والے ہیں جو ان کے غور وفکر اور اجتہاد پر ہے اور وہ لازم نہیں اور وہ ہرگز کبھی بھی لزوم وتحریم کا فائدہ نہیں دے گا کیونکہ وہ اس شخص سے صادر ہوا جو قبر شریف کے پاس دعا کر رہا ہے اور اس دعا کرنے والے شخص کا عمل فقہاء واعلام صحابہ کثیر کے عمل اور دیگر کے اسلاف کا مؤقف ہے جن سے یہ ثابت ہے کہ وہ قبر نبوی ﷺ کے پاس دعا کرتے۔

حضرت عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو قبر نبوی ﷺ کے پاس کھڑے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے دیکھا۔ اسے امام مالک نے ''مؤطاء'' میں روایت ابو مصعب (ص:۵۰۶) سے حضرت سوید (ص:۱۴۵) اور ابن قاسم سے روایت کیا جیسے کہ ''البیان والتحصیل'' (۱۸-۶۰۴) پر ہے اور انہی سے یہ بھی روایت ہے:

یسلم علی النبی ویدعو ثم یدعو لابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما	وہ نبی کریم ﷺ پر سلام کرتے اور دعا کرتے پھر وہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے۔

اسے امام بیہقی نے ''السنن'' (۵-۲۴۵) میں طریق یحییٰ بن بکیر از امام مالک نقل کیا۔

حافظ ذہبی اپنے ''معجم الشیوخ'' (۱-۷۳) پر نقل کرتے ہیں کہ ہمیں احمد بن عبد المنعم نے کئی دفعہ بتایا کہ ہمیں ابو جعفر صیدلانی نے بطور کتابت اور ہمیں ابو علی حداد نے بطور حضور انہوں نے حافظ ابو نعیم سے خبر دی ان کو عبد اللہ بن جعفر نے انہیں محمد بن عاصم نے انہیں ابو اُسامہ نے عبید اللہ سے از امام نافع انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

انه كان يكره مس قبر النبي عليه وسلم صلى الله   وہ قبر نبوی ﷺ کا مس کرنا مکروہ جانتے تھے۔

امام ذہبی کہتے ہیں: وہ اس لیے مکروہ جانتے کہ وہ اسے خلاف ادب سمجھتے۔ امام احمد بن حنبل سے قبر نبوی ﷺ کو مس کرنے اور اسے بوسہ دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں دیکھا یہ ان سے ان کے بیٹے عبد اللہ بن احمد نے روایت کیا۔

سوال:

صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ فعل کیوں نہیں کیا؟

جواب:

انہوں نے آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں خوب زیارت کی آپ ﷺ سے ملے اور آپ ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیا، قریب تھا کہ وہ

آپ کے وضو کے پانی پر قتال کرتے اور انہوں نے حج اکبر کے دن پاکیزہ موئے مبارک تقسیم کیے جب آپ ﷺ ناک صاف فرماتے تو آپ ﷺ کا مبارک بلغم کسی آدمی کے ہاتھ پر آتا اور وہ اسے اپنے چہرے پر مل لیتا۔

جب ہمارے نصیب میں یہ چیز نہ آئی تو ہم آپ ﷺ کی قبر انور سے چمٹتے اور تعظیم استلام اور بوسہ لیتے ہیں کیا تم نہیں جانتے حضرت ثابت بنانی تابعی کا فعل کیا تھا؟

کان یقبل ید انس بن مالك ویضعها علی وجهه ویقول ید مست ید رسول الله

وہ حضرت انس بن مالک کے ہاتھ کا بوسہ لیتے اور اسے اپنے چہرے پر رکھتے اور کہتے اس ہاتھ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو مس کیا ہے۔

یہ اُمور ایسے ہیں جن پر نبی کریم ﷺ کی محبت کا غلبہ بھی مجبور کرتا ہے کیونکہ مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اپنی ذات، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر حتی کہ اپنے اموال اور جنت وحور سے زیادہ محبت کرے بلکہ اہل ایمان میں سے کثیر لوگ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو اپنی ذوات سے بڑھ کر محبت کرتے۔

ہمیں جندار نے بیان کیا کہ وہ جبل بقا میں تھے تو ایک آدمی کو سنا کہ وہ حضرت ابوبکر پر سبّ وشتم کر رہا ہے تو انہوں نے اپنی تلوار کھینچ کر اس کی گردن پر ماری اگر وہ اپنے آپ اور آپنے والد کو گالی دیتا سنتے تو اس کے خون کو مباح

قرار نہ دیتے ۔ کیا تم نے صحابہ کے حضور ﷺ سے غلبہ محبت کے بارے میں یہ نہیں پڑھا کہ انہوں نے عرض کیا، کیا ہم آپ ﷺ کو سجدہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ۔ اگر آپ اجازت دیتے تو وہ آپ ﷺ کے سامنے اجلال وتعظیم کی خاطر سجدہ کرتے نہ کہ سجدہ عبادت ۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے سجدہ کیا ۔

اسی طرح کا معاملہ کسی مسلمان کا بطور تکریم وتعظیم قبر نبوی ﷺ کو سجدہ ہے اس سے ہرگز اس پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا جائے بلکہ وہ گناہ گار ہوگا اسے یہ تعلیم دو کہ یہ عمل ممنوع ہے، اسی طرح قبر کی طرف نماز پڑھنا ۔ حافظ ذہبی کی گفتگو مکمل ہوئی ۔

سیر اعلام النبلاء، (۴۔۴۸۵) پر محشی نے لکھا:

مؤلف رحمہ اللہ نے اس سے اپنے شیخ ابن تیمیہ کے رد میں درپے ہوئے جو قبر نبوی ﷺ کی طرف سفر کو جائز نہیں سمجھتا اور وہ کہتا ہے کہ حاجی پر مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کرنا لازم ہے جیسے کہ یہ اپنے مقام پر واضح ہے ۔

ہر صاحب علم پر یہ مخفی نہیں رہنا چاہیے کہ ابن تیمیہ نے اجماع کے خلاف کیا اور حدیث کی ایسی تفسیر کی جو نہ لغت کے مطابق ہے نہ شریعت کے اور اس سے ایک معیوب حکم پیدا ہوا اور وہ اشرف البشر ﷺ کی زیارت کے بارے میں سفر کا حرام ہونا ہے ۔

حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' (۳۔۶۶) پر لکھتے ہیں:

وهی من ابشع المسائل المنقولۃ عن ابن تیمیۃ یہ مسئلہ ان غلط مسائل میں سے ہے جو ابن تیمیہ سے منقول ہیں۔

اور یہ ان میں سے ہے جس کے خلاف دیگر لوگوں نے قبر نبوی ﷺ کی مشروعیت پر اجماع نقل کیا۔

امام مالک سے اس نے نقل کیا کہ وہ یہ کہنا مکروہ جانتے ''زرت قبر النبی ﷺ'' امام مالک کے محققین اصحاب نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ ادباً یہ لفظ بولنا ناپسند کرتے نہ یہ کہ وہ اصل زیارت کو مکروہ جانتے کیونکہ یہ افضل عمل اور ان قربتوں میں سے اعلیٰ ہے جو ذوالجلال تک پہنچاتیں ہیں اور اس کی مشروعیت بلا اختلاف محل اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی صواب کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

بعض محققین کہتے ہیں: ارشاد نبوی ﷺ ''الا الی ثلاثۃ مساجد'' (مگر ان تین مساجد کی طرف) میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے وہ عام ہوگا تو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ کسی جگہ کی طرف سفر نہ کیا جائے خواہ کوئی بھی معاملہ ہو مگر ان تین مساجد کی طرف یا وہ اس سے خاص ہوگا تو اب پہلی صورت عموم کی طرف کوئی راستہ نہیں کیونکہ وہ تجارت، صلہ رحمی، طلب علم وغیرہ سے سفر کا دروازہ بند کر دیتا ہے تو دوسری صورت متعین ہوجائے گی تو بہتر یہ ہے کہ اسے مقدر مانا جائے جس کی مناسبت زیادہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نماز کے لیے کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے مگر ان تین کی طرف، تو اس آدمی کا قول باطل ہوجائے گا جو قبر نبوی

ﷺ کی زیارت اور دیگر صالحین کی زیارت قبور کے سفر سے منع کرتا ہے۔ واللہ اعلم

امام سبکی کبیر نے لکھا ہے کہ ان تین شہروں کے علاوہ زمین میں کوئی ایسا ٹکڑا نہیں جس کو لذاتہ فضیلت ہو حتی کہ اس کی طرف سفر کیا جائے اور فضل سے میری مراد یہ ہے کہ جس کے اعتبار پر شریعت پر گواہ ہو اور اس پر حکم شرعی مرتب ہو اور ان کے علاوہ دیگر بلاد کی طرف ان کی ذات کی وجہ سے سفر نہ کیا جائے بلکہ زیارت یا جہاد یا علم یا دیگر مستحبات اور مباحات کے لیے سفر کیا جائے۔

اور لکھا کہ یہ چیز بعض پر ملتبس ہو گئی اور یہ غلط خیال کیا کہ زیارت کے لیے سفر کرنا وہ ان تین کے علاوہ اور وہ ممانعت میں داخل ہے یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے تو حدیث کا معنٰی یہ ہوگا کہ مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے نہ مقامات میں سے کسی مقام کی طرف اس مقام کی وجہ سے کیا جائے مگر ان تین مذکورہ مساجد کی طرف تو زیارت یا طلب علم کے لیے سفر کرنا کسی جگہ کی طرف نہیں بلکہ وہ اس کی وجہ سے ہے جو اس مکان میں ہے۔ واللہ اعلم

یہی گفتگو "شرح الکرمانی "(۷۔۱۲) اور "عمدۃ القاری از عینی" (۶۔۲۷۶) پر ملاحظہ کیجیے۔

حافظ فقیہ صلاح الدین علائی نے لکھا کہ وہ مسائل جن میں شیخ ابن تیمیہ اُمت سے الگ ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی

زیارت کے لیے سفر کرنا معصیت ہے اور اس میں نماز قصر نہ کی جائے اور اس نے بڑی زیادتی کی اور ایسی بات ان سے پہلے کسی مسلمان نے نہیں کہی۔ان کی یہ گفتگو علامہ کوثری نے ''تکملة الرد علی النونیة'' (ص:۱۴۳) پر نقل کی ہے۔

حافظ فقیہ ابو زرعہ عراقی نے ''تکملة طرح التثریب'' (۶-۴۲) پر لکھا:

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کی بڑی غلط و عجیب گفتگو ہے جو زیارت کے لیے سفر کے منع پر مشتمل ہے کہ وہ قربت نہیں بلکہ اس کی ضد ہے۔اس کا شیخ تقی الدین سبکی نے ''شفاء السقام'' میں خوب رد کر کے اور اہل ایمان کے دلوں کو شفا دی۔

انہوں نے ہی ''اجوبة المرضیة'' (ص:۹۶،۹۸) پر لکھا:

ابن تیمیہ کے دو مسائل طلاق اور زیارت کے بارے میں بڑے ہی غلط ہیں ان دونوں کا رد شیخ تقی الدین سبکی نے الگ الگ کتاب سے کیا اور انہوں نے اسے خوب نبھایا اور احسن انداز میں رد کیا۔

پھر بلا شبہ مقصود زیارت اور سفر سے سیدنا محمد ﷺ ہیں نہ کہ وہ مٹی یا بقعہ جس میں آپ تشریف فرما ہیں تو آپ کی زیارت مشروع ہو گی حتی کہ ابن تیمیہ کے ہاں بھی کیونکہ اس نے اپنے فتاویٰ (۲۷-۲۱) پر لکھا آپ ﷺ کا فرمان ''لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد'' یہ ہر بقعہ کی طرف سفر کو شامل ہے بخلاف سفر برائے تجارت، طلب علم وغیرہ یہ سفر اس حاجت کی طلب کے لیے ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائی سے ملاقات کے لیے سفر وہ بھی مقصود ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ نبی اعظم ﷺ کی بارگاہ کی زیارت کے لیے سفر یہ بھی مقصود ہے وہ مکان نہیں جس میں آپ تشریف فرما ہیں تو آپ ﷺ کی زیارت مشروع ہو گی اور یہ قبر کا اطلاق مجاز مرسل سے ہے اس کے باوجود کہ حدیث نہ تو زیارت قبور کی نہی کو شامل ہے اور نہ ہی ان تین مساجد کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف ممانعت ہے۔

مفہوم حدیث یہ ہے کہ کامل فضیلت ان تین مساجد کی طرف سفر میں ہی ہے۔ اسی طرح اس اُمت کے علماء ربانین نے اسے سمجھا بلکہ امام نووی ''شرح مسلم'' (۹۔۱۰۶) شیخ ابن قدامہ حنبلی ''المغنی'' (۲۔۱۰۳،۱۰۴) پر یہی لکھا اور ان دونوں نے تفسیر حدیث میں اس کو صحیح قرار دیا۔ شیخ ابن قدامہ نے زیارت نبوی ﷺ پر مسجد قباء کی حدیث کہ آپ پیدل اور سوار ہو کر جاتے اور حدیث ''زور القبور'' سے استدلال کیا۔

یہی وہ مفہوم جسے فقہاء صحابہ نے سمجھا مثلاً سیدنا عمر، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو كان مسجد قبا فی اُفق من الافاق ضربنا اليه اكباد المطى	اگر مسجد قبا دنیا کے کسی گوشہ میں ہوتی تو ہم اس کی طرف سواریاں چلاتے۔

اس کو امام عبد الرزاق نے ''المصنف'' (۵۔۱۳۳) میں نقل کیا کہ اس کی اسناد قوی ہے اس کی ایک اور سند ہے جسے شیخ ابن شبہ نے ''تاریخ المدینة المنورة'' (۱۔۴۹) میں نقل کیا تو یہ روایت صحیح ٹھہری ہے۔

نوٹ:

یاد رہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث "لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد" کے راویوں میں سے ہیں اگر یہ ممانعت تحریم کے لیے ہوتی تو وہ مسجد قباء کے حق میں مذکورہ گفتگو نہ کرتے۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لان اصلی فی مسجد قباء رکعتین احب الی من ان اتی بیت المقدس مرتین ولو یعلمون مافی قبا لضربوا الیه اکباد الابل

مسجد قبا میں دو رکعت نماز پڑھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں دو دفعہ بیت المقدس جاؤں اگر لوگ جان لیں جو قبا میں درجہ ہے تو وہ اس کی طرف اُونٹوں پر سفر کریں

اسے شیخ ابن شبہ نے "تاریخ المدینة" (۱-۴۲) پر نقل کیا۔ حافظ ابن حجر "فتح الباری" پر لکھتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت سعد نے یہ بھی فرمایا: اگر میں اہل مکہ سے ہوتا تو میں مسجد خیف میں ایک جمعہ پڑھنا بھی ترک نہ کرتا۔

ولو یعلم الناس مافیه لضربوا الیه اکباد الابل ولان اصلی فی مسجد الخیف رکعتین احب الی من ان اتی بیت المقدس مرتین فاصلی فیه

اگر لوگ اس کے ثواب کو جان لیں تو اس کی طرف اُونٹوں پر سفر کریں اور میرا مسجد خیف میں دو رکعت نماز پڑھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں بیت المقدس میں دو دفعہ جا کر نماز پڑھوں۔

اسے شیخ فاکہی نے ''اخبار مکۃ'' (۴۔۲۶۷) اور امام ابن ابی شیبہ (۲۔۳۷۳) نے ایک اور سند سے اختصاراً بیان کیا۔

فائدہ جلیلہ:

شیخ ابن قیم نے ''بدائع الفوائد'' (۳۔۱۶۸) پر لکھا کہ امام ابن عقیل نے بیان کیا کہ مجھ سے کسی سائل نے پوچھا:

ایما الافضل حجرۃ النبی او الکعبۃ؟

حجرہ نبی ﷺ یا کعبہ سے کون افضل ہے؟

تو میں نے جواب دیا:

ان اردت مجرد الحجرۃ فالکعبۃ افضل وان اردت وھو فیھا فلا واللہ ولا العرش وحملتہ ولا جنۃ عدن ولا الافلاک الدائرۃ لان بالحجرۃ جسداً لووزن بالکونین لرجع

اگر مراد تمہاری فقط حجرہ ہے تو کعبہ افضل ہے اور اگر مراد تمہاری یہ ہے کہ آپ اس میں تشریف فرما ہیں تو پھر کعبہ افضل نہیں ہے اللہ کی قسم نہ عرش اور نہ اس کے حاملین نہ جنت عدن اور افلاک دائرہ کیونکہ حجرہ انور میں ایسا جسم ہے کہ اگر اس کا دونوں جہانوں سے موازنہ کیا جائے تو اسے ترجیح حاصل ہے۔

قاضی عیاض نے ''الشفاء'' (۲۔۱۹) پر لکھا:

لا خلاف ان موضع قبرہ افضل بقاع الارض

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کی قبر انور کی جگہ تمام زمین سے افضل ہے۔

امام قسطلانی نے ''المواھب'' (۴_۲۰۶) پر لکھا:

اجمعوا علی ان المواضع الذی ضم اعضاء ہ الشریفة صلی الله علیه وآله وسلم افضل بقاع الارض حتی موضع الکعبة

اس پر اجماع ہے کہ جس مقام کے ساتھ آپ ﷺ کے اعضاء شریفہ متصل ہیں وہ تمام زمین سے حتی کہ کعبہ کی جگہ سے بھی افضل ہیں۔

امام ابوالیمن ابن عساکر ''الاتحاف'' (ص:۶۳) پر لکھتے ہیں:

افضل بقاع الارض علی الاطلاق

یہ جگہ مطلقاً تمام زمین سے افضل ہے۔

امام سمہودی نے ''الوفاء'' (۱_۸۲) پر شیخ تاج الدین فاکہی سے یہ اتفاق نقل کیا اور پھر لکھا:

واقول انا: افضل بقاع السموات ایضاً

میں کہتا ہوں کہ یہ تمام آسمانوں سے بھی افضل ہے۔

یہاں تک میری گفتگو تھی، طوالت پر معذرت چاہتی ہوں کیونکہ یہ گفتگو ضروری تھی۔

امام ذہبی (۵_۵۸۳، ۹۵۳) پر لکھتے ہیں: حضرت ابومصعب بن عبد اللہ کہتے ہیں مجھے اسماعیل بن یعقوب تیمی نے بیان کیا۔ حضرت ابن منکدر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے انہیں زبان پر کچھ رکاوٹ اور بندش محسوس ہوئی تو وہ اُٹھے:

حتی یضع خدہ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم یرجع فعوتب فی ذلك

اور انہوں نے اپنا رخسار قبر نبوی ﷺ پر رکھا پھر لوٹے کسی نے اس پر عتاب کیا

تو فرمایا:

انه یصیبنی خطر فاذا وجدت ذلك استعنت بقبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مجھے تکلیف پہنچی تھی جب میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے تو میں قبر نبوی ﷺ سے استعانت کرتا ہوں۔

پھر وہ مسجد نبوی ﷺ میں ایک جگہ آئے اس میں اس کے ساتھ چمٹ گئے اور لیٹ گئے ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو بتایا:

انی رأیت النبی فی ھذا الموضع

میں نے نبی کریم ﷺ کو اس جگہ آرام فرماتے دیکھا۔

میں کہتی ہوں: ذہبی کی تاریخ "تاریخ الاسلام" (۸۔۲۵۶) میں "حوادث سنۃ" (۱۲۱۔۱۴۰) میں یہ الفاظ ہیں:

انه تصیبنی خطرۃ فاذا وجدت ذلك استغثت بقبر النبی ﷺ

مجھے تکلیف پہنچی اور جب میں تکلیف پاتا ہوں تو میں قبر نبوی ﷺ سے استغاثہ کرتا ہوں۔

یہ خواب حالت نیند میں ہو گی یا یہ زیارت بیداری میں ہو گی کیونکہ بیداری کے عالم میں زیارت نبوی ﷺ نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً اور اس پر دلائل

کثیر موجود ہیں ان میں سے یہ قول نبی ﷺ ہے:

من رآنی فی المنام فقد رآنی فی الیقظة — جس نے مجھے خواب میں دیکھا بلا شبہ مجھے وہ بیداری میں بھی دیکھے گا۔

یہ حدیث صحیح ہے اسے امام احمد نے (۱۔۴۰۰) ابن ماجہ (۲۔۱۲۸۴) بزار (۷۔۲۰۱) طیالسی (۱۔۳۱۷) طبرانی فی الاوسط (مجمع، ۷۔۱۸۱) کبیر (مجمع، ۷۔۱۸۱، ۱۸۲) میں آپ ﷺ سے کئی طرق سے نقل کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

من رآنی فی المنام فسیر انی فی الیقظة — جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا۔

اسے امام بخاری نے (۶۹۹۳) پر نقل کیا۔ دیکھئے، فائدہ "فتح الباری" (۱۲۔۳۸۵)

امام ابن منکدر کا تعارف

میں چاہتی ہوں کہ آپ کو لگے ہاتھوں اس امام جلیل ثقہ محمد بن منکدر کے حوالے سے بتاؤں کہ حافظ ذہبی نے "السیر" (۵۔۳۵۳) پر ان کے بارے میں لکھا کہ امام، حافظ، قدوہ، شیخ الاسلام ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں: یہ قرأة کے سربراہوں سے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھتے وقت رونے پر کنٹرول نہیں کر سکتے تھے۔

امام مالک کہتے ہیں: حضرت ابن منکدر قرأ کے سربراہ ہیں۔

خشیت الٰہی پر رونا

شیخ یحیٰ بن فضل کہتے ہیں: میں نے لوگوں کو حضرت محمد بن منکدر کے بارے میں کہتے ہوئے سنا کہ ایک رات وہ نماز پڑھتے ہوئے رو پڑے، ان کا رونا اتنا کثیر ہوا کہ ان کے گھر والے گھبرا گئے تو انہوں نے ان سے پوچھا تو وہ اس پر خاموش رہے اور روتے رہے، انہوں نے شیخ ابو حازم کو پیغام بھیجا وہ آئے اور پوچھا کس چیز نے انہیں رولا دیا؟ تو فرمایا:

مرت بی آیات — میں نے ایک آیت پڑھی۔

پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ فرمایا:

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (پ۲۴، الزمر:۴۵) — اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

شیخ ابو حازم بھی اس کے ساتھ رو پڑے تو ان دونوں کا رونا شدید ترین تھا۔

امام مالک بیان کرتے ہیں: حضرت محمد بن منکدر سے جب بھی کوئی حدیث نبوی ﷺ پوچھی جاتی تو آپ رو دیتے۔

محمد بن منکدر کہتے ہیں:

کابدت نفسی اربعین سنۃ حتی استقامت — میں نے چالیس سال تک اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا حتی کہ وہ سیدھا ہو گیا

شیخ یعقوب فسوی کہتے ہیں:

هو غاية فی الاتقان والحفظ والزهد حجة وہ اتقان، حفظ اور زہد میں انتہائی درجہ پر اور حجت ہیں۔

حضرت سفیان کہتے ہیں: ابن منکدر نے کہا:

کم من عین ساھرة فی رزقی فی ظلمات البر والبحر بہت ساری آنکھیں مجھے رزق فراہم کرنے کے لیے بیدار ہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں۔

جب آپ روتے اپنے چہرے اور داڑھی سے آنسو پونچھتے ہوئے کہتے

بلغنی ان النار لا تاکل موضعاً مسته الدموع مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آگ اس جگہ کو نہیں کھاتی جسے آنسوؤں نے چھوا ہو۔

حضرت ابن منکدر (ت:۱۳۰ھ) سن میں فوت ہوئے تو ایسے بڑے امام سے سید الاکوان ﷺ کی قبر انور کے بارہ اُوپر گزرا کہ وہ اس سے استعانت واستغاثہ کرتے۔

امام ذہبی (۱۲۔۴۰۰۔۴۰۴) پر لکھتے ہیں: امام حافظ ربانی زاہد عابد قدوہ محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں: کہ میں نے ''کتاب التاریخ'' لکھی:

اذا ذاك عند قبر رسول الله فی اللیالی المقبرة وقل اسم فی التاریخ الاوله قصة الاانی کرهت تطویل الکتاب۔ یہ چاندنی راتوں میں رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے پاس لکھی اور بہت کم تاریخ میں ایسا کوئی نام ہے جس کا کوئی نہ کوئی واقعہ نہ ہو مگر میں نے کتاب کو لمبا کرنا ناپسند کیا۔

شیخ ابن عدی کہتے ہیں : میں نے عبد القدوس بن ہمام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے بہت سارے مشائخ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شیخ محمد بن اسماعیل نے اپنے جامع بخاری کے تراجم وعنوانات

بین قبر رسول الله ومنبره وكان يصلى لكل ترجمة ركعتين

رسول اللہ ﷺ کے قبر انور اور منبر پاک کے درمیان لکھے اور ہر عنوان کے لیے دو رکعت نماز ادا کرتے۔

میں کہتی ہوں کہ یہ امام بخاری نے قبر انور کے پاس اس لیے لکھا تا کہ رسول اللہ ﷺ کی برکت سے مدد حاصل کریں کیونکہ آپ ﷺ قبر انور میں زندہ ہیں۔ کاش امام بخاری ان واقعات کو ذکر کرتے کیونکہ یہ بڑے عجائبات پر مشتمل تھے جیسے وہ واقعات جن کا ذکر حافظ ذہبی نے کیا۔ بخاری کا مذکورہ قول خطیب نے ''التاریخ'' (۲۔۷۰) پر نقل کیا۔

نبی کریم ﷺ کے ستون اور منبر سے تبرک حاصل کرنا

امام ذہبی (۵۔۲۱۱) میں امام عالم کبیر، ثقہ، حافظ، فقیہ حکم بن عتیبہ کوفی کے حالات میں لکھتے ہیں۔ حضرت مغیرہ کا بیان ہے:

كان الحكم اذا قدم المدينة فرغت له سارية النبى صلى الله عليه وآله وسلم

حکم جب مدینہ طیبہ آتے تو ان کے لیے ستون نبی کو خالی کیا جاتا اور آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔

میں کہتی ہوں :اس کی سند صحیح ہے۔ شیخ ذہبی نے اسے ''تذکرۃ الحفاظ''(۱۔۱۱۷) پرنقل کیا۔

امام حاکم کامقام

حکم بن عتیبہ کبیر امام ہیں :امام اوزاعی کہتے ہیں : مجھے یحیٰی بن ابی کثیر نے پوچھا جبکہ ہم منٰی میں تھے کہ تم حکم بن عتیبہ سے ملے ہو؟ میں نے کہا، ہاں! ایک روایت میں ہے کہ امام اوزاعی نے کہا: میں نے حج کیا تو میری ملاقات عبدہ بن ابی لبابہ سے ہوئی انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تم حکم سے ملے ہو؟ میں نے کہا: نہیں ۔فرمایا: ان سے ملو، ان دو پہاڑوں کے درمیان ان سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں جبکہ وہاں حضرت عطاء اوران کے شاگرد بھی تھے۔

شیخ ابن معین کہتے ہیں :حکم صاحب عبادت وفضل ہیں ۔شیخ عجلی کہتے ہیں: حکم ثقہ، فقیہ صاحب سنت واتباع ہیں ۔۱۱۵ھ میں ان کا وصال ہوا۔

(دیکھئے :سیر۔۵۔۲۰۸،۲۱۳۔تذکرۃ الحفاظ : ۱۔۱۱۷)

امام ذہبی (۸۔۵۴)پر امام شیخ الاسلام ، حجۃ الامہ امام دارالہجرہ مالک بن انس کے تذکرہ میں کہتے ہیں :مصعب زبیری کہتے ہیں : میں نے ابن زبیر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں امام مالک نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عطا بن رباح کو دیکھا:

دخل المسجد ، واخذ برمانة المنبر ثم استقبل القبلة
مسجد نبوی میں وہ داخل ہوئے اور انہوں نے منبر کا پایہ پکڑا اور پھر قبلہ رُخ ہوئے۔

میں کہتی ہوں : حضرت عطاء نے منبر نبوی ﷺ کا پایہ تبرک حاصل کرنے کے لیے پکڑا کیونکہ اس پایہ نے تمام مخلوق سے افضل ذات سے برکت حاصل کی ہے۔

حضرت عطاء کا تعارف

حضرت عطاء بن ابی رباح کے بارے میں ذہبی نے ''السیر (۵۔۷۸) پر لکھا۔ امام شیخ الاسلام، مفتی حرم انہوں نے حضرت عائشہ، اُم سلمہ، اُم ہانی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، حکیم بن حزام، رافع بن خدیج، زید بن ارقم، زید بن خالد جہنی، صفوان بن اُمیہ، ابن زبیر عبد اللہ بن عمرو، جابر، معاویہ، ابو سعید اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے پڑھا۔

حضرت عطاء کہتے ہیں : میں نے رسول اللہ ﷺ کے دو سو صحابہ کی زیارت کی اور آگے ان سے تابعین اور ان کے اتباع اعلام نے حدیث بیان کی

حضرت ثوری نے عمر بن سعید بن ابو حسین سے انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا کہ انہوں نے مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کوئی شے پوچھنے کے لیے بھیجا تو فرمایا : اے اہل مکہ! تم میرے پاس آئے ہو اور

تمہارے پاس عطا موجود ہے؟ ایک روایت میں یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

بشر بن سری، عمر بن سعید سے بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا:

سید المسلمین عطاء بن ابی رباح — مسلمانوں کے سربراہ عطاء بن ابی رباح ہیں۔

سن ۱۱۵ھ میں ان کا وصال ہوا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح کے بارے میں یہ ضدی لوگ کیا کہتے ہیں کیا وہ بدعتی ہیں کہ انہوں نے ممبر پاک ﷺ کے پایہ سے امام، مجتہد، حافظ حدیث مالک بن انس کے سامنے تبرک حاصل کیا، انہوں نے اسے لوگوں کے سامنے کیا جو اُمت کے اعلام اور اسلاف میں سے تھے اور حضرت عطا ہی منبر نبوی ﷺ کے پایہ سے تبرک حاصل کرنے والے نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ایسا کیا کرتے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ''المصنف'' (۲-۴-۱۲۱) میں یہ باب قائم کیا:

فی مس منبر النبی — منبر نبوی ﷺ کو چھونے کا باب۔

پھر بیان کیا کہ ہمیں زید بن حباب نے بتایا کہ ابو مودود نے مجھے یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے بیان کیا:

رأیت نفراً من اصحاب النبی اذا خلالھم المسجد قاموا الی رمانة المنبر القرعا فمسوھا ودعوا

میں نے صحابہ کی جماعت کو دیکھا جب مسجد خالی ہوجاتی تو وہ منبر پاک کے پایہ کے پاس جاتے اور دعا کرتے۔

اور میں نے یزید کو ایسے کرتے دیکھا۔ اس کی سند صحیح ہے مطبوعہ نسخہ ''المصنف'' کی سند میں تحریف کردی گئی۔

آپ ﷺ کے موئے مبارک سے مدد اور برکت حاصل کرنا

حافظ ذہبی (۱۔۳۷۴،۳۷۵) پر لکھتے ہیں :ہیثم کہتے ہیں ، ہمیں عبد الحمید بن جعفر نے اپنے والد سے بیان کیا: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک میں اپنی ٹوپی گم کردی ، فرمایا: اسے ڈھونڈو لیکن وہ نہ ملی ، جب وہ ملی تو وہ پرانی ٹوپی تھی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا آپ ﷺ نے سر اقدس منڈوایا:

فابتدر الناس شعرہ فسبقتھم الی ناصیة فجعلتھا فی ھذہ القلنسوة فلم اشھد قتالاً وھی معی الا رزقت النصر

لوگوں نے آپ کے بال مبارک حاصل کرنے شروع کیے میں نے ان میں سے پیشانی کے بال لیے اور انہیں اپنی اس ٹوپی میں رکھ دیا میں جب بھی کسی جنگ میں جاتا ہوں یہ میرے پاس ہوتے ہیں اور مجھے فتح ونصرت نصیب ہوتی ہے۔

شیخ ابن وہب، عبد الرحمٰن بن ابی زناد سے وہ عبد الرحمٰن بن حارث سے بیان کہتے ہیں کہ مجھے ثقہ لوگوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کے حلق کے دن لوگوں نے آپ ﷺ کے یہ بال مبارک حاصل کیے:

فبدرهم خالد الى ناصية فجعلها في قلنسوة — حضرت خالد نے آپ ﷺ کی پیشانی کے بال لیے اور انہیں اپنی ٹوپی میں رکھ لیا

میں کہتی ہوں اسے ابو یعلیٰ نے اپنی "مسند" (۱۳۔۱۳۸) سعید بن منصور نے جیسے "اصابة" (۲۔۲۵۳،۲۵۴) پر ہے، امام حاکم نے "المستدرك" (۳۔۲۹۹) ابو نعیم نے "الدلائل" (۲۔۵۷۳) طبرانی کی "المعجم الكبير" (۴۔۱۰۴) اور اسی سند سے ذہبی نے "السير" (۱۳۰۔۶۱) ابو حمید کی سند سے نقل کیا۔ ابو یعلیٰ کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فما وجهت في وجه الا فتح لي — جب بھی میں کسی جنگ میں گیا ہوں اس میں مجھے فتح دی گئی ہے۔

حافظ نے اس کی "فتح الباری" (۷۔۱۰۱) میں سعید بن منصور کی طرف نسبت کی اور اس پر خاموشی اختیار کی۔

حافظ احمد بن ابوبکر بوصیری نے "اتحاف الخيرة" (۹۔۳۶۱) میں لکھا کہ اسے ابو یعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا، ذہبی نے اس کا شاہد طریقہ ابن وہب سے ذکر کیا جو اُوپر گزرا ہے۔

شیخ ذہبی (۳۔۳۰۸) میں لکھتے ہیں، عفان نے حماد سے انہیں ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب منیٰ میں سر اقدس منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے جسم کے بال حاصل کیے اور انہیں وہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس لائے تو انہوں نے اپنی خوشبو کی ڈبیہ میں رکھا اور بیان کرتیں ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے ہاں چمڑے کے بستر پر قیلولہ کیا آپ ﷺ کو پسینہ آتا تھا تو میں نے وہ پسینہ ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کیا آپ ﷺ بیدار ہوئے تو پوچھا:

ما تفعلین ؟ تم کیا کر رہی ہو؟

میں نے عرض کیا:

اُرید ان ادوف اخلط طیبی میں چاہتی ہوں کہ اسے اپنی خوشبو میں ملاؤں۔

میں کہتی ہوں اسے امام ابن سعد نے ''الطبقات'' (۸۔۴۲۸،۴۲۹) اور احمد نے ''المسند'' (۳۔۲۸۷) پر نقل کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔

شیخ ذہبی (۳۔۱۵۸،۱۶۰) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صفا پر تھا مجھے قینچی لانے کا کہا گیا تو میں نے آپ ﷺ کے جہاں جہاں سے بال کاٹے

فاذا انا مت فخذ وا ذلك الشعر   توجب میں مرجاؤں تو ان بالوں کو لے

فاحشوا به فمی ومنخری   لو اور میرے منہ اور ناک پر ان کو رکھ دو

یہ میمون بن مہران سے سند کے ساتھ اسی طرح روایت کیا گیا۔

منقول ہے کہ حضرت معاویہ نے یزید سے کہا، سب سے زیادہ خوف مجھے اس چیز میں ہے کہ جو معاملہ میں نے تیرے بارے میں کیا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دن حاضر تھا آپ ﷺ نے ناخن مبارک کاٹے اور بال مبارک کٹوائے:

فجمعت ذلك فاذا مت فاحش به   میں نے انہیں جمع کیا جب میں فوت

فمی وانفی   ہو جاؤں تو انہیں میرے منہ اور ناک پر رکھو

عبد الاعلیٰ بن میمون بن مہران اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے یہ وصیت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کروایا آپ ﷺ نے قمیص مبارک اُتاری مجھے پہنائی میں نے اسے سنبھال رکھا اور آپ ﷺ کے ناخن مبارک بھی محفوظ رکھے ہیں جب میں فوت ہو جاؤں:

فالبسونی قمیص علی جلدی   تو مجھے میرے جسم پر وہ قمیص پہنا دو اور

واجعلوا القلامة مسحوقة فی عینی   ان ناخن کے حصص کو میری آنکھوں پر

فعسی الله ان یر حمنی ببر کتها   ڈال دو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم کرے۔

میں کہتی ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کی صحت میں دیگر سندیں اضافہ کرتی ہیں آخری جملہ تاریخ طبری سے ہے اس حدیث کو امام طبری نے اپنی "تاریخ"

(۶-۱۸۲) پر نقل کیا اور کہا کہ مجھے احمد بن زہیر نے سلیمان بن ایوب سے بیان کیا
شیخ بلاذری نے ''انساب الاشراف'' (۵-۱۶۰) میں نقل کیا اور کہا کہ
مجھے ہشام بن عمار نے عبدالحمید بن حبیب سے بیان کیا۔

ابن سعد نے ''الطبقات'' میں اور ابن عساکر نے اپنی ''تاریخ'' میں (۱۶-۳۷۹) پر نقل کیا اور ان دونوں نے سلیمان بن ایوب اور ابن حبیب نے اوزاعی سے انہوں نے عبدالاعلیٰ بن میمون بن مہران نے اپنے والد سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مرض میں کہا جس میں وہ فوت ہو گئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کروایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الا اکسوك قميصاً؟

کیا میں تجھے قمیص نہ پہناؤں؟

میں نے عرض کیا، کیوں نہیں، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ ﷺ نے قمیص اُتاری اور مجھے پہنائی اور میں نے اسے کچھ دیر پہنا اور پھر اسے محفوظ کر لیا تاکہ بوسیدہ نہ ہو آپ ﷺ نے ناخن ترشوائے، میں نے ان کو حاصل کر لیا اور ایک شیشی میں رکھ لیا:

فاذا مت فاجعلوا قميص رسول الله ﷺ على جلدى وقطعوا تلك القلامة واسحقوها واجعلوها فى عينى فعسى الله ان يرحمنى ببركتها

جب میں فوت ہو جاؤں تو رسول اللہ ﷺ کی قمیص میرے جسم پر اور ان ناخنوں کو پیس لو اور میری آنکھوں پر رکھ دینا اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم کرے گا۔

الفاظ ابن عساکر کے ہیں اور طبری کا اضافہ اور الفاظ یہ ہیں کہ حضرت معاویہ نے اپنے مرض وصال میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قمیص مبارک پہنائی تو میں نے اسے محفوظ کر لیا آپ ﷺ نے ناخن ترشوائے تو میں نے وہ ایک شیشی میں محفوظ کر لیے:

فاذا مت فالبسونی ذلك القمیص وقطعوا تلك القلامة واسحقوها وذروها فی عینی وفی فیّ ای فمی فعسی الله ان یرحمنی ببرکتها

جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے وہ قمیص پہناؤ اور ان ناخنوں کے حصص کو باریک کر کے میری آنکھوں اور منہ میں رکھ دو شاید اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم کرے۔

امام طبری نے اسے نقل کر کے کہا، مجھے احمد زہیر نے علی سے ان سے سلیمان بن ایوب نے، علی بن مجاہد نے عبد الاعلیٰ سے بیان کیا۔

بلاذری نے اسے (۵۔۱۵۹) پر مدائنی سے اور انہیں علی بن مجاہد نے بیان کیا۔

امام ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" (۱۔۳۷۹) پر لکھا ہمیں ابوقاسم اسماعیل بن احمد نے انہیں ابوبکر لالکائی نے انہیں ابوحسین معدل نے انہیں ابوعلی بردعی نے کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے انہیں زکریا بن یزید نے انہیں علی بن عاصم نے ابن جریج سے از حسین بن مسلم از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آیا تو کہا، اے

میرے بیٹے! میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صفا پر تھا مجھے قینچی لانے کا کہا تو میں نے آپ ﷺ کے موئے مبارک یہاں یہاں سے لیے جب میں فوت ہوجاؤں تو ان بالوں کو لے کر میرے منہ اور ناک میں رکھنا۔

امام ابن عساکر نے بھی (۱۶۔۳۷۹،۳۸۰) میں طریق محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم میں بیان کیا کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یزید کسی مقام پر تھا، نمائندہ آیا اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرض کی اطلاع دی تو وہ اپنے والد کے پاس آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا، بیٹے میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں تھا تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک دن نکلا مجھے آپ ﷺ نے وہ کپڑا پہنایا جو آپ ﷺ کے جسم کے ساتھ تھا، میں نے اسے اس دن کے لیے محفوظ کیا جب میں فوت ہوجاؤں تو مجھے وہ قمیص میرے کفن کے نیچے پہنانا جو میرے جسم سے متصل ہو۔رسول اللہ ﷺ کے یہ مبارک بال اور ناخن ہیں، میں نے انہیں اس دن کے لیے محفوظ رکھا تھا ان بالوں اور شریف ناخنوں کو مرے منہ اور آنکھوں اور سجود کی جگہ پر رکھنا کہ اگر کسی شے نے نفع دیا ورنہ اللہ غفور رحیم ہے۔

حافظ ابن عساکر نے اس سند کے بعد کہا کہ صحیح یہی ہے کہ یزید ان کی زندہ حالت میں نہیں آیا وہ موت کے بعد آیا تھا۔

میں کہتی ہوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول صحیح ہے اور اس کے شواہد ہیں اور یزید کا تذکرہ شاید کسی راوی کی خطا ہے۔

امام ذہبی (۴۳، ۴۲۔۴) پر امام، فقیہ، ثقہ، متقن، تابعی جلیل عبیدہ بن ناجیہ سلمانی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین نے حضرت عبیدہ کو بتایا کہ ہمارے ہاں رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک ہے جو ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملا ہے، تو حضرت عبیدہ نے بتایا:

لان یکون عندی منہ شعرۃ احب الی من کل صفراء وبیضاء علی ظہر الارض

میرے ہاں آپ ﷺ کے موئے مبارک کا ہونا مجھے پشت زمین پر ہر سونے چاندی سے زیادہ محبوب ہے۔

امام ذہبی کہتے ہیں، یہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا قول کمال محبت کا معیار ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے موئے مبارک کو تمام لوگوں کے سونے اور چاندی پر ترجیح دی جائے اور یہ امام نبی کریم ﷺ کے پچاس سال بعد ایسا کہہ رہا ہے تو کیا ہوگا جب ہم اپنے وقت میں ایسی بات کہیں اگر ہم کوئی موئے مبارک ثابت سند کے ساتھ یا آپ ﷺ کے نعل کا تسمہ پالیں یا آپ کے ناخن کا تراشا یا ایسے برتن کا حصہ جس میں آپ ﷺ نے پیا، اگر کوئی غنی اپنا عظیم مال خرچ کر کے اسے حاصل کرتا ہے تو کیا تم اسے اسراف کرنے والے یا بے وقوف تصور کرو گے؟ ہر گز نہیں، تم اپنا مال اس مسجد کی زیارت پر خرچ کرو جو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے بنائی اور آپ پر آپ کے شہر میں حجرہ کے پاس سلام کے لیے اور آپ کے اُحد کی لذت پانے کے لیے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ آپ سے پیار کرتا ہے اور ریاض الجنہ اور آپ کے بیٹھنے کی جگہ کے داخلہ

کے لیے اور آپ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ یہ سردار تمہیں اپنے نفس، مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو اور اس پتھر کو چومو جو معزز اور جنت سے لایا گیا ہے

وضع فمك لاثماً مكاناً قبله سيد البشر بيقين — اور اپنا منہ اس جگہ سے لگاؤ جسے سید البشر نے یقیناً چوما ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک کرے جو تمہیں عطا کیا اس سے بڑھ کر کیا فخر ہو سکتا ہے اگر ہم اس ہاتھ والی چھڑی کو پانے میں کامیاب ہو جائیں جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کی طرف اشارہ کیا پھر اس چھڑی کو چوما تو ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اس ہاتھ والی چھڑی کی تعظیم اور چومنے کے لیے اژدحام کریں اور ہم واضح طور پر جانتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا آپ ﷺ کی چھڑی اور نعلین پاک کو چومنے سے ارفع واعلیٰ ہے۔

صحابی کے ہاتھ کا بوسہ

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملتے تو ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور کہتے:

يد مست يد رسول الله صلى الله عليه وسلم — یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

تو ہم کہتے ہیں، جب ہم یہ چیز فوت کر چکے تو یہ پتھر نہایت ہی معظم اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کی طرح ہے:

مسته شفتا نبينا ﷺ لاثماً له فاذا فاتك الحج وتلقيت الوفد فالتزم الحاج وقبل فمه وقل فم مس بالتقبيل حجراً قبله خليلي ﷺ

اسے ہمارے نبی ﷺ کے مبارک ہونٹوں نے بوسہ دیا اور اس سے وہ لگے جب تم حج نہ کر سکو اور حاجیوں سے ملو تو حاجیوں سے چمٹو اور ان کے منہ کو چومو اور کہو کہ یہ وہ منہ ہیں جسے حجر اسود کا بوسہ ملا جسے میرے خلیل ﷺ نے چوما تھا۔

میں کہتی ہوں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا قول، ابن سعد نے "الطبقات" (۶-۹۵) پر نقل کیا۔

موئے مبارک پانا دنیا ومافیہا سے بہتر

امام بخاری نے اپنی صحیح (ص:۱۷۰) میں امام محمد ابن سیرین نے نقل کیا، میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ہمارے ہاں موئے مبارک ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا ہے تو انہوں نے کہا:

لان تكون عندى شعرة منه احب الیّ من الدنيا وما فيها

میرے ہاں آپ کے بال شریف کا ہونا دنیا ومافیہا سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے سر اقدس منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے بال شریف لینے والے ہیں۔ (البخاری:۱۷۱)

حضرت ابوطلحہ، حضرت انس کی والدہ حضرت اُم سلیم کے شوہر ہیں۔

حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' (۱۔۲۷۴) پر لکھا:

فیہ التبرک بشعرہ ﷺ وجواز اقتنائہ — اس سے آپ ﷺ کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنا اور ان کے محفوظ کرنے کا جواز ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور تبرکات نبوی ﷺ

امام ذہبی (۵۔۱۴۳) پر امام عابد، صالح، ولی، قانت، صاحب رجوع صاحب تضرع ثقہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں، ابن وہب نے مالک سے بیان کیا کہ امیر صالح بن علی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قبر کے بارے میں پوچھا تو کوئی خبر دینے والا نہ ملا حتی کہ راہب کی طرف راہنمائی کی گئی تو آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا تم قبر صدیق کی تلاش کر رہے ہو؟ وہ فلاں مزرعہ (کھیت) میں ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں، ہمیں محمد بن عمر انہیں محمد بن مسلم بن جماز نے عبد الرحمٰن بن محمد سے بیان کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے موت کے وقت یہ وصیت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے بال مبارک اور ناخن مبارک منگوائے اور کہا:

اجعلوہ فی کفنی — انہیں میرے کفن میں رکھ دو۔

میں کہتی ہوں اسے ابن سعد نے ''الطبقات '' (۵۔۴۰٦) میں نقل کیا اور پہلے گزرا احمد بن عمر ''تاریخ'' میں امام وجحت ہیں ۔

امام ذہبی نے (۷۔۴١۷) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا:

رایت رسول الله ﷺ والحلاق يحلقه وقد اجتمع اصحابه فما تسقط من شعرة الا بيد رجل

میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کا حجام آپ ﷺ کا سر اقدس مونڈ رہا ہے اور آپ ﷺ کے صحابہ ارد گرد جمع ہیں تو آپ ﷺ کا بال مبارک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر آتا ہے

میں کہتی ہوں ، اس حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنی ''صحیح '' (۲۳۲۵) پر کی ، امام نووی (۸۔۹١) مطبوعہ ابوحیان میں لکھتے ہیں ۔

اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک کا بیان ہے اور یہ بیان ہے کہ صحابہ آپ ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرتے اور آپ ﷺ کے دست اقدس کے برتن میں داخلہ سے تبرک پاتے اور آپ ﷺ کے موئے مبارک سے بھی اور ان کی یہ تعظیم کرتے کہ وہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آتا جسے وہ حاصل کرتے ۔

اللہ تعالیٰ خوارج اور اہل بدعت سے بچائے

امام ذہبی (١١۔۲١۲) میں امام اعظم احمد بن حنبل کے حالات میں لکھتے

ہیں کہ ان کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا:

شعرۃ من شعر النبی ﷺ فیضعھا علی فیہ یقبلھا واحسب انی رأیتہ یضعھا علی عینہ ویغمسھا فی الماء ویشربہ یستشفی بہ

انہوں نے نبی ﷺ کا بال مبارک لیا اسے اپنے منہ پر رکھا، چوما اور یہ خیال آتا ہے کہ میں نے انہیں اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے دیکھا اسے پانی میں ڈبوتے، پانی پیتے اور اس سے شفا حاصل کرتے۔

میں نے انہیں دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا مبارک پیالہ لیتے اور اسے پانی سے بھرتے اور پھر اس سے پیتے اور میں نے انہیں زمزم پیتے ہوئے دیکھا اس سے شفا حاصل کرتے، اپنے ہاتھوں اور منہ (چہرے) پر ملتے۔

امام ذہبی کہتے ہیں، کہاں ہے وہ منکر امام احمد پر اعتراض کرنے والا؟ کہ یہ ثابت ہے کہ عبد اللہ نے اپنے والد گرامی سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو منبر نبوی ﷺ کے پائے کو مس کرتا اور حجرہ پاک کو مس کرتا ہے تو فرمایا:

لا اری بذلک باساً

میں اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔

اور امام ذہبی نے لکھا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمہیں بھی خوارج اور بدعتیوں سے محفوظ رکھے۔

میں کہتی ہوں عبداللہ کا اپنے والد سے پوچھنا ، ''کتاب العلل''
(۲_۳۲،رقم:۲۵۰) پر مروی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا فتویٰ

عبداللہ کہتے ہیں، میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا:

يمس منبر النبي ﷺ ويتبرك بمسه ويقبله ويفعل بالقبر مثل ذلك او نحو هذا يريد بذلك التقرب الى الله عزوجل ؟	جو منبر نبوی ﷺ کو مس کرے اس مس سے برکت حاصل کرے اسے چومے اور قبر انور کے ساتھ اسی طرح کرے یا اس کی مثل اور اس سے مراد اس کی اللہ عزوجل کی طرف تقرب ہو۔

تو فرمایا:

لا باس بذلك	اس میں کوئی حرج نہیں ۔

اور یہ اس نسخہ میں بھی ہے جو وصی اللہ عباس سلفی کی تحقیق سے مکتبہ اسلامی نے شائع کیا۔(۲_۴۹۲،رقم:۳۲۴۳)

حافظ عراقی کہتے ہیں، حافظ ابوسعید علائی نے بتایا کہ میں نے امام احمد بن حنبل کے بیٹے کے جزء قدیم میں شیخ ابن ناصر اور دیگر حفاظ کی تحریر پڑھی کہ امام احمد سے قبر نبوی ﷺ اور دیگر کے چومنے کے بارے میں سوال ہوا، تو فرمایا

لا باس بذلك	اس میں کوئی حرج نہیں ۔

ہم نے یہ چیز ابن تیمیہ کو دکھائی تو وہ اس پر تعجب کرتے ہوئے کہنے لگا میرے نزدیک امام احمد ایک بزرگ ہستی ہیں انہوں نے یہ بات کہی ہے؟ تو کہا اس میں کونسی تعجب والی بات ہے؟ (حاشیہ الرد المحکم المتین: ۲۷۳)

امام احمد کا یہ فتویٰ بلا شک ان سے ثابت ہے اسے ان سے ان کے بیٹے نے روایت کیا اور وہ ان لوگوں میں بڑے ثقہ ہیں جنہوں نے اپنے والد، سے کتب روایت کیں جب ان کے والد، اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہوئے تو ان کا بیٹا زیر تربیت تھا اور یہ مسند ہمارے پاس عبد اللہ بن احمد کے علاوہ کسی سند سے نہیں آئی اسی طرح ان کی غالب کُتب کا حال ہے اس پر اضافہ یہ کہ مضبوط حفاظ نے یہ فتویٰ امام احمد سے نقل کیا مثلاً محقق ناقد ذہبی، حافظ صلاح علائی ودیگر حفاظ ہیں۔

امام ذہبی (۱۱۔۲۵۰) اس آزمائش کا ذکر کرتے ہیں جس میں امام احمد بن حنبل مبتلا ہوئے انہیں سزا دی گئی، مارا پیٹا گیا، پھر انہوں نے امام احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ جب انہیں سزا دی گئی ان کے پاس حضور ﷺ کا موئے مبارک جو ان کی قمیص کی آستین میں تھا تو اسحاق بن ابراہیم میری طرف متوجہ ہوئے آپ کے پاس یہ سلی ہوئی چیز کیا ہے؟ تو میں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک ہے تو بعض نے اس قمیص کو پھاڑنے کی کوشش کی تو معتصم نے کہا نہ پھاڑو تو انہوں نے اُتارا، میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے بال مبارک کی وجہ سے قمیص پھاڑنے سے بچایا۔

امام ذہبی (۱۱-۳۳۷) پر کہتے ہیں، شیخ خلال کہتے ہیں، مجھے عصمہ بن عصام نے اور امام حنبل نے بیان کیا کہ فضل بن ربیع کے بچے نے عبد اللہ بن احمد بن حنبل کو قید میں تین موئے مبارک دیئے اور کہا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں تو امام ابو عبد اللہ نے اپنی موت کے وقت وصیت کی کہ ان میں سے ایک کو میری آنکھوں پر اور ایک کو میری زبان پر رکھا جائے ان کے وصال کے وقت ایسا ہی کیا گیا۔

میں کہتی ہوں امام ابن جوزی نے "مناقب الامام احمد" (۱۸۶، ۱۸۷) پر یہ باب قائم کیا "الباب الرابع والعشرون فی ذکر تبرکه واستشفائه بالقرآن وماء زمزم وشعر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وقصعته" پر ابن جوزی نے امام احمد کے بیٹے صالح سے روایت کیا کہ میں بسا اوقات بیمار ہوتا:

فیاخذ ابی قدحاً فیه ماء فیقرأ فیه — میرے والد ایک پیالے میں پانی لیتے کچھ پڑھ کر دم کرتے۔

پھر فرماتے:

اشرب منه واغسل وجهك ویدیك — اسے پی لو اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اس سے دھو لو۔

ابن جوزی نے عبد اللہ بن احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو اپنے منہ پر رکھ کر چوم رہے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ میں نے انہیں آنکھوں پر لگاتے ہوئے بھی دیکھا

اور اسے پانی میں رکھتے اور پھر شفا کے لیے پیتے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا پیالہ لیا اور اس میں پانی لیا اور گڑھے میں ڈال دیا پھر اس گڑھے سے پیا اور میں نے انہیں کئی دفعہ ماء زمزم پیتے اور اس سے شفاء حاصل کرتے اور چہرے اور بدن پر ملتے ہوئے دیکھا۔

ابن جوزی نے (۴۰۶، ۴۰۷) پر امام حنبل سے بیان کیا کہ انہیں فضل بن ربیع نے امام احمد کو جبکہ وہ جیل میں تھے تین موئے مبارک دیئے تو کہا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک ہیں تو امام احمد بن حنبل نے موت کے وقت وصیت کی کہ ان میں سے ایک ایک بال ان کی آنکھوں پر اور تیسرا ان کی زبان پر رکھا جائے تو ان کی موت کے وقت ایسا ہی کیا گیا۔

سید الخلق ﷺ کے بال مبارک سے تبرک آپ ﷺ کے وصال کے بعد، اس کو امام ذہبی نے یوں بیان کیا ''السیر'' (۱۱۔۲۳۱) کہ یہ مشہور ہے اور ثابت ہے کہ بغداد میں ۲۰۷ھ کو سیلاب آیا جو مقبرہ احمد میں داخل ہوا۔ پانی دہلیز سے ایک ہاتھ اُوپر داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے رُک گیا اور امام احمد کی قبر کے ارد گرد غبار رکاوٹ بن گئی اور یہ بہت بڑی نشانی قرار پائی۔

فائدہ جلیلہ:

علامہ ابن جوزی حنبلی نے ''مناقب امام احمد بن حنبل'' (۴۵۴، ۴۵۵) پر لکھا مجھے ابوبکر بن مکارم بن یعلیٰ حربی نے بیان کیا جو صالح شیخ ہیں کہ ایک

سال میں رمضان کی آمد سے پہلے کثیر بارش ہوئی میں ایک رات رمضان میں سویا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ گویا میں اپنی عادت کے مطابق امام احمد بن حنبل کی قبر کے پاس گیا اور اس کی زیارت کی تو ان کی قبر ایک اینٹ یا دو اینٹوں کی مقدار زمین سے ملی ہوئی ہے میں نے پوچھا یہ کثرت بارش کی وجہ سے ہوتی ہے۔ میں نے قبر سے سنا، نہیں:

بل هذا من هيبة الحق عزوجل — بلکہ یہ اللہ عزوجل کی ہیبت سے ہوا ہے۔

کیونکہ اللہ عزوجل نے مجھے زیارت بخشی اور میں نے ہر سال اپنی زیارت کا راز پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمد!

لانك نصرت كلامي فهو ينشر ويتلى في المحاريب فاقبلت على لحده اقبله — تم نے میرے کلام کی مدد کی اور وہ پھیلا اور محرابوں میں پڑھا جاتا ہے تو میں ان کی لحد پر گیا اور اسے بوسہ دیا

پھر میں نے کہا کہ اے سیدی اس میں کیا راز ہے کہ تمہاری قبر کے علاوہ کسی کو بوسہ نہیں دیا جاتا؟ یعنی جو قبور اس مقبرہ میں موجود ہیں، تو مجھے فرمایا: بیٹے یہ میری کرامت نہیں بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا اکرام ہے کیونکہ میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک ہیں، سنو! جو مجھ سے محبت کرتے ہیں وہ ماہ رمضان میں میری زیارت کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے یہی بات دو دفعہ فرمائی۔

امام ذہبی (۱۲_۴۵۳) میں امام حافظ ربانی زاہد، عابد، قدوہ، محمد بن

اسماعیل بخاری کے حالات میں لکھتے ہیں کہ محمد وراق کہتے ہیں کہ ابوعبد اللہ بخاری قربر میں حمام میں داخل ہوئے اور میں وہاں حمام کے ساتھ کپڑوں کا اہتمام کر رہا تھا جب وہ نکلے تو میں نے انہیں کپڑے دیئے انہوں نے پہنے، پھر میں نے انہیں موزے دیئے تو فرمایا:

مست شیئاً فیه شعر النبی ﷺ — تو نے ایسی شے کومس کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک ہیں

تو میں نے عرض کیا، وہ موزے کی کس جگہ ہیں؟ تو انہوں نے مجھے خبر نہ دی مجھے خیال آتا ہے کہ وہ اس کی پنڈلی کے سخت اور نرم کے درمیان ہے۔

امام ذہبی (۱۳۔۵۴۵،۵۴۷) پر لکھتے ہیں، شیخ ابوجعفر ترمذی جو اس وقت عراق میں شوافع کے امام تھے، ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے، دارقطنی کہتے ہیں وہ ثقہ مامون اور عابد ہیں۔شیخ محی الدین نووی نے نقل کیا کہ ابوجعفر رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کی طہارت پر جزم رکھتے تھے حالانکہ اس مسئلے پر ان کے جمہور اصحاب نے مخالفت کی۔

امام ذہبی کہتے ہیں ہر مسلمان پر متعین ہے کہ وہ موئے مبارک کی طہارت پر یقین رکھے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سر اقدس منڈوایا تو پاک بال اپنے صحابہ پر ان کے اکرام کی خاطر تقسیم کیے۔

شیخ ذہبی (۱۶۔۴۸۴،۴۸۷) پر لکھتے ہیں، شیخ ابن خزابہ امام، حافظ، ثقہ وزیر، اکمل ابوالفضل جعفر بن وزیر ابوفتح فضل بن جعفر ۳۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔

منقول ہے کہ ابن خزابہ عبادت گزار تھے، افطار کرتے، پھر سوتے، پھر رات کو قیام کرتے اور اپنی مصلاہ گاہ پر داخل ہوتے اور فجر تک اپنے قدموں پر کھڑے رہتے۔

مسبحی کہتے ہیں، جب ابن خزابہ کو غسل دیا گیا تو تین بال نبی کریم ﷺ کے ان کے کفن میں رکھے گئے جو انہوں نے کثیر مال خرچ کر کے حاصل کیے تھے۔

شیخ ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے کثیر اجزا دیکھے جو ابن خزابہ سے نقل کیے گئے بعض ایسے جز تھے جو ہزار مسند بعض پانچ سو مسند کے مطابق اور اسی طرح دیگر مسندات تھیں اور وہ ہمیشہ نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے اور اہل حرمین پر کثیر خرچ کرتے اور ایک دار خریدی جو حجرۂ نبوی ﷺ کے قریب تھی اور وصیت کی کہ مجھے اس میں دفن کیا جائے اور سادات کے لیے سونے کی وصیت کی۔ان کا تابوت مصر سے اُٹھایا گیا اور انہیں وہاں سے منتقل کر کے اس دار میں دفن کیا، ان کا وصال (۳۹۱ھ) میں ہوا۔

شیخ ذہبی (۲۳-۳۶۳) پر لکھتے ہیں، باخرزی امام قدوہ خراسان کے شیخ سیف الدین ابومعالی سعید بن مطہر بن سعید میں ان کے لیے صاحب اذر بیجان، ازبک بن بہلوان کی بیٹی ملکہ نے نبی کریم ﷺ کے دانت مبارک بطور تحفہ دیئے جو اُحد کے دن شہید ہوئے۔

میں کہتی ہوں، اس گفتگو پر کچھ تتمہ ہے جسے کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجیے۔

ان مقامات سے تبرک جنہیں رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس نے مس کیا

حافظ ذہبی (۳-۲۱۴) پر امام، قدوہ، شیخ الاسلام صحابی، فقیہ، ورع، حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کے حالات میں لکھتے ہیں، حضرت ابن وہب نے امام مالک سے انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ ﷺ کے حکم

وآثاره وحاله ويهتم به حتى كان قد خيف على عقله من اهتمامه بذلك	آثار اور حال کی پیروی کرتے اور اس کا خوب اہتمام کرتے یہاں تک کہ ان کے ایسے اہتمام پر ان کے عقل کے چل بسنے کا خوف کیا جاتا۔

امام نافع بیان کرتے ہیں:

لونظرت الى ابن عمر اذا اتبع رسول الله ﷺ لقلت هذا مجنون	اگر تم حضرت ابن عمر کو رسول اللہ ﷺ کے آثار کی اتباع کرتے ہوئے دیکھو تو تم انہیں دیوانہ قرار دو۔

مام نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آثار رسول اللہ ﷺ کی یوں اتباع کرتے کہ ہر جگہ نماز پڑھتے جس میں حضور ﷺ نے نماز پڑھی حتی کہ نبی کریم ﷺ اگر کسی درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔

فکان ابن عمر یتعاهد تلك الشجرة فیصب فی اصلها الماء لکیلا تیبس

حضرت ابن عمر اس درخت کی حفاظت کرتے اور اس کو پانی دیتے تاکہ وہ خشک نہ ہو۔

امام نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوتر کنا ھذا الباب للنساء

کاش کہ ہم اس دروازے کو خواتین کے لیے چھوڑ دیں۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں:

فلم یدخل منه ابن عمر حتی مات

حضرت ابن عمر اپنی موت تک اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔

میں کہتی ہوں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر معاملہ میں شدت اقتداء میں مشہور ہیں۔اور یہ طلب وتلاش نہ بدعت ہے، نہ ہے بخلاف خوارج کے کیونکہ محبت عجائبات کرتا ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت وتعظیم اور توقیر کریں اور محبت کا سب سے بڑا ثمر اکمل طریقہ سے اتباع ہے، اسی طرح صحابہ کا معاملہ ہے ان کی محبت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اسے بیان کرنا ممکن نہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مامن لیلۃ الا وانا اری فیھا جیبی ثم یبکی
کوئی ایسی رات نہیں جب میں نے اس میں اپنے حبیب کو نہ دیکھا ہو پھر رو پڑے۔

(طبقات ابن سعد ۷۔۲۰)

اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

اذا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکی
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے تو رو دیتے۔

(التاریخ ابن عساکر، ۳۱۔۱۲۵، ۱۲۶)

صحیح اسانید کے ساتھ سیدی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کی شدید تتبع کرتے، انہی میں سے مذکورہ چیزیں ہیں جو حافظ ذہبی نے بھی حضرت ابن وہب سے نقل کیا، امام یعقوب بن سفیان نے "المعرفۃ" (رقم:۴۹۱) اور انہی کے طریق سے ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" (۳۱۔۱۱۹، ۱۲۰) پر ذکر کیں۔

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو عمری ہیں، امام ذہبی نے انہی کا ذکر درخت کے اہتمام کے بارے میں نقل کیا جسے بیہقی نے "السنن" (۵۔۲۴۵) ابن عساکر (۳۱۔۱۲۱) پر نقل کیا لیکن ان دونوں کے ہاں راوی کا نام حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

میں کہتی ہوں، درخت کا اہتمام وخدمت کرنا اسے بیہقی نے "السنن" (۵۔۲۴۵) ابن حبان نے صحیح میں (۱۵۔۵۵۱) پر نقل کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آثار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب وتلاش کرتے اور آپ کے طریقہ پر چلتے۔

امام نافع سے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے آثار کی خوب اتباع وتلاش کرتے۔

وکل منزل نزله رسول الله ﷺ ینزل فیه فنزل رسول الله ﷺ تحت سمرة فكان ابن عمر یجیء بالماء فیصبه فی اصل السمرة کیلا تیبس

جس جگہ پر آپ ﷺ پڑاؤ فرماتے اسی میں وہ پڑاؤ کرتے رسول اللہ ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابن عمر پانی لا کر اس کیکر کو دیتے تاکہ وہ خشک نہ ہو۔

اور باب خواتین والی حدیث کو ابن سعد نے (۴۔۱۶۲) پر نقل کیا اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے جسے امام ذہبی نے ''تاریخ الاسلام'' (۵۔۴۵۹)''حوادث'' (۶۱۔۸۰) میں بیان کیا، اسے ابن عساکر نے (۳۱۔۱۲۱) پر نقل کیا۔

حضرت زبیر بن بکار نسب قریش (ص:۳۵۰،۳۵۱) پر لکھتے ہیں اور اسے ابن عساکر نے (۳۱۔۱۲۱،۱۲۲) پر نقل کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو محفوظ کرتے اور حاضر ہونے والوں سے پوچھتے جب خود موجود نہ ہوتے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا اور کیا کیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے آثار کی خوب اتباع کرتے:

وكان يعرض براحلته فی کل طريق مربها رسول الله ﷺ فيقال له فی ذلك فيقول انی اتحری ان تقع اخفاف راحلتی علی بعض اخفاف راحلة رسول الله ﷺ

اور وہ اپنی سواری کو اس راستے پر پھیرتے جہاں سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو جب ان سے اس بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے میں کوشش کرتا ہوں کہ میری سواری کے پاؤں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پاؤں پر آجائیں۔

انہی آثار نبویہ ﷺ کی طلب وتلاش کے بارے میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ باب "باب المساجد التی علی طرق المدينة والمواضع التی صل فيها رسول الله ﷺ" قائم کیا۔

پھر حضرت موسیٰ بن عقبہ سے نقل کیا کہ میں حضرت سالم بن عبداللہ کو ان مقامات کی تلاش کرتے دیکھا تاکہ وہ ان میں نماز پڑھیں تو انہوں نے بیان کیا کہ ان کے والد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان مقامات پر نماز پڑھتے:

وانه رای النبی ﷺ يصلی فی تلك الامكنة

کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

امام نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نقل کیا کہ وہ ان مقامات پر نماز پڑھتے اور میں نے حضرت سالم سے پوچھا اور میں نہیں جانتا مگر یہ کہ انہوں نے تمام مقامات کے بارے میں حضرت نافع کی موافقت کی البتہ ان دونوں کا روحاء کے کنارے مسجد کے بارے میں اختلاف تھا۔

حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ میں درخت کے نیچے تشریف فرما ہوتے جب آپ نے عمرہ اور حج کیا جو ذوالحلیفہ میں مسجد کی جگہ پر تھا جب وہ غزوہ سے لوٹتے اور اس راستہ پر ہوتے یا حج یا عمرہ کرتے تو بطن وادی سے نیچے اُترتے، جب بطن وادی سامنے آتی تو وادی شرقیہ کے کنارے بطحاء میں سواری کو بٹھاتے، رات بسر کرتے، پھر صبح ہوتی تو اس مسجد کے پاس نہ ہوتے جو پتھروں والی ہے اور نہ ان ٹیلوں پر کہ جن پر مسجد ہے وہاں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کے بطن میں ٹیلوں کے پاس نماز پڑھتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی ہے، اسی سے سیلاب بطحا کی طرف پھیلتا حتی کہ اس جگہ پر انہیں دفن کیا گیا جس میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس چھوٹی مسجد میں نماز پڑھی نہ کہ اس مسجد میں جو روحاء کے کنارے پر ہے، حضرت عبد اللہ وہ جگہ بتاتے تھے کہ جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی اور کہتے کہ اس کے دائیں طرف ہو جاؤ جب تم مسجد میں نماز پڑھو اور وہ مسجد دائیں طریق کے کنارے پر تھی جب تم مکہ جاؤ اور مسجد اکبر کے درمیان ایک پتھر پھینکنے کی مقدار یا اس کی مثل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عِرق کی طرف نماز پڑھی جو روحاء سے پلٹنے کی جگہ ہے اور یہ عرق اس کنارہ راستہ کی انتہا ہے نہ کہ وہ مسجد کہ اس

کے اور لوٹنے کی جگہ کے درمیان ہے جب تم مکہ کی طرف جاؤ، پھر وہاں مسجد بنائی گئی اور حضرت عبداللہ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے اسے اپنے بائیں اور پیچھے چھوڑتے اور عرق کی طرف نماز پڑھتے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روحاء سے چلے اور ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ اس جگہ پر پہنچے اور وہاں ظہر ادا کی جب مکہ سے نکلتے اور اگر ان کا گزر صبح سے پہلے ایک ساعت یا سحری کے آخر میں ہوتا تو رات وہاں بسر کرتے حتی کہ وہیں صبح کی نماز پڑھتے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک بہت گھنے درخت کے پاس اُترتے جو رویثہ کی بستی کے قریب ہے راستے کی دائیں جانب اور راستے کے سامنے نرم اور وسیع جگہ میں حتی کہ رویثہ کے دو میل کے قریب ٹیلہ سے گزر جاتے اس درخت کا اُوپر والا حصہ ٹوٹ اور درمیان سے مڑ گیا ہے وہ ایک جڑ پر کھڑا ہوا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عرج نامی بستی کے پیچھے ایک نالے کے کنارے نماز پڑھی، جبکہ تم ایک بڑے پہاڑ کی طرف جا رہے ہو اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں ان قبروں کے اُوپر سفید پتھر ہیں راستے کے دائیں طرف درختوں کے پاس، ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ بن عمر دوپہر کے وقت سورج کے ڈھلنے کے بعد عرج نامی بستی سے روانہ ہوتے اور پھر ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان گھنے درختوں کے پاس اُترے جو راستے کی بائیں جانب "ھرشی" کے قریب والے نالے میں ہیں وہ نالہ "ھرشی" کے کنارے سے مل گیا اس کے اور راستے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک تیر پھینکنے سے جاتا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر ان گھنے درختوں کے پاس نماز پڑھتے تھے جو ان درختوں میں راستے کے سب سے زیادہ قریب ہے اور وہ درخت سب سے لمبا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس نالے میں اُترتے تھے جو مدینہ منورہ کی جانب سے مرالظہر ان کے قریب ہے، جب تم صفراوات سے نیچے اُترو تو راستہ کی بائیں جانب اس نالہ میں اُترو گے اور تم مکہ مکرمہ کی طرف جارہے ہو اور رسول اللہ ﷺ کے اُترنے کی جگہ اور راستہ کے درمیان صرف اتنا فاصلہ جتنے فاصلہ تک پتھر پھینکنے کے بعد جاتا ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ذی طویٰ میں اُترتے تھے اور وہیں صبح تک رات گزارتے تھے اور مکہ مکرمہ روانہ ہوتے ہوئے صبح کی نماز یہیں پڑھتے تھے اور ذی طویٰ میں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ بڑے ٹیلہ پر ہے یہ وہ مسجد نہیں ہے جو اس کے نیچے بڑے ٹیلے پر بنائی گئی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف متوجہ ہوئے جو آپ کے اور کعبہ کی طرف

والے طویل پہاڑ کے درمیان ہے، پس جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے اسے اس مسجد کے بائیں جانب رکھا جو ٹیلے کے کنارے پر بنی ہوئی ہے اور نبی ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے سیاہ ٹیلے پر ہے ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر تم اس جگہ اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو جو پہاڑ تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

یہ احادیث امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' (۴۸۳تا۴۹۲) میں ذکر کیں۔

تو اس انتہائی وصف اور ان مقامات کی انتہائی اہمیت پر غور کیجیے جن پر رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی اور جن پر آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر نے انہیں شرف بخشا پھر اس عجیب جہت میں غور کرو کہ آپ کے صحابی نے ان مبارک مقدس مقامات کو محفوظ کیا جنہیں آپ ﷺ کا جسم شریف لگا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ کے تصرف اور آثار نبوی ﷺ کے طلب وتلاش پر غور کرو جن سے توحید پرست مومن ایسے معانی سے فائدہ اُٹھاتا ہے جن سے اس کا ایمان قوی ہو اور اسے اپنے ایمان کے سچے اور محبت اور شوق سے تعبیر کرتا ہے مبارک درخت جن کی ابن عمر خدمت کرتے ہیں اور ان کو پانی دیتے تاکہ وہ خشک نہ ہو تو اس عمل میں اس کے لیے کوئی شک نہیں جن کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور کیا۔

کیا درخت کاٹا گیا؟

اس مناسبت سے اس درخت والی حدیث کی بھی تحقیق ہو گئی جس کے نیچے صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور وہ موجود رہا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو افراد تھے ہمیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انتم الیوم خیر اهل الارض آج کے دن تم تمام اہل زمین سے بہتر ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں اگر چاہوں تو تمہیں اس درخت والی جگہ دکھاؤں۔ایک روایت میں ہے کہ اگر میں آج کے دن دکھانا چاہوں تو اس درخت کی جگہ یہ ہے۔ (بخاری:۴۱۵۴)

دوسری روایت بھی بخاری کی ہے اور مسلم نے (۱۸۵۶،۷۱) پر تکرار سے بیان کی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والے حضرت عمرو بن دینار ہیں جو تقریباً ۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶ھ میں ان کا وصال ہوا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد پیدا ہوئے اور یہ اس روایت منکر کا رد کرتا ہے جسے ابن سعد نے ''الطبقات'' میں بیان کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کاٹ ڈالا تھا تو اسے کیسے کاٹا جبکہ

حضرت جابر کہہ رہے ہیں کہ میں تمہیں دکھا سکتا ہوں کہ اس درخت کی جگہ یہ ہے اور یہ بات حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے کئی سال بعد کی۔

ایک دلیل جو اس پر ہے کہ وہ درخت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد موجود رہا کہ حضرت سعید بن میّب نے اپنے والد سے بیان کیا:

انهم کانوا عند رسول الله ﷺ عام الشجرة قال: فنسوها من العام المقبل (مسلم:۱۸۵۹،۷۸)

صحابہ درخت کے سال رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور بیان کرتے ہیں وہ آئندہ سال اسے بھول گئے۔

ایک روایت میں یہ ہے:

قال لقد رأيت الشجرة، ثم اتيتها بعد فلم اعرفها

میں نے وہ درخت دیکھا پھر اس کے بعد میں گیا تو اسے پہچان نہ سکا۔

(البخاری:۴۱۶۲۔مسلم:۱۸۵۹،۷۹)

ایک روایت بخاری کی (۴۱۶۲) میں یہ الفاظ ہیں:

ثم انسيتها بعد

میں بعد میں اسے بھول گیا۔

ایک روایت میں ہے:

فرجعنا اليها العام المقبل فعميت علينا (البخاری:۴۱۶۴)

ہم آئندہ سال اس کی طرف لوٹے تو ہم پر وہ مخفی ہو گیا۔

تو ایک دفعہ حضرت میتب کہتے ہیں:

لم اعرفها وھذا یدل علی ان المکان ملیء بالاشجار
میں اسے پہچان نہ سکا جو بتاتا ہے کہ وہ جگہ درختوں سے بھری ہوئی تھی۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ ہم پر مخفی کر دیا گیا۔

یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہاں درخت کثیر تھے کیونکہ نہ دیکھا جانا مشابہات کی موجودگی میں ہی ہو سکتا ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں اسے بھول گیا یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس مقام پر درخت کثیر تھے اس درخت کی موجودگی پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا سابقہ قول بھی تائید کرتا ہے کہ یہ ان میں سے ہے جو ان کو نہ بھولے اور نہ ہی ان پر مخفی ہوا اس کی مثال تابعین کی ایک جماعت ہے۔

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں (۴۱۶۳) پر لکھا کہ حضرت طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں:

انطلقت حاجاً فمررت بقوم یصلون
میں ایک دفعہ حج کے لیے گیا اور ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جو نماز پڑھ رہے تھے

میں نے پوچھا یہ کونسی مسجد ہے؟ تو انہوں نے کہا:

ھذہ الشجرة حیث بایع رسول اللہ ﷺ بیعة الرضوان
یہی وہ درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان صحابہ سے لی تھی

بعض لوگ اس جگہ پر کثرت درختوں کی وجہ سے اس درخت کی جگہ بھول گئے اور بعض کو ہمیشہ وہ یاد رہی جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔

رہا حضرت سعید بن میتب کا سابق حدیث (۴۱۶۳) میں انکار تو اس کی دلالت اس پر نہیں۔

حضرت طارق کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن میتب کے پاس گیا اور انہیں یہ خبر دی تو سعید کہنے لگے کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا جو رسول اللہ ﷺ کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں شامل تھا کہ جب ہم آئندہ سال گئے تو اس درخت کو بھول گئے اور ہم اس پر قدرت نہ پاسکے تو حضرت سعید کہنے لگے کہ صحابہ اسے نہ جانتے لیکن تم اسے جانتے ہو کیا تم زیادہ جاننے والے ہو کیونکہ سعید نے اپنے والد سے واقعہ نقل کیا اور دیگر نے خود اپنا واقعہ نقل کیا جس میں اس کی مخالفت ہے اور حضرت میتب نے کہا اور جو بیان کرنے والا ہے وہ اپنے علم اور دیکھنے کے مطابق بیان کرتا ہے تو نصوص کو کسی ایک کے رد کرنے سے موافق کرنا بہتر ہے تو اس میں کیا مانع ہے تو جو لوگ اس درخت کے نیچے نماز پڑھتے تھے انہوں نے اس کی تلاش کی اور پوچھا خاص طور پر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے تو انہوں نے ایسی علامات، اشارات اور دلائل سے رہنمائی کی، انہوں نے وہ مبارک درخت پا لیا جسے رسول اللہ ﷺ نے شرف بخشا تھا اور اس میں کیا مانع ہے کہ حضرت سعید بن میتب اس درخت کو اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کی وجہ سے اسے ضائع کر بیٹھے جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور حضرت میتب کے علاوہ حضرت جابر اور تابعین لوگ اس کے نیچے نماز پڑھتے اور اس کی جگہ بھولتے نہیں اور نہ ان سے وہ ضائع ہوا۔

حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں (۷۔۴۴۸) پر اسے ہی پختہ کیا، حضرت سعید بن مسیب کا انکار ان لوگوں پر جو خیال کرتے تھے کہ وہ اس درخت کو جانتے ہیں یہ اپنے والد کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے تھا ان لوگوں نے آئندہ سال اسے نہ پہچانا یہ بالکل اس کی معرفت ختم ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

امام بخاری کے ہاں حدیث جابر آئی ہے جو پہلے گزری کہ اگر میں آج کے دن بھی دیکھوں تو تمہیں اس درخت کی جگہ بتا سکتا ہوں جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس درخت کی معین جگہ کو جانتے تھے جب ان کی آخری عمر میں زمانہ طویل کے بعد وہ درخت کی جگہ کو محفوظ جانتے تھے تو اس سے ظاہر یہی ہے کہ جب انہوں نے گفتگو کی تو وہ درخت خشک ہونے یا کسی اور وجہ سے ختم ہو چکا تھا اور وہ اس کی جگہ کو معین طور پر جانتے تھے۔

میں کہتی ہوں کچھ گفتگو عنقریب بطور مناقشت آ رہی ہے اور حافظ کی سابقہ گفتگو اس روایت ضعیف کے رد پر دلالت کر رہی ہے جو سند و متن کے اعتبار سے منکر ہے جس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا اور جو حافظ نے بیان کیا کہ وہ درخت ختم ہو چکا تھا اس کا احتمال ہے لیکن یہ احتمال ضعیف ہے کیونکہ حضرت طارق بن عبد الرحمٰن نے ایک قوم کو اس کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو بتاتا ہے کہ اس درخت کا وجود حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بعد یا ان کے عہد میں تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی گفتگو میں لفظ موضع اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ درخت موجود نہیں اور یہ لفظ بولا جاتا

ہے اور اس سے مراد اس جگہ پر مستقر شے مراد ہوتی ہے جیسے شجرہ، منزل۔اور اس پر دلیل وہ روایت ہے جسے حضرت ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں (۱۔۴۔۴۲۹) پر نقل کیا کہ وہ اس سال نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور وہ اس درخت کی جگہ کو بھول گئے۔

انہوں نے لفظ ''شجرة'' پر موضع کا اطلاق کیا۔

ہر حال میں حافظ نے یہ بات ثابت رکھی کہ وہ درخت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں معلوم تھا اور وہ موجود تھا، اسے بعینہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ جانتے تھے پھر انہوں نے بطور ازالہ وہم کہا کہ میں نے امام ابن سعد کے ہاں سند صحیح کے ساتھ امام نافع سے پڑھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی گئی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جا کر نماز ادا کرتے تو آپ نے انہیں تنبیہ کی اور پھر اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا تو اسے کاٹ دیا گیا اس ازالہ وہم کی کاٹنے کی خبر پر کوئی دلالت نہیں کیونکہ انہوں نے کہا کہ امام نافع سے سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے اور یہ نہیں کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ امام نافع تک سند صحیح ہے لیکن امام نافع کے بعد یہ سند ان کے ہاں صحیح نہیں اور نہ ہی دیگر کے ہاں صحیح ہے انہوں نے خود ''تھذیب التھذیب'' میں امام نافع کی دالات میں لکھا کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

نافع عن عمر منقطع	امام نافع جو حضرت عمر سے روایت کریں وہ منقطع ہوتی ہے۔

پھر حضرت طارق کی حدیث میں یہ نفیس فائدہ ہے کہ جو لوگ اس درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے وہ سلف صالحین کی ایک جماعت تھی تو ایسے عمل کا ان سے صادر ہونا بتاتا ہے کہ ان کے ہاں نصوص شریعت سے اس پر دلیل ہے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ان مبارک مقامات کے تتبع کا عمل ہے اور ان میں نماز پڑھنا، تو ایسے اعمال ان سلف کے زمانہ میں مشہور تھے۔

ایک اور دلیل کا تذکرہ

درخت کے وجود پر ایک اور دلیل بھی ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے:

رجعنا من العام المقبل فما اجتمع منا اثنان على الشجرة التي بايعنا تحتها كانت رحمة من الله (البخاری:۲۹۵۸)	ہم آئندہ سال لوٹے تو ہم میں سے کوئی بھی دو اس درخت پر جمع نہ ہوئے جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی اور وہ اللہ کی طرف سے رحمت تھا۔

یہ دلیل ہے کہ کچھ لوگ اس درخت کی جگہ جانتے اور کچھ لوگ اسے نہ جانتے تھے ان کا یہ کہنا کہ ہم میں سے کوئی اس پر جمع نہ ہوا کا معنیٰ یہ ہے کہ اس

کے اثبات میں اختلاف ہوا اور اختلاف دو اطراف کے وجود کا تقاضا کرتا ہے کہ ان میں سے ہر کوئی دوسرے کے قول کے خلاف کہتا اور اس پر اُمت مجتہدین کا اتفاق ہے کہ مسائل اختلافیہ میں ایک دوسرے کا انکار درست نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ درخت والی جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی رضا کا محل ہے کیونکہ اہل ایمان پر نزول رضا، حصول ثواب، فتح اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے غنیمتوں کے بارے میں نازل ہوا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا
(سورۃ الفتح: ۱۸، ۱۹)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اُتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزت وحکمت والا ہے۔

اور ان لوگوں کا قول جو کہتے ہیں کہ ان پر اس درخت کی جگہ مخفی ہو گئی تھی تا کہ اس کے ذریعے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو کیونکہ اس کے نیچے خیر واقع ہوئی اگر وہ باقی رہتا تو کچھ جہال اس کی تعظیم محفوظ نہ رکھتے حتیٰ کہ وہ اس اعتقاد پر پہنچ جاتے کہ اس میں قوت نفع یا ضرر ہے جیسے کہ ہم اس کے نیچے کے مقامات واشیاء

کو دیکھتے ہیں۔اسی کی طرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھی یعنی وہ درخت کا ان پر اس کے بعد مخفی ہو جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔

قول کا مردود ہونا

لیکن یہ قول مردود بلکہ باطل ہے اور نص کو ایسی چیز پر محمول کرنا ہے جس کی اس میں گنجائش نہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ معنٰی مراد لینے میں سے بری ہیں۔ہم اس کی تردید تین وجوہات سے کرتے ہیں:

پہلی وجہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آثار نبویہ سے برکت حاصل کرتے، انہیں تلاش کرتے اور ڈھونڈتے ان لوگوں کے سامنے جو مختلف درجات کے تھے ان کا اس فعل سے ڈرنا کہ لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے یا اس سے ڈرنا کہ لوگ ان مبارک مقدس مقامات کی وجہ سے استدلال کریں گے جن سے رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے شرف ملا اس وجہ سے وہ ان پر فتنہ کا خوف کریں گے

یہ تمام چیزیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مخفی نہ تھیں کیونکہ وہ جانتے تھے اور جو انہیں دیکھتا وہ بھی جانتا تھا اور اہل ایمان جانتے ہیں کہ نفع ونقصان دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ان آثار کو مٹانا اور ان علامات کا ختم کرنا، درخت کا ثنا یہ جہالت، غلط فکر اور دین میں رسوخ نہیں۔پھر ان چیزوں کا مٹانا اس ٹیڑھے حال کو بدل نہیں سکتا جو جہال غلو کرنے والوں میں پایا جاتا ہے

کیونکہ جہالت تعلیم اور تربیت سے زائل کی جاتی ہے نہ کہ کافر و گمراہ قرار دینے سے اور نہ ہی ان نشانات اور مبارک آثار کے مٹانے سے۔

اسی سے حافظ، ثقہ، ذکی ذہبی نے ان لوگوں کے حق میں کہا جو نبی کریم ﷺ کے قبر انور کو بطور تعظیم و اکرام سجدہ کرتے ہیں:

لا یکفر به اصلاً بل یکون عاصیاً، فلیعرف ان هذا منهی عنه، و کذلك الصلاة الی القبر	وہ ہر گز کافر نہیں بلکہ وہ گناہ گار ہیں اور انہیں بتایا جائے یہ ممنوع ہے اور اسی طرح قبر کی طرف نماز کا معاملہ ہے۔

تو شیخ ذہبی نے قبر گرانے اور نشانات مٹانے کا فتویٰ نہیں دیا کیونکہ وہ جانتے تھے یہ چیز نفع نہیں دے گی۔ اس اضافے کے ساتھ کہ وہ غلط حکم دیتے اور فہم میں کمی ہوتی بلکہ انہوں نے تربیت و تعلیم کی طرف رہنمائی کی۔

دوسری وجہ: یہ چیز ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کی حفاظت کرتے جس کے نیچے نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے پانی دیتے تا کہ وہ خشک نہ ہو تو اس درخت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ جس نے مزید متعدد شرف پائے اور وہ شجرہ رضوان کہلایا۔

۱۔ ان فضائل میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کا اس کے نیچے تشریف فرما ہونا ہے
۲۔ آپ کے ساتھ صحابہ تھے اور وہ تمام آپ کے بعد صالحین کے سربراہ ہیں۔
۳۔ یہ درخت نزول سکینہ کی جگہ بنی۔ ۴۔ یہ بیعت کی جگہ بنی۔
۵۔ رحمت کا مقام۔ ۶۔ رضوان کی جگہ۔ ۷۔ ثواب کے وعدہ کی جگہ۔

۸۔الفتح کی جگہ۔ ۹۔کثیر غنیمتیں۔ ۱۰۔یہ یقین کرنا کہ جو اس درخت کے نیچے ہے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس درخت کے بارے میں اہتمام کرنا جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے یہ اس بات میں تحقیق پیدا کرتا ہے کہ بیعت والا درخت جو کہ دوسرے سے اعتماد، اس کا اہتمام حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں زیادہ تھا اور ان کا یہ کہنا "کانت رحمة من اللہ" سے مراد یہ ہے کہ وہ درخت اپنے انواع کے ساتھ نزول رحمت کا سبب ہے جیسے وہ قرآن وسنت میں مذکور ہے۔

تیسری وجہ: اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ معنٰی مراد لیا ہوتا جو غلط طور پر سمجھ لیا گیا اور وہ ان کی طرف منسوب کر دیا گیا تو ہم پر لازم تھا کہ ہم اس دین کے نشانات میں سے اہم نشان کو سامنے رکھیں اور اس کا پہلا نشان کعبۃ المکرمہ ہے کیونکہ یہ درخت سے اولیٰ ہے اور لوگوں کا کعبہ کی برکت کے بارے میں عقیدہ اس درخت کے کے عقیدہ سے زیادہ ہے اور مسلمانوں کے عقیدہ میں کعبہ کی طرف کوئی ٹیڑھ پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ کعبہ ضرر و نفع دیتا ہے جبکہ تمام مسلمان دن رات تمام زمین کے گوشوں میں اس کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور دن رات مسلمان اس کا طواف کرتے ہیں، دوسرا نشان قبر انور ہے اور نبی اعظم کا مزار اقدس ہے کیونکہ یہ قبر انور کعبہ سے افضل بلکہ یہ آسمانوں وزمین پر ہر جگہ سے افضل واشرف ہے، نہ ہی اُمت میں سے کسی عقلمند نے کہا کہ قبر شریف کو ختم کر دیا جائے کہ مسلمان اس سے فتنہ

میں نہ پڑیں بلکہ اُمت کا اس پر اجماع ہے اور ان کے سرتاج صحابہ جو آثار نبی کے باقی رہنے والوں کو نہایت ہی اہتمام دیتے ہیں جیسے آپ ﷺ کے موئے مبارک، چھڑی، لباس، برتن، پیالہ، تلوار، انگوٹھی وغیرہ۔

امام کبیر حافظ ابوعبداللہ بخاری کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب میں عنوان بناتے ہیں "باب ان چیزوں کے بارے میں جو نبی کریم ﷺ کی درع، عصا، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی سے برکت حاصل کی گئی" اور خلفاء نے ان کے بعد انہیں استعمال کیا ان چیزوں میں سے جن کی تقسیم کا ذکر نہیں اور آپ ﷺ کے موئے مبارک، نعل اور برتن جن سے آپ ﷺ کے صحابہ اور دیگر نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد تبرک حاصل کیا۔

پھر امام بخاری نے اس اُمت کے عظماء سے ایسی حدیث ذکر کیں جن میں اپنے نبی کریم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کیا اور ان کا اہتمام کیا اور ان کی محافظت کی۔ (دیکھئے صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، ۶_۲۱۲،۲۱۳)
(نسخہ، فتح الباری) فتح الباری، میں بڑی نفیس گفتگو ہے، اسے ضرور دیکھئے۔
(۶_۲۱۳،۲۱۵)۔

اس اُمت کے عظماء میں سے ہر کوئی نبی کریم ﷺ کے ایک بال کی خاطر اپنی تمام مملوک چیزوں کو فدا کرتے اور اس اُمت کے عظماء میں سے کوئی ایک اس سے خوف نہیں رکھتا کہ مسلمان اس سے فتنہ میں پڑیں گے جو چیزیں آثار سے ثابت ہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ برکت حاصل کرتے، شفا اور نصرت

طلب کرتے اور دیگر چیزیں جو روایات تواتر سے ثابت ہیں۔

بعض ایک حدیث منکر جسے ابن سعد نے "طبقات الکبریٰ" (۲۔۱۰۰) میں نقل کیا کہ ہمیں عبد الوہاب بن عطاء نے نے بتایا کہ انہیں عبد اللہ بن عون نے امام نافع سے نقل کیا کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے جس کا نام "شجرۃ الرضوان" ہے وہاں نماز پڑھتے، بتایا:

فبلغ ذلك عمر بن الخطاب — یہ بات عمر بن خطاب کو پہنچی تو آپ نے فاوعدهم فيها وامر بها فقطعت — ان کو متنبہ کیا اور اسے کاٹنے کا حکم دیا اور وہ کاٹ دیا گیا۔

یہ آخری جملہ کہ درخت کو کاٹ دیا گیا منکر ہے، یہ صحیح نہیں نہ جہت سند کے اعتبار سے نہ متن کے اعتبار سے۔

سند کے اعتبار سے اس لیے کہ امام نافع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا ان کے درمیان طویل مدت ہے۔ امام نافع (ت:۱۱۷ھ) میں اور ایک قول کے مطابق (ت:۱۲۰ھ) میں فوت ہوئے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں، امام نافع کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے اور اس کی سند میں عبد الوہاب بن عطاء ہے جو صدوق ہیں بسا اوقات وہ غلطی کرتا۔

تعجب ان لوگوں پر ہے جو تحقیق و ریسرچ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے اس خبر سے کیسے استدلال کیا کہ درخت کو کاٹ دیا گیا اور وہ صحیح حدیث چھوڑ دی گئی جو ثابت کرتی ہے کہ بعض لوگ اس کی جگہ بھول چکے تھے اور بعض لوگ

اس کی جگہ کو ہمیشہ محفوظ اور یاد رکھنے والے تھے، بعض نے اس کے نیچے نماز پڑھی اور یہ تمام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ہوا۔

متن کے اعتبار سے گفتگو

متن کے اعتبار سے گفتگو یہ ہے کہ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معمول وفہم نہیں بلکہ وہ ایسا عمل کرنے سے بالاتر ہیں کیونکہ وہ مجتہد ذکی ہیں وہ ایسے واقعات بداورق بیع اسلوب میں داخل نہیں ہو سکتے اسی لیے ہم یہ نہیں جانتے کہ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ عمل کا انکار کیا اور نہ ہی اس شخص پر انکار کیا جو آپ ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ

استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتى الرجل فى المنام فقيل له، انت عمر فاقرئه السلام واخبره انكم مسقون وقل له عليك الكيس عليك الكيس

اپنی اُمت کے لیے بارش طلب فرمائیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہی ہے تو آپ ﷺ اس شخص کے خواب میں آئے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، میرا سلام دو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش دی جائے گی اور ان سے کہو خوب سمجھداری سے کام لو

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ آئے اور بتایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور پھر عرض کیا:

يارب لا آلو الا ما عجزت عنه

اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی مگر جس سے میں عاجز ہوں۔

مصنف ابن شیبہ (۱۲۔۳۱،۳۲)''الارشاد الخلیلی''(ص:۶۳) وغیرہ اس کی سند صحیح ہے ، یہی بات حافظ ابن حجر نے''فتح الباری'' (۲۔۴۹۵) اور ابن کثیر نے''البدایة''(۷۔۱۰۵) پر لکھی۔

اور مالک دار وہی ہے جس کی سند میں ثقہ اور ان کی توثیق پر اتفاق ہے جیسے الخلیلی نے''الارشاد'' (ص:۶۳) پر کیا۔

اس سے ان معاصرین کا خیال باطل ہوجاتا ہے جو کہتے ہیں کہ مالک دار مجہول ہے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں انکار نہیں کیا جن کے بارے میں کہا گیا کہ یہ صحابی بلال بن حارث ہیں اور ان پر یہ شرک مخفی نہیں تھا جس کا وہم کیا گیا کہ یہ بعض لوگوں کا عقیدہ بن جائے گا حتی کہ ہم اس کے زوال سے ڈریں جو ہمارے دین سے متصل ہے مثلاً کعبہ، زمزم، مقام سعی اور قبر سید اعظم ﷺ اور دیگر ان نشانات میں سے جو ہمارے ایمان ویقین میں پختگی کا سبب ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس مقام کو چومنا جسے رسول اللہ ﷺ نے چوما

حافظ ذہبی نے (۳۔۲۵۸) پر نقل کیا کہ ابن عون نے عمیر بن اسحاق سے نقل کیا کہ میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے تو فرمایا:

ارنی اقبل منك حیث رایت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقبل — مجھے دکھاؤ وہ جگہ میں اسے چوموں جیسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے دیکھا

تو انہوں نے اپنی قمیص اُٹھائی تو انہوں نے ان کی ناف پر بھوسہ لیا۔

میں کہتی ہوں، اسے امام احمد نے (۲۔۲۵۵، ۴۲۷، ۴۸۸، ۴۹۳) پر ذکر کیا۔اور ابن حبان نے ''صحیح'' (۱۵۔۴۲۰) حاکم نے ''المستدرك'' (۳۔۱۶۸) پر اسے صحیح قرار دیا، امام ذہبی نے ان کی موافقت کی اور اسے طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' (۳۔۲۵۸۰، ۲۷۶۴) پر نقل کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک خون سے تبرک

امام ذہبی نے (۳۔۳۶۶) پر نقل کیا کہ شیخ تبوذکی کہتے ہیں، ہمیں ھنید بن قاسم نے بیان کیا کہ میں نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے سنا کہ میں نے اپنے والد گرامی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے پچھنے لگوائے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا:

یا عبد الله اذهب بهذا الدم فاهرقه حیث لا یراك احد — اے عبد اللہ! اس خون کو لے جاؤ اور ایسی جگہ بہاؤ جسے کوئی نہ دیکھے۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر گے:

عمد الی الدم فشربه — تو انہوں نے خون کو پی لیا۔

جب لوٹے تو پوچھا:

ما صنعت بالدم ؟ | خون کا تم نے کیا کیا؟

تو عرض کیا:

عمدت الی اخفی موضع علمت فجعلته فیه | میں نے چاہا کہ میں ایسی جگہ پر اسے مخفی کروں تو میں نے اسے اپنے منہ میں نگل لیا

فرمایا:

لعلك شربته ؟ | شاید تم نے اسے پی لیا ہے؟

عرض کیا:

نعم | ہاں۔

تو فرمایا:

ولم شربت الدم ؟ ویل للناس منك، وویل لك من الناس | تو نے خون کیوں پیا؟ لوگوں کے لیے تجھ سے خرابی ہو گی اور لوگوں کی طرف سے مجھے تکلیف ہو گی۔

موسیٰ تبوذ کی کہتے ہیں کہ ابو عاصم نے بیان کیا، کہتے ہیں:

کانوا یرون ان القوۃ التی به من ذلك | کہ لوگ ان کی قوت کو اسی خون کی برکت سے جانتے تھے۔

اسے ابو یعلیٰ نے اپنی ''مسند'' میں روایت کیا اور لکھا کہ ھنید میں کوئی جرح نہیں جانتا۔

میں کہتی ہوں اسے ابویعلی نے ''مسند کبیر ''اور بزار نے اپنی ''مسند'' میں نقل کیا جیسے ''اتحاف الخیرۃ ''(۹۔۱۱۷) پر ہے۔امام حاکم نے ''المستدرک'' (۳۔۵۵۴) اور طبرانی نے نقل کیا جیسے ''التلخیص الحبیر '' (۱۔۳۰) پر ہے اسی طریق سے ضیاء الدین نے ''المختارۃ'' (۹۔۳۰۹) ابن ابی عاصم نے ''الآحاد والمثانی '' (۱۔۴۱۴) اور امام بیہقی نے ''السنن '' (۷۔۶۷)

امام ہیثمی نے ''مجمع الزوائد '' (۸۔۲۷۰) پر لکھا، امام بزار کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ھنید بن قاسم کے اور یہ ثقہ ہے۔

شیخ بوصیری نے ''اتحاف الخیرۃ ''(۹۔۱۱۷) پر لکھا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

دو اسناد کا ذکر

اور اس کی دو اور سندیں ہیں:

پہلی سند : اسے امام ابونعیم ''الحلیۃ''(۱۔۳۳۰)اور طبرانی نے نقل کیا جیسے ''التلخیص ''(۱۔۳۱) پر ہے، شیخ غطریفی نے اپنے جز (ص:۶۵) اسی کے طریق سے ابن عساکر نے ''التاریخ''(ص:۴۰۰)حضرت عبد اللہ بن زبیر کے حالات میں لکھا۔

کیسان مولی عبد اللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مجھے سلمان فارسی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو حضرت عبد اللہ بن زبیر کے پاس طشت تھی اس میں سے انہوں نے پیا ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

ما شانك یا ابن اخی ؟ — اے بھتیجے تو نے کیا کیا ؟

عرض کیا:

انی احببت ان یکون من دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جوفی — میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس خون میرے پیٹ میں چلا جائے۔

تو فرمایا:

ویل لك من الناس وویل للناس منك لاتمسك النار الا قسم الیمین — لوگوں سے تجھے تکلیف اور لوگوں کو تجھ سے تکلیف ہو گی تجھے جہنم کی آگ مس نہیں کرے گی مگر محض قسم کو پورا کرنے کے لیے۔

امام خطابی کہتے ہیں: معنیٰ اس کا یہ ہے کہ تمہیں عذاب دینے کے لیے آگ میں داخل نہیں کیا جائے گا بلکہ وہاں گزارنے کے لیے داخلہ ہو گا مگر یہ جواز اسی مقدار کے مطابق ہو گا جس سے بندے کی قسم پوری ہو جائے گی۔

(دیکھئے، فتح الباری: ۳۔۱۲۳)

آگ کے اُوپر سے گزرنے سے مراد پل صراط سے گزارنا جو دوزخ پر نصب ہے، کچھ لوگ اس پل صراط سے بجلی کی طرح، کچھ لوگ ہوا سے بھی زیادہ تیزی سے گزریں گے کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (سورۂ مریم:۷۱) — اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔

دوسری سند

اسے دار قطنی نے ''السنن'' (۱۔۲۲۸) اور طبرانی نے نقل کیا (جیسے ''التلخیص الحبیر'' (۱۔۳۰،۳۱) پر ہے۔

رباح نوبی ابومحمد مولی آل زبیر کہتے ہیں میں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر کو حجاج سے کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور اپنا خون مبارک میرے بیٹے کو دیا جب اس نے پیا، حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور آپ کو اطلاع دی تو آپ نے پوچھا تم نے کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا:

کرهت ان اصب دمك — میں نے آپ کے خون کو بہانا ناپسند کیا۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لاتمسك النار — تجھے آگ مس نہیں کرے گی۔

ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

ویل للناس منك وویل لك من الناس — لوگوں کو تجھ سے اور تجھے لوگوں سے تکلیف ہوگی۔

اس کا ایسا شاہد ہے جسے امام بخاری نے ''التاریخ'' میں (۴۔۲۰۹) اور ابو یعلیٰ اور بزار نے نقل کیا جیسے ''اتحاف الخیرۃ'' (۹۔۱۱۷،۱۱۸) ہے اور طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' (۷۔۸۱) محاملی نے ''امالی'' (۵۲۶) اور ابن عدی نے ''الکامل'' (۲۔۶۴۔۵۔۵۳) اسی طریق سے بیہقی نے ''السنن

"(۷_۶۷) میں اور "شعب الایمان" (۵_۲۳۳) میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے، پھر مجھے فرمایا:

خذ هذا الدم فادفنه من الدواب والطیر والناس — یہ خون لے لو اور اسے چوپاؤں، پرندوں اور لوگوں سے دور دفن کر دو۔

کہتے ہیں:

فتغیبت به فشربته — میں نے آپ سے دور لے جا کر اسے پی لیا۔

بیان کرتے ہیں مجھے آپ ﷺ نے پوچھا، میں نے بتایا کہ اسے میں نے پی لیا ہے آپ ﷺ مسکرائے۔

یہ حدیث ان طرق کے مجموعے کے اعتبار سے صحیح اور ہر متروک راوی سے خالی ہے۔

اور ابن زبیر کے فعل میں کوئی اجنبیت نہیں کیونکہ محبّ مدہوش اس سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے اور ایسے تصرفات پر وہی اعتراض کر سکتا ہے جس کا ذوق غلط اور محبت سے محروم ہو۔

مبارک ہو اے ابن زبیر تمہیں۔ "اللهم اجعل هذا النبي العظيم، احب الينا من انفسنا واولادنا واهلينا واموالنا والناس اجمعين"

ان لکڑیوں سے برکت جن پر سرورِ عالم ﷺ کو اس وقت غسل دیا گیا جب آپ ﷺ کا وصال ہوا

حافظ ذہبی (۱۱۔۸۴) پر امام، حافظ، ثقہ، حجت ربانی، عابد یحیی بن معین کے حالات میں لکھتے ہیں۔

حبیش بن مبشر نے بیان کیا کہ یحییٰ بن معین نے حج کیا، وہ مکہ گئے، مدینہ سے پہلے اور اس کی طرف لوٹے اور جب آخری حج کیا تو شہر مدینہ کی طرف آئے وہاں دو یا تین دن ٹھہرے، پھر نکلے یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، خواب میں آواز دینے والے ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا، اے ابوزکریا!

اترغب عن جواری ؟ کیا تم میرے پڑوس سے اعراض کر رہے ہو؟

جب انہوں نے صبح کی تو اپنے رفقاء سے کہا:

امضوا فانی راجع الی المدینۃ تم جاؤ میں واپس مدینہ طیبہ جاتا ہوں۔

ساتھی چلے گئے اور وہ واپس لوٹے اور وہاں تین دن ٹھہرے، پھر ان کا وصال ہو گیا۔ بیان کرتے ہیں کہ انہیں ان تختوں پر اُٹھایا گیا جو نبی کریم ﷺ کے تھے لوگوں نے ان پر جنازہ پڑھا اور وہ یہ کہتے تھے:

ھذا الذاب عن رسول اللہ ﷺ الکذاب یہ وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے کذب کا دفاع کیا۔

امام ذہبی (۱۱۔۹۰،۹۱) پر لکھتے ہیں، مہیب بن سلیم بخاری نے بیان کیا کہ ہمیں حافظ محمد بن یوسف بخاری نے بیان کیا کہ ہم امام یحیٰ بن معین کے ساتھ حج میں تھے تو ہم شہر مدینہ میں جمعہ کی رات داخل ہوئے اور اسی رات ان کا وصال ہو گیا، جب ہم نے صبح کی اور لوگوں نے ان کی آمد پر موت کا سنا تو تمام لوگ جمع ہو گئے، بنو ہاشم آئے اور کہا کہ ہم اس کے لیے وہ تخت لاتے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا عام لوگوں نے اسے ناپسند جانا اور اس میں کثیر گفتگو ہوئی تو بنو ہاشم کہنے لگے، ہم نبی کریم ﷺ کے زیادہ حقدار ہیں اور یہ شخص اس کا اہل ہے کہ اسے اس تخت پر غسل دیا جائے تو انہیں اسی پر غسل دیا گیا اور جمعہ کے دن ذی القعدہ میں اسے دفن کی گیا۔ حضرت مہیب کہتے ہیں، یہ ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔

شیخ عباس دوری کہتے ہیں کہ وہ اس سال حج سے پہلے فوت ہوئے اور ان پر والی مدینہ نے جنازہ پڑھا اور اور جزامی والی نے گفتگو کی اور ان کے لیے حضور ﷺ کی چارپائی نکالی گئی اور اس پر ان کا جنازہ اُٹھایا گیا۔

شیخ ذہبی (۱۱۔۹۵) پر لکھتے ہیں، شیخ عباس دوری نے بیان کیا کہ وہ فوت ہوئے اور انہیں حضور ﷺ کی چارپائی پر اُٹھایا گیا۔

ان لوگوں پر آپ ﷺ کی برکت کا اظہار جنہیں خواب میں آپ کی زیارت ہوئی

امام ذہبی (۱۶۔۳۲۱،۳۲۲) پر لکھتے ہیں، شیخ ابن نباتہ امام، بلیغ، یکتا،

اپنے زمانہ کے خطیب ابو یحییٰ عبد الرحیم بن محمد فارقی جو ''عمدہ دیوان'' کے مصنف ہیں جو حمد و وعظ کے بارے میں مشہور ہے یہ شہر حلب میں بادشاہ سیف الدولہ کے خطیب تھے اور ان کی ملاقات ابو طیب متنبّی سے ہوئی، یہ بڑے فصیح گفتگو کرنے والے، عمدہ معانی، خوبصورت عبارت اور خطبہ میں کامل سعادت پانے والے تھے اور ان میں خیر و صلاح تھی، رسول اللہ ﷺ کی ان کو خواب میں زیارت ہوئی، پھر بیدار ہوئے:

وعلیه اثر نور لم یعهد قبل فیما قیل — تو ان پر نور کا اثر تھا جو اس سے پہلے نہیں تھا۔

اس کے بعد یہ اٹھارہ دن زندہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے موت دی اور یہ ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے

تفل فی فیه وبقی تلك الایام لایستطعم بطعام ولا یشرب شیئاً — ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور ان باقی دنوں میں نہ انہوں نے کھانا طلب کیا اور نہ ہی کوئی چیز پی۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث حاصل کرنے والوں سے برکت

امام ذہبی (۱۲۔۳۹۰) پر لکھتے ہیں، امام، حافظ، ضابط احمد بن منصور رمادی جو علم کا مرکز ثقہ تھے، ۲۶۵ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ ابن مخلد بیان کرتے ہیں، شیخ رمادی جب بیمار ہوتے تو وہ اس سے شفا پاتے کہ ان پر حدیث رسول ﷺ پڑھی جائے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۳۔۲۰۳،۲۱۲،۲۱۳) پر لکھتے ہیں، ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، امام شیخ السنہ اور حفاظ کے مقتدا اور بصرہ کے محدث ہیں، امام ابو حاتم بن حبان کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد فقہ، علم، حفظ، عبادت ورع اور اتقان میں آئمہ دنیا میں سے ایک ہیں انہوں نے حدیث جمع کی، لکھا اور سنت کا دفاع کیا۔

قاضی خلیل بن احمد سجزی کہتے ہیں، میں نے اپنے شہر کے قاضی احمد بن محمد بن لیث سے سنا کہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری امام ابوداؤد سجستانی کے پاس آئے انہیں بتایا گیا کہ اے ابوداؤد! یہ سہل بن عبد اللہ ہیں جو تمہاری ملاقات کے لیے آئے ہیں انہیں خوش آمدید کہا اور اپنے پاس بٹھایا۔

حضرت سہل نے کہا، اے ابوداؤد! مجھے آپ کی طرف ایک حاجت لائی ہے، پوچھا وہ کونسی حاجت ہے؟ میں بتاتا ہوں بشرطیکہ آپ حتی الامکان اسے پورا کریں تو کہا، ہاں، عرض کیا:

اخرج الی لسانك الذی تحدث به احادیث رسول اللہ ﷺ حتی اقبله فاخرج الیه لسانه فقبله

اپنی وہ زبان میری طرف نکالیے جس کے ساتھ تم رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہو تا کہ میں اسے بوسہ دوں تو انہوں نے ان کی طرف اپنی زبان نکالی جسے انہوں نے چوما۔

میں کہتی ہوں، امام ذہبی نے ''السیر'' (۱۳۔۳۳۱) پر شیخ العارفین سہل تستری کے حالات اختصاراً بیان کیے ہیں، ملاحظہ کیجیے: وفیات الاعیان، (۲۔۴۰۴،۴۰۵)

یہ حفاظ محدثین کے بارے میں بزرگ صوفیاء کا مؤقف احترام ہے

جیسے امام کبیر عارف باللہ ولی، عابد، صالح، سری سقطی ہیں اور یہ محدثین کے بارے میں صوفیاء کا احترام واکرام ہیں کاش ان لوگوں کو کوئی سمجھ آئے۔

امام ذہبی (۱۹۔۲۱۳،۲۱۵) پر لکھتے ہیں، ابن طیوری شیخ امام، محدث، عالم، مفید کثیر حدیث نقل کرنے والے ابوالحسن مبارک بن عبد الجبار بغدادی صیرفی، جن کی ولادت ۴۱۱ھ ہے۔

شیخ ابوعلی بن سکرہ صدفی کہتے ہیں کہ یہ ابوالحسین صالح، ثقہ، شیخ ہیں یہ فہم میں مضبوط، لغت میں پختہ، حفاظ حدیث کے شاگرد اور ان سے تربیت پانے والے کہتے ہیں، میں نے ابوبکر بن خاضبہ کو کہتے سنا:

شیخنا ابو الحسین ممن یستشفی بحدیثه — ہمارے شیخ ابوالحسین رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے شفا پانے والے ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۵۔۳۶۵) امام، ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد تابعی صفوان بن سلیم مدنی کے حالات میں لکھتے ہیں، امام احمد بن حنبل نے فرمایا: صفوان ان ثقہ لوگوں میں سے ہیں جو حدیث سے شفا پاتے ہیں:

وینزل القطر من السماء بذکرہ ثقة من خیار عباد الله الصالحین — آسمان سے بارش ان کے ذکر پر اُترتی اور یہ صالحین اللہ کے بندوں میں پختہ ثقہ ہیں۔

میں کہتی ہوں، عنقریب اس صالح، ثقہ، شخص کے کچھ مناقب آئیں گے۔

حافظ ذہبی (۱۹۔۶۱۵،۶۱۷) پر لکھتے ہیں، فراوی شیخ امام فقیہ مفتی مسند خراسان فقہ حرم ابو عبد اللہ محمد بن فضل صاعدی شافعی کے بارے میں کہتے ہیں، امام سمعانی کا بیان ہے میں نے عبد الرزاق بن ابی نصر طبسی کو کہتے ہوئے سنا۔

میں نے صحیح مسلم شیخ فراوی پر سات دفعہ پڑھی، تو فرمایا: میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اگر تم میرے غسل کے وقت حاضر ہوں تو اور تم دار میں مجھ پر نماز پڑھو وان تدخل لسانك فی فیّ، فانك اور تم اپنی زبان میرے منہ میں ڈالو قرأت به كثيراً حديث رسول الله کیونکہ تم نے کثیر دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پڑھی ہے۔

شیخ سمعانی کہتے ہیں، ان پر دوسرے روز نماز جنازہ پڑھی گئی اور مقبرہ میں وہ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ظہر کے بعد پہنچے اور یاد آتا ہے کہ ہم سن پانچ سوتیں رمضان میں تھے تو ہم اپنی گردنوں پر امام مسلم مصنف صحیح کی قبر تک پہنچے جب قاری کتاب سے فارغ ہوا تو شیخ طبسی رو پڑے اور کہا کہ شاید یہ کتاب مجھ پر میرے بعد نہ پڑھی جائے تو اکیس شوال میں فوت ہوئے اور امام ابن خزیمہ کے پاس انہیں دفن کیا گیا اور ان سے ہزار مجلس سے زیادہ املاء کی گئی اور مزید گفتگو ان کے بارے میں آرہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک اسم سے تبرک حاصل کرنا

امام ذہبی (۱۴۔۶۲،۶۵) پر لکھتے ہیں، ابو عثمان حیری شیخ امام محدث

واعظ، قدوہ، شیخ الاسلام استاذ ابو عثمان سعید بن اسماعیل نیشاپوری حیری صوفی ہیں، شیخ ابو عثمان نے ابو جعفر بن حمدان سے کہا:

البستم تروون ان عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة — کیا تم یہ روایت نہیں کرتے کہ صالحین کے ذکر پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

اس نے کہا: کیوں نہیں:

قال فرسول اللہ ﷺ سید الصالحین — تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ سید الصالحین ہیں۔

میں کہتی ہوں شیخ ابو عثمان کا قول "ذکر صالحین پر رحمت کا نزول ہوتا ہے" اسے امام ابو نعیم نے "الحلیة" (۷۔۲۸۵) حضرت سفیان بن عیینہ کے قول پر نقل کیا ہے۔

اور امام مروذی "کتاب الورع" (ص:۸۶) پر لکھتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے حضرت فضیل شیخ فتح موصلی اور ان کے فقر وصبر کے بارے میں پوچھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہا: رحمہم اللہ، گویا کہا کہ صالحین کے ذکر پر رحمت نازل کی جاتی ہے۔

امام ذہبی (۱۶۔۴۰،۴۳) پر لکھتے ہیں محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن عبدویہ شافعی امام محدث، متقن، حجہ، فقیہ، مسند عراق ابو بکر بغدادی شافعی بزار سفر کرنے والے اور اجزاء غیلانیات کے مصنف جن کی ولادت ۲۶۰ھ ہے یہ سب سے پہلے شخص ہیں جن کا ذکر حافظ امام، قطب الدین عبد الکریم بن محمدی کے تاریخ مصر میں ذکر ہے، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں وسعت عطا فرمائے۔ کیونکہ

ان کی ابتدا اس کے نام سے ہے جن کا نام محمد بن عبد اللہ ہے اور اسم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تبرک حاصل کرنا ہے۔

اہل بیت اطہار سے تبرک حاصل کرنا

شیخ ذہبی (۵۔۳۸۸) پر شعراء کے پیشواء کمیت بن زید اسدی (ت:۱۲۶ھ) کے حالات میں لکھتے ہیں کہ کمیت کے چچا اسد کے سربراہ تھے اور یہ کمیت شیعہ تھا اس نے حضرت علی بن حسین کی مدح کی تو انہوں نے اپنی اور بنو ہاشم کی طرف سے چودہ سو دراہم دیئے اور کہا اے ابو مستہل یہ لے لو، تو کہنے لگا اگر آپ کی طرف سے مجھے ایک دانق مل جاتا تو یہی کافی تھا لیکن مجھے آپ وہ کپڑا اپنے جسم کا عطا کر کے احسان کیجئے تا کہ میں وہ حاصل کر کے برکت حاصل کروں تو اس نے اپنا لباس اُتارا اور مجھے دیدیا اور دعا کی۔

شیخ کمیت کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ ان کی دعا کی برکت پاتا ہوں۔

میں کہتی ہوں یہ گفتگو شیخ ذہبی نے ''تاریخ الاسلام ''(۸۔۲۱۲) ''حوادث'' (۱۲۱،۱۴۰) میں بھی ذکر کی ہے۔

اس روایت کو ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' (مخطوط،۱۴،۱۔۳۰۰،۳۰۱) میں نقل کیا اور لکھا۔ میں نے شیخ ابوالحسن بن نفیف کی تحریر سے پڑھا اور مجھے شیخ ابو قاسم علوی نے اور ابو وحش مقری نے ان سے بیان کیا کہ ہمیں ابو الحسن محمد بن جعفر بخاری نے بتایا، ہمیں ابو احمد جلودی نے کہا کہ ہمیں محمد بن رکومہ نے بتایا،

ہمیں ابن عائشہ نے اپنے والد سے بیان کیا کہ کمیت بن زید حضرت علی بن حسین بن علی زین العابدین امام، عالم، صالح، ثقہ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا:

انی قد مدحتکم بما ارجو ان یکون وسیلۃ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم القیامۃ

میں نے تمہاری اس وجہ سے تعریف کی ہے کہ اُمید ہے کہ روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں یہ چیز وسیلہ بنے گی۔

تو آپ کو اس نے سنایا۔ حضرت علی بن حسین متوجہ ہوئے اور اپنے اہل اور غلاموں کو جمع کیا، اور پھر اس نے پڑھا: ''طربت وھل لک من مطرب''

جب اس سے فارغ ہوا تو امام علی بن حسین نے اسے فرمایا: تیرے ثواب سے ہم عاجز ہیں لیکن ہم اس سے عاجز نہیں کیونکہ اللہ ورسول نے ہمیں تیرے بدل سے عاجز نہیں کیا تو اسے اپنے اور اپنے اہل کے حوالے سے چار لاکھ دراہم دیئے اور کہا کہ اے ابو مستہل اسے لے لو اور اپنے سفر پر خرچ کرو تو اس نے کہا اگر آپ کی طرف سے مجھے ایک دانق مل جاتا تو یہ شرف کے لیے کافی تھا لیکن میں تمہاری مدح پر نہ رقم لینا چاہتا ہوں نہ اجر مگر میں اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا وسیلہ چاہتا ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر اپنا کوئی کپڑا اعطا کر کے احسان کریں جو آپ کے جسم سے لگا ہوا ہوتا کہ میں اس سے برکت پاؤں۔

حضرت علی بن حسین اُٹھے، اپنا لباس اُتارا اور تمام اسے دیدیا اور کہا وہ جبہ بھی دیدو جس میں آپ نماز ادا کرتے تھے جب اسے دے چکے تو پھر یہ دعا کی

اللھم ان الکمیت جاد فی آل رسولك وذریة نبیك بنفسه حین ضمن الناس واظھر ما کتمه غیرہ من الحق فامته شھیداً واحیه سعیداً وارہ الجزاء عاجلاً واجزله جزیل المثوبة آجلاً واجزله جزیل المثوبة آجلاً فانا قد عجزنا عن مکافته وانت واسع کریم

اے اللہ کمیت نے تیرے رسول کی آل میں عمدہ کہا اور تیرے نبی کی ذریت کے بارے میں جبکہ لوگ اس بارے میں بخل سے کام لیتے ہیں اور وہ ظاہر کیا جو دیگر حق کو چھپاتے ہیں اسے شہادت کی موت دے اسے حالت سعادت میں زندہ رکھ اسے آخرت میں جزا دے اور اسے دنیا میں بھی اجر عظیم عطا فرما کیونکہ ہم اسے بدلہ دینے سے عاجز ہیں اور تو وسیع رحمت والا کریم ہے۔

حضرت کمیت کہتے ہیں، میں ہمیشہ سے اس دعا کی برکت پاتا ہوں

اسے امام ابن عساکر نے اختصاراً دوسری سندوں سے (۱۰۳،أ) پر ذکر کیا:

شیخ ذہبی (۹_۳۹۱) امام سید جلیل شریف علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہم السلام کے حالات میں لکھتے ہیں:

منقول ہے دعبل اخزاعی نے علی بن موسیٰ کی مدح میں اشعار پڑھے انہیں چھ سو دینار اور ریشمی جبہ انہوں نے پیش کیا اور اہل قُم نے اس پر ہزار دینار خرچ کیے لیکن انہوں نے نہ لیے اور سفر کیا اور اس پر ڈاکوؤں نے راستے میں حملہ کیا اور وہ جبہ لے لیا وہ لوٹا اور ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ اس جبہ

کے لوٹانے کی کوئی صورت نہیں تو انہیں ہزار دینار دیئے اور ایک برکت کے لیے جبہ کا ٹکڑا بھی دیا۔

شیخ ذہبی (۹۔۳۹۳) پر لکھتے ہیں کہ حضرت علی بن موسیٰ کی طوس میں زیارت گاہ ہے جہاں لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

میں کہتی ہوں ، یہ تبرک کی روایت ''تھذیب الکمال للمزی'' (۲۱۔۱۵۰،۱۵۱) پر ملاحظہ کیجیے۔

شیخ ذہبی ''تاریخ الاسلام'' (۱۴۔۶۲۹،۲۷۲) پر لکھتے ہیں، حضرت علی بن موسیٰ رضا ایک بڑے عالم ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں بنو ہاشم کے سردار اجل اور سب سے بڑے بزرگ تھے ان کی خانقاہ کی زیارت کا قصد کیا جاتا ہے، امام ، حافظ ، حجت ، حدیث کے امیر المومنین ابن حجر عسقلانی ''تھذیب التھذیب'' (۳۔۱۹۵ ط الرسالۃ) حضرت علی بن موسیٰ رضا کے حالات میں حافظ ، ثقہ ، حجت ابو عبد اللہ حاکم کی ''تاریخ نیشاپور'' سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابوبکر محمد بن مؤمل بن حسن بن عیسیٰ سے سنا کہ ہم محدثین کے امام ابوبکر بن خزیمہ اور ان کے معاصر حضرت ابو علی سقفی مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے اور یہ کثرت کے ساتھ حضرت علی بن موسیٰ رضا کی قبر انور کی طوس میں زیارت کے لیے جاتے تھے۔

تو میں نے امام ابن خزیمہ کی اس جگہ میں تعظیم اور تواضع کو دیکھا جس نے ہمیں حیرت میں ڈال دیا۔

یہ صحیح واقعہ ہے اور محدثین کے امام کے موقف پر غور کرو کہ وہ کثرت کے ساتھ زیارت کرتے کاش اس قوم کو بھی کوئی سمجھ آجائے۔

شیخ ذہبی (۱۰۔۱۰۶،۱۰۷) پر لکھتے ہیں، حضرت نفیسہ سیدہ مکرمہ صالحہ جو بیٹی ہیں امیر المؤمنین حسن بن زید بن سید سبط نبی ﷺ حسن بن علی رضی اللہ عنہما جو علویہ حسنیہ ہیں صاحبہ مشہد کبیر ہیں جو مصر اور قاہرہ کے درمیان بنایا گیا ہے منقول ہے کہ یہ عابد صالحہ میں سے ہیں اور ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوجاتی ہے بلکہ انبیاء اور صالحین کی قبور کے پاس بھی۔اور مساجد وعرفہ ومزدلفہ میں سفر مباح میں، نماز، سحری کے وقت والدین کی دعا، پشت کے پیچھے بھائی کے لیے دعا، مجبور کے لیے دعا، عذاب میں قبور کے ہاں اور ہر وقت اور ہر گھڑی میں کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا۔ (پ۲۴، غافر:۶۰)

تو دعا کرنے والے کو کسی وقت بھی دعا سے منع نہ کیا جائے البتہ رفع حاجت وقت جماع وغیرہ میں۔دعا رات کے درمیان میں اور فرائض کے بعد اور آذان کے بعد قبول کی جاتی ہے۔

حافظ ذہبی نے "السیر اعلام النبلاء" (۱۷۔۷۵،۷۷) پر لکھا، شیخ ابن لال، شیخ امام فقیہ محدث ان کے لیے سفر، حفظ، معرفت ہے اور وہ امام کئی فنون کے ماہر ہیں۔

شیرویہ نے کہا، ثقہ، مفتی شہر اور اپنے دور کے یکتا ہیں میں نے ان سے بڑھ کر حسین نہیں دیکھا:

والدعاء عند قبرہ مستجاب

اور ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔

پھر حافظ ذہبی کہتے ہیں:

والدعاء مستجاب عند قبور الانبیاء والاولیاء

دعا حضرات انبیاء واولیاء کی قبور کے پاس قبول کی جاتی ہے۔

اور دیگر مقامات پر، لیکن قبولیت کا سبب دعا کرنے والے کے دل کا حاضر ہونا، خشوع اور اس کی زاری ہے بلاشبہ مبارک مقامات، مسجد، سحری کے وقت اور اس کی وجہ سے کثیر دعا کرنے والے کو یہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح مجبور کی دعا بھی قبول کی جاتی ہے۔

اور دعا حضرات انبیاء اور صالحین کی قبر پر کثیر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا طریقہ ہے۔ثقہ تابعی بزرگ حضرت عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں،:

رأیت ابن عمر یقف علی قبر النبی ﷺ فیصلی علی النبی ﷺ ویدعو لابی بکر وعمر

میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر کو قبر نبوی ﷺ کے پاس دیکھا کہ وہ نبی ﷺ پر درود پڑھتے اور حضرت ابوبکر وعمر کے لیے دعا کرتے۔

اسے حضرت ابن دینار سے امام مالک نے ''موطا'' میں ابومصعب کی

روایت (۵۰۶) اورسوید کی (ص:۱۴۵) اور ابن قاسم نے نقل کیا جیسے ''البیان والتحصیل'' (۱۸۔۴۰۴) پر ہے انہیں سے یہ روایت بھی ہے:

یسلم النبی ﷺ ویدعو، ثم یدعو لابی بکر وعمر رضی اللہ عنهما

نبی کریم پر سلام پڑھتے، دعا کرتے اور پھر حضرت ابوبکروعمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے۔

اسے امام بیہقی نے ''السنن'' (۵۔۲۴۵) پر بطریق یحیٰ بن بکیر امام مالک کے حوالہ سے بیان کیا۔

اس پر مزید دلائل آنے والے باب میں ملاحظہ کیجیے۔

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۱۷۔۷۷،۷۸) پروصی شریف سید ابوالحسن محمد بن علی بن حسین علوی حسینی زیدی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

شیرویہ کہتے ہیں، یہ ثقہ، صدوق، صوفی، واعظ، زاہد، خلوت گزیں تھے ۳۹۳ھ میں ان کا وصال ہوا۔شیخ سلمی کہتے ہیں، یہ سادات میں علم ونسب میں یکتا ہے، فقراء اس سے محبت کرتے اور ان کے ساتھ سنگت رکھتے، کئی علوم میں ان سے رجوع کیا جاتا اور یہ خلدی کے صاحب ہیں رملہ میں دویرہ صوفیاء میں داخل ہوئے اور وہاں ان کی کئی دن خدمت کرتے رہے حتی کہ ایک فقیر آیا اس نے ان کا سر چوما اور کہا یہ اس علاقہ کے شریف الجبل ہیں تو عباس اُٹھے اور انہوں نے ان کے پاؤں کا بوسہ لیا اور شریف نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا اور پھر سفر کیا۔

فائدہ

سیر اعلام النبلاء ،کی دوسری جز کے آخر میں (۲۔۶۳۳) پر پھر تیسری جلد ''سیر اعلام النبلاء ''جو شیخ امام ، ناقد ، ماہر، شیخ المحدثین شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی ، اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے فائدہ پہنچائے اور ان کی برکت سے مسلمانوں کو نفع دے اور اس کے لیے چوتھی جلد ہیں ابوبکر ثقفی کے حالات ہیں۔

اور اس نسخہ کی فراغت جمعہ کی رات شعبان المبارک ۷۳۹ھ میں ہوئی

والحمد لله وحده وصلواته على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليماً۔

سیبقی الخط بعدی فی الکتاب وتبلی الید منی فی التراب

فیالیت الذی یقرا کتابی دعا لی بالخلاص من الحساب

میں نے یہ نسخہ مبارک مصنف شیخ امام اوحد حجت امام المحدثین مؤرخ اسلام شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت فرمائے اور مسلمانوں کو ان کی برکت سے نفع دے بوسیلہ سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی آل وعترت کے۔

میں کہتی ہوں یہ کاتب ناسخ شیخ فرج بن احمد بن طوغان (ت:۷۶۱ھ) ہے۔

صالحین اور ان کے آثار سے تبرک پانا

صحابی مجاہد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مقدس سے

برکت حاصل کرنا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۲۔۴۰۵،۴۱۲،۴۱۳) سید کبیر صحابی جلیل حضرت ابو ایوب انصاری کے حالات میں لکھتے ہیں۔

شیخ واقدی کہتے ہیں، حضرت ابوایوب (۵۲ھ) میں فوت ہوئے جس سال یزید نے اپنے والد کی خلافت کے وقت قسطنطنیہ پر حملہ کیا ان کا مزار اقدس روم کی سرزمین قسطنطنیہ کے قلعہ کے صحن میں ہے۔ہمیں یہ بات پہنچی ہے:

ان الروم یتعاهدون قبره ویرمونه ویستسقون به

رومی لوگ ان کی قبر کی زیارت کرتے ہوئے حاضری دیتے ہیں اور اس کے ذریعے بارش طلب کرتے۔

میں کہتی ہوں اسے امام ابن سعد نے ''الطبقات'' (۳۔۴۸۵) میں امام محمد بن عمر واقدی سے اور اسی کے طریق سے ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' (۱۶۔۶۱) میں بیان کیا اور اس کی ایک اور سند بھی عنقریب آ رہی ہے۔

امام واقدی ''تاریخ'' میں ثقہ ہیں، حافظ ذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' (۷۔۱۴۲) پر لکھا:

واقدی وان کان لا نزاع فی ضعفه فهو صادق اللسان کبیر القدر

واقدی کے ضعف میں اگرچہ نزاع نہیں لیکن وہ صادق لسان اور کثیر القدر ہیں۔

امام ذہبی نے ''السیر'' (۹۔۴۶۴) پر علماء کا قول واقدی کے بارے

میں نقل کیا:

ان ما رواہ عنہ کاتبہ ابن سعد فی الطبقات ھو امثل قلیلاً من روایۃ الغیر عنہ	ان سے جو ان کے کاتب ابن سعد نے الطبقات میں روایت کیا وہ ان سے دیگر کی روایت سے تھوڑا سا بہتر ہے۔

اور ان کے حالات کے خاتمہ پر "سیر الاعلام النبلاء" (۹۔ ۴۶۹) پر لکھا یہ بات مسلمہ ہے کہ واقدی ضعیف ہیں لیکن ان کی غزوات وتاریخ میں محتاجی ہے اور ہم ان کے آثار کو نقل کر رہے ہیں، فرائض میں مناسب نہیں کہ ذکر کیا جائے یہ کتب ستہ، مسند احمد اور دیگر احکام پر تمام کُتب میں دیکھتے ہیں کہ وہ ضعیف لوگوں کی حدیث جبکہ متروک لوگوں کی حدیث نقل کرنے کی اجازت دیتے ہیں باوجود اس کے کہ انہوں نے امام محمد بن عمر سے کوئی شے نقل نہیں کی جبکہ بندہ کے ہاں ان کا وزن یہ ہے کہ ضعف کے باوجود ان کی حدیث لکھی جائے اور روایت کی جائے کیونکہ میں ان پر وضع کی تہمت نہیں لگاتا اور ان لوگوں کا قول جنہوں نے زیادتی کی ہے کئی لحاظ سے وہ جرأت ہے جیسے کہ ان لوگوں کا اعتبار نہیں جنہوں نے واقدی کی توثیق کی جیسے یزید، ابوعبید، صاغانی، حربی، معن اور تمام دس محدثین کیونکہ آج اس پر اجماع ہو چکا کہ وہ حجت نہیں اور ان کی حدیث کمزور ترین شمار کی جائے گی۔

جب تم یہ جان چکے تو اب "السیر" (۲۔۴۱۲) پر شیخ اصمعی وہ اپنے والد اور دادا سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب کی قبر قسطنطنیہ کے قلعوں کے

ساتھ بنائی گئی جب صبح ہوئی تو رومیوں نے کہا، اے گروہ عرب آج رات کوئی واقعہ تمہارے ہاں ہوا ہے تو انہوں کہا کہ ہمارے نبی کے اصحاب میں سے ایک بڑے فوت ہوئے اللہ کی قسم اگر ان کی قبر کو اُکھاڑا گیا تو بلاد عرب میں نقارا بجایا جائے گا۔

فکانوا اذا قحطوا، کشفوا عن قبرہ، جب ان رومیوں پر قحط ہوتا تو وہ قبر فامطروا کھول دیتے تو ان پر بارش ہوجاتی۔

میں کہتی ہوں، شیخ اصمعی نے یہ روایت "تاریخ دمشق" (۱۶ ۔ ۶۱) پر نقل کی اور کہا ہمیں ابو القاسم علی بن ابراہیم نے انہیں ابو الحسن رشا بن نظیف ان سے حسن بن اسماعیل نے انہیں احمد بن مروان نے بیان کیا کہ احمد بن علی مقری نے ہمیں اصمعی نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے بیان کیا کہ ابوایوب انصاری جن کا اسم گرامی خالد بن زید ہے انہوں نے بلاد روم کے غزوہ میں شریک ہوئے، قسطنطنیہ میں ان کا وصال ہوا، شہر کی دیوار کے ساتھ ان کی قبر اور اس پر عمارت بنائی جب لوگوں نے صبح کی تو رومیوں نے مسلمانوں پر جھانکا اور پوچھا اے گروہ عرب پچھلی رات کو واقعہ ہوا ہے؟ تو مسلمانوں نے بتایا ہمارے نبی کے بڑے صحابی فوت ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ان کی قبر کو اُکھاڑا گیا تو بلاد عرب میں نقوس بج جائے گا تو رومی جب قحط زدہ ہوتے تو ان کی قبر سے پردہ ہٹاتے تو ان پر بارش ہوجاتی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ (۷۔۱۷۔۵،۷۶،۷۷،۷۷) پر لکھا، ابن لال شیخ

امام ، فقیہ ، محدث ، ابوبکر احمد بن علی بن احمد ہمذانی شافعی ہیں ۔آپ نے علم حدیث کے لیے سفر کیا ، آپ انتہائی حفظ ومعرفت والے تھے اور آپ امام صاحب فنون تھے ۔شیرویہ نے کہا ، آپ ثقہ ، یکتائے زمانہ، اپنے شہر کے مفتی تھے ،علوم حدیث میں آپ کی سینکڑوں تصنیفات ہیں مگر آپ فقہ میں مشہور تھے ۔

نیز فرمایا: میں نے آپ کی کُتب ''کتاب السنن ''اور''معجم الصحابه'' دیکھی ہے اور''معجم الصحابه'' جیسی حسین اور عمدہ کتاب میں نے نہیں دیکھی

آپ کی قبر انور کے پاس دعا قبول ہوتی ہے ۔۳۰۸ھ میں آپ پیدا ہوئے اور ۳۹۸ھ میں وفات ہوئی ۔

میں کہتی ہوں ،انبیاء واولیاء کی قبروں کے پاس اور اسی طرح دیگر معزز مقامات پر دعا قبول ہوتی ہے۔

لیکن سبب اجابت یہ ہے کہ دعا کرنے والا خشوع وخضوع اور حضوری قلب سے دعا مانگے اور بلا شک وشبہ برکت والی جگہ ،مسجد میں اور سحری وغیرہ کے وقت دعا کرنے والے کو بہت کچھ حاصل ہوسکتا ہے ۔اسی طرح ہر مجبور کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۷۔۲۱۴،۲۱۵)ابن فورک امام علامہ صالح شیخ المتکلمین ابوبکر محمد بن حسن بن فورک اصبہانی ہیں،عبد الغافر نے ''سیاق التاریخ '' میں لکھا استاذ ابوبکر جن کی قبر حیرہ میں ہے ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

قاضی ابن خلکان ''الوفیات'' (۴۔۲۷۲) پر لکھتے ہیں ابوبکر اُصولی ادیب نحوی واعظ ہیں اور عراق میں بڑی مدت درس دیا پھر ''الری'' کی طرف گئے بدعتیوں یعنی کرامیہ نے ان کے خلاف کیا اور اہل نیشاپور کو ان کی طرف بھیجا اور ان کے لیے انہوں نے ایک مدرسہ اور گھر بنایا اور ان کی برکتیں صاحبان فقہ پر ظاہر ہوئیں ان کی تصنیفات سو کے قریب ہیں اور انہیں شہر غزنی کی دعوت دی گئی اور ان کے ہاں کئی مناظرے ہوئے اور انہوں نے ابن کرام پر شدید رد کیا، پھر نیشاپور کی طرف لوٹے راستے میں ان کو زہر دیدیا گیا اور بُست کے قریب فوت ہوئے انہیں نیشاپور منتقل کیا گیا:

ومشهده بالحيرة يزار ويستجاب الدعاء عنده	ان کی خانقاہ حیرہ میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

امام ذہبی کہتے ہیں، یہ شاعری اور فن کلام میں ماہر تھے اور انہوں نے حسن باہلی صاحب اشعری سے علم حاصل کیا۔

عبد الغافر کہتے ہیں، شیخ ابوعلی دقاق نے اپنی مجلس میں ایک گروہ کے لیے دعا کی ان سے کہا گیا تم نے ابن فورک کے لیے دعا کیوں نہ کی؟ تو بتایا، میں ان کے لیے دعا کیسے نہ کروں کہ میں نے پچھلے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے ایمان کی قسم پر دعا کی کہ وہ مجھے شفا عطا کرے۔

میں کہتی ہوں، امام ذہبی کے اس قول کو دیکھئے جو انہوں نے ان کے

وصف میں لکھا، امام علامہ صالح شیخ متکلمین کہ وہ اشعری تھے، تو تم انصاف کی روح پاؤ گے اور یہ ان کا رد ہے جو ذہبی پر اس لیے حملہ آور ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اشاعرہ کے دشمن ہیں۔

اور قصہ استشفاء کے لیے ''تبیین کذب المفتری'' (ص:۲۳۲۔ ۲۳۳) ملاحظہ کیجئے۔

امام ذہبی (۱۷۔۳۸۴،۳۸۵) پر لکھتے ہیں، جاوردی حافظ، امام متقن زیادہ سفر کرنے والے ابوالفضل محمد بن احمد بن محمد ہروی، ابونصر الفامی کہتے ہیں ابوالفضل علوم میں اپنی نظیر نہیں رکھتے خصوصاً علم حفظ وحدیث میں دنیا کی قلت اور قوت پر اکتفا میں اور یہ تقویٰ میں یکتا تھے اور کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا:

فاوصاه بزيارة قبر الجاوردي وقال انه فقيراً سنياً	تو آپ نے جاوردی کی قبر کی زیارت کا فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ یہ درویش عمدہ ہے۔

میں کہتی ہوں ملاحظہ کیجیے ''تذکرۃ الحفاظ للذہبی'' (۳۔۱۰۵۵) اور آپ کا ان کی قبر کی زیارت کرنے کا وصیت کرنا ان کے ساتھ برکت، کا حصول ہے۔

حافظ ذہبی (۱۷۔۱۰۵۵) پر لکھتے ہیں، اردستانی امام حافظ سفر کرنے والے صالح عابد ابوبکر محمد بن ابراہیم بن احمد ہیں، شیرویہ کہتے ہیں، ثقہ اور شان میں بڑے اعلیٰ تھے میں نے کئی لوگوں سے سنا جس کو بھی دنیا وآخرت کی کوئی

حاجت ہو وہ ان کی قبر کی زیارت کرے اور دعا کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔

یہ بیان کرتے ہیں میں نے اس کا تجربہ کیا اور ۴۹۳ھ میں ان سے عبد الغفار بن طاہر نے ہمذان کے مقام پر صحیح بخاری روایت کی۔اور وہ حدیث کے علم کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کا علم بھی خوب رکھتے تھے اور ان کا تذکرہ بڑا بلند ہے ان کا وصال ۴۲۹ھ میں ہوا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۸۔۳۳۳،۴۳۴) پر لکھتے ہیں کہ ابن زیرک علامہ شیخ ہمذان ابوالفضل محمد بن عثمان قوسانی ثم ہمذانی ان کی ولادت ۳۹۹ھ میں ہوئی۔

شیرویہ کہتے ہیں، میں نے ان سے کثیر روایت لی اور ثقہ صدوق ہیں ان کی بڑی شان اور مرتبہ ہے، تفسیر کے ماہر، فقیہ، ادیب، عابد ہیں، ۷۱ھ ربیع الآخر میں فوت ہوئے، ان کی قبر کی زیارت کی جاتی اور برکت حاصل کی جاتی ہے۔

میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا، میں بیمار ہوا اور معاملہ سخت ہو گیا، میرے والد نے کہا، بیٹے اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرو میں نے انہیں اسلام اور سنت پر گواہ بنایا ہے تو میں نے اس حال میں دیکھا گویا کوئی ہیبت میرے اندر داخل ہوئی تو میں صاحب ہیبت و جمال ہو گیا ہوں گویا ہوا میں تیر رہا ہوں تو انہوں نے مجھے کہا ''قل'' میں نے کہا ''نعم'' انہوں نے مجھ پر تکرار کیا پھر انہوں نے مجھے کہا کہ ایمان میں اضافہ و کمی ہوتی ہے قرآن تمام جہات سے غیر مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی آخرت میں زیارت ہو گی۔

میں نے کہا کہ میں ہیبت کی وجہ سے یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا تو فرمایا
میرے ساتھ ساتھ کلمات کو دہراؤ تو میں نے ان کے ساتھ ایسا کیا، مسکرائے اور
کہا میں تمہارے لیے عرش کے پاس گواہ ہوں تو میں نے چاہا کہ میں ان سے
پوچھوں کہ میں مردہ ہوں تو انہوں نے جلدی سے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا تو میں
نے اپنے دل میں کہا کہ یہ فرشتہ ہے تو مجھے آرام آ گیا۔

امام ذہبی (۱۹۔۵۱،۵۳) پر لکھتے ہیں ، ابوالفرج حنبلی امام قدوہ شیخ
الاسلام عبدالواحد بن محمد بن علی فقیہ حنبلی واعظ اور کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں
ابوالحسین بن فراء ''طبقات الحنابلۃ''میں لکھتے ہیں کہ ان کی بڑی
واضح کرامات ہیں۔

منقول ہے کہ دو دفعہ ان کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی اور
وہ مختلف اوقات میں دلوں پر اثر کرنے والی گفتگو کرتے جیسے کہ ابوالحسن ابن قزوینی
زاہد بغداد میں کیا کرتے اور بادشاہ تتش ان کی تعظیم کرتا کیونکہ اس کا مکاشفہ ان
کے لیے تام تھا۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے اعتقاد کا مددگار اور اس کے پھیلانے
میں ممتاز تھا اور ان کی فقہ، وعظ اور اُصول میں تصانیف ہیں۔امام ذہبی کہتے ہیں،
ان کا وصال ۴۸۶ھ ذوالحجہ میں ہوا، باب الصغیر کے مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

وقبرہ مشھور یزار ویُدعی عندہ اور ان کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے اور
وہاں دعا کی جاتی ہے۔

میں کہتی ہوں مزید ان کے حالات پر کچھ گفتگو آرہی ہے۔

شیخ ذہبی (۱۹۔۷۴،۷۵،۷۷) پر لکھتے ہیں خلعی شیخ، امام، فقیہ، قدوہ، مسند دیار مصر، یہ قاضی ابوالحسن علی بن حسن بن حسین شافعی جو ۴۸۵ھ کی ابتدا میں مصر میں پیدا ہوئے۔ شیخ ابن انماطی لکھتے ہیں، خلعی کی قبر کو قرافہ میں قاضی جن وانس کی قبر سے مشہور ہے، اس کے ہاں دعا قبول ہونا معروف ہے۔

میں کہتی ہوں، دیکھئے ''طبقات الشافعیة للسبکی'' (۵۔۲۵۴)

تکمیل

علامہ حافظ ابن جزری ''عدة الحصن الحصین'' (ص:۲۰) پر لکھتے ہیں۔ ''فصل فی اماکن الاجابة'' (قبولیت دعا کے مقامات) یہ مبارک مقامات ہیں اور میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ سے اس کے بارے میں کچھ مروی ہو البتہ وہ روایت جسے طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا۔

ان الدعاء مستجاب عند رویة الکعبة   کہ دعا کعبہ دیکھنے کے وقت قبول کی جاتی ہے۔

اور کثیر مقامات پر اس کا تجربہ مشہور ہے ان میں سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں اور ہمارے نبی محمد ﷺ کے قبر کے سوا معین طور پر کسی نبی کی قبر بالاجماع ثابت نہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قبر بغیر تعین کے موجود ہے اور میں نے صالحین کی قبور کے پاس قبولیت دعا کا تجربہ کیا ہے لیکن معروف شرائط کے ساتھ

علامہ شوکانی نے "تحفة الذاکرین بعدة الحصن الحصین"
(ص:۴۴،۴۶) پر لکھا مصنف کا قول کہ یہ مبارک مقامات ہیں:

میں کہتا ہوں ، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مبارک مقامات میں مزید اختصاص ہے ان کے لیے ایسا شرف اور برکت ہے جو ان میں دعا کرنے والے میں برکت عارض ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا وسیع اور اس کی عطا خوب ہے، پہلے یہ حدیث گزری:

هم القوم لايشقى بهم جليسهم یہ ایسی قوم ہے کہ جن کا ساتھی بد بخت نہیں رہتا۔

تو اس قوم کے ساتھی کو ان کی مثل بنایا جو کہ وہ ان میں سے نہیں اس پر ان کی برکات پڑی تو وہ ان میں سے ہو گیا اور یہ بعید نہیں کہ مبارک مقامات کا معاملہ بھی اسی طرح ہو کہ اپنے رب سے ان میں دعا کرنے والا اس برکت پر مشتمل ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ نے ان مقامات میں پیدا کیا تو اب وہ عدم قبول دعا کی وجہ سے بد بخت نہیں ہو گا۔

پھر شوکانی نے (ص:۴۵) پر لکھا مصنف کا یہ جملہ کہ اس چیز کا تجربہ ہوا ہے میں کہتا ہوں شاید اس کی وجہ وہ تجربہ کرتا ہے جو ان مقامات کے مزید شرف سے ثابت ہے اس کے لیے قبولیت دعا میں دخل ہے جیسا کہ پیچھے قریب ہی گزرا اور یہ ثابت ہے کہ مسجد حرام کی نماز کا اجر اور مسجد نبوی ﷺ کا اجر کئی گناہ ہونا معروف ہے، بعید نہیں کہ ان میں ایسی مقبولیت ہو جو دوسروں سے اضافی طور پر ہے۔

پھر علامہ شوکانی نے (ص:۴۶) پر لکھا، مصنف کا کہنا صالحین کی قبور کے پاس، میں کہتا ہوں مصنف نے اس چیز میں سے داخل کیا جس تجربے کا ذکر پہلے ہوا ہے اس کی وجہ مزید شرف اور نزول برکت ہے اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ مقامات کی برکت دعا کرنے والے کو لاحق ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے ذاکرین صالحین کی برکت ان لوگوں کو لاحق ہوتی ہے جو ان میں داخل ہوتے ہیں حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہوتے جیسے فرمان نبوی ﷺ بتا رہا ہے:

هم القوم لايشقى بهم جليسهم — یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہتا۔

مصنف کا کہنا کہ صالحین کی قبور کے پاس قبولیت دعا معروف شرائط کے ساتھ مجرب ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے یہاں اور پہلے ذکر کی ہے لیکن یہ اس شرط کے ساتھ کہ کوئی ایسے فساد والی چیز پیدا نہ ہو وہ یہ کہ اس میت کے بارے عقیدہ رکھے جو اعتقاد اس کے بارے میں جائز نہیں جیسے قبور کے بارے میں کثیر اعتقاد رکھنے والوں کا ہے کیونکہ وہ اہل قبور کے ساتھ اس قدر غلو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بنتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکارتے ہیں اور اس سے ایسی چیزیں طلب کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کرنی چاہیے اور یہ قبور پر مجاور لوگوں کے کثیر احوال سے معلوم ہے خصوصاً وہ عام لوگ جو شرک کی باریکیوں کا علم نہیں رکھتے۔

یہاں تک کہ شوکانی کی گفتگو مکمل ہوئی تو اب جو لوگ اولیاء سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ان کی قبور کے پاس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

صالحین کی برکت سے بلاؤں کا ٹل جانا

امام ذہبی (۴-۱۳۷) تابعی جلیل یزید بن اسود جرشی زبدینی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ صفوان بن عمرو نے سلیم بن عامر سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ نماز استسقاء کے لیے نکلے جب منبر پر بیٹھے تو پوچھا یزید بن اسود کہاں ہے؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے آئے تو معاویہ نے ان سے کہا کہ منبر پر آؤ تو حضرت معاویہ نے یوں دعا کی:

اللهم انا نستشفع اليك بخيرنا وافضلنا يزيد بن الاسود.	اے اللہ! ہم تجھے اپنے بہتر اور افضل یزید بن اسود کے واسطہ سے سفارش کرواتے ہیں۔

اے یزید! اپنے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں اُٹھاؤ انہوں نے ہاتھ اُٹھائے اور لوگوں نے بھی اُٹھائے تھوڑا سا بادل ڈھال کی طرح اُڑا۔ ہوائیں چلیں، ہم پر بارش ہوئی حتی کہ قریب تھا کہ لوگ اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ پائیں۔

حضرت سعید بن عبد العزیز اور دیگر نے بیان کیا کہ حضرت ضحاک بن قیس نے حضرت یزید بن اسود کی برکت سے بارش طلب کی تو وہیں ٹھہرے تھے کہ بارش ہوگئی۔

امام حسن بن محمد بن بکار نے ابوبکر عبد اللہ بن یزید سے بیان کیا کہ مجھے ایک استانی نے بتایا کہ یزید بن اسود جرشی روم کی سرزمین پر وہ اور ایک آدمی چل رہے تھے تو انہوں نے ایک غیبی آواز سنی کہ اے یزید تم اللہ کے مقرب ہو اور تمہارے ساتھی عابدین میں سے ہیں اور ہم اس کی تکذیب نہیں کرتے۔

امام ابن عساکر کہتے ہیں، مجھے یہ بات پہنچی کہ انہوں نے عشاء کی نماز مسجد دمشق میں پڑھی اور زبدین کی طرف نکلے تو ان کا دایاں انگوٹھا چمک اُٹھا اور فلا یزال یمشی فی ضوئها الی القریة اس کی روشنی میں وہ اس دیہات تک چلے۔

اور وہ موت کے وقت ان کے پاس حضرت واثلہ بن اسقع موجود تھے

میں کہتی ہوں حدیث سلیم کو ابن سعد نے (۷۔۴۴۴) پر نقل کیا۔

حدیث سعید کو یعقوب بن سفیان نے "المعرفة والتاریخ" (۲۔۳۸۱) میں اور حدیث عبد اللہ بن یزید کو ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" (مخطوطہ، ج:۱۸۔۱۲۱، ب) نقل کیا۔

اور قول ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۱۸۔۱۲۰، ب) پر ذکر کیا۔

امام ذہبی (۴۔۱۶۳) پر امام تابعی کبیر، شقیق بن سلمۃ ابو وائل کوفی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا اور ذکر کیا کہ ان کے پاس ابو وائل آئے تو ابراہیم نخعی نے کہا:

انی لا حسبه ممن یدفع عنا به	میں گمان کرتا ہوں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی برکت سے ہم سے مصیبتیں ٹلتی ہیں۔

میں کہتی ہوں اسے خطیب نے ''التاریخ'' میں روایت کیا اور اس طریق سے ابن عساکر نے (۱۶۲،۲۳) پر روایت کیا امام ابونعیم نے ''الحلیة'' (۴۔ ۱۰۵) پر نقل کیا اور الفاظ روایت انہی کے ہیں۔ خطیب نے ''التاریخ'' (۹۔۲۷۰) اور ان دونوں کے طریق ہے، ابن عساکر (۲۳۔۲۶۷) نے حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کیا:

ما من قریة الا وفیھا من یدفع عن اھلیھا به وانی لارجو ان یکون ابووائل منھم	ہر قریہ میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ہے جس کی وجہ سے اس کے اہل سے مصیبتیں ٹلتی ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ ابووائل انہی میں سے ہیں۔

امام ابونعیم نے ''الحلیة'' خطیب نے ''التاریخ'' ابن عساکر نے (۲۳۔۱۵۲) اور ذہبی نے حضرت ابووائل کے بارے میں ایسی روایات ذکر کیں جن سے سینے ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ بزرگ علم وعمل کے پہاڑ تھے۔

فائدہ

امام ابونعیم نے ''الحلیة'' (۵۔۵) میں حضرت سفیان ثوری سے نقل کیا

ما اری کان یدفع عن اھل ھذہ المدینة الا بمحمد بن سوقه ورث عن ابیه مائة الف فتصدق به کله

میں اس شہر کے اہل کو محمد بن سوقہ کی وجہ سے پریشانیوں کو دور دیکھتا ہوں اور وہ اپنے والد سے ایک لاکھ کے وارث بنے تو تمام انہوں نے صدقہ کر دیا۔

امام ذہبی (۴۔۵۷۴) پر امام تابعی، ثقہ، عابد، جلیل، حسن بصری رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں۔ محمد بن سلام جمحی نے حمام سے انہوں نے حضرت قتادہ سے نقل کیا: منقول ہے کہ زمین سات ایسے افراد سے کبھی خالی نہیں ہوتی جن کی وجہ سے بارش کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے بلائیں ٹلتی ہیں:

وانی لارجوان یکون الحسن احد السبعة

مجھے اُمید ہے کہ امام حسن بصری ان سات میں ایک ہیں۔

امام ذہبی (۵۔۳۵۵) پر امام، حافظ، قدوہ، شیخ الاسلام تابعی محمد بن منکدر مدنی کے بارے میں لکھتے ہیں، ابوخالد احمد نے محمد بن سوقہ انہوں نے ابن منکدر سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کی اولاد اور اس کی اولاد دراولاد کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے گھر کی اور اس کے اردگرد گھروں کی حفاظت کرتا ہے:

فما یزالون فی حفظ او فی عافیة ما کان بین ظھرانیھم

اور جب تک وہ ان کے درمیان رہتا ہے وہ حفاظت وعافیت میں رہتے ہیں

امام ذہبی (۵۔۳۶۵) پر امام ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، تابعی حضرت صفوان بن سلیم مدنی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں، امام احمد بن حنبل کہتے

ہیں ،صفوان ثقہ لوگوں میں سے ہیں

یستشفی بحدیثہ وینزل القطر من السماء بذکرہ ثقۃ من خیار عباد اللہ الصالحین

جن کی باتوں سے شفا ملتی ہے ان کے ذکر سے آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے اور یہ اللہ کے صالحین بندوں میں سے ہیں۔

میں کہتی ہوں حضرت صفوان بن سلیم جن کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں ، امام ثقہ حافظ فقیہ ابن سعد لکھتے ہیں یہ ثقہ کثیر الحدیث عابد ہیں ، یعقوب بن شیبہ لکھتے ہیں یہ ثبت ثقہ اور عبادت میں مشہور ہیں۔

میں نے علی بن عبد اللہ مدینی کو کہتے سنا کہ حضرت صفوان بن سلیم ٹھنڈی راتوں میں چھت پر عبادت کرتے ہیں تا کہ انہیں نیند نہ آئے۔

حضرت مالک بن انس کہتے ہیں، حضرت صفوان بن سلیم سردیوں میں چھت پر اور گرمیوں میں گھر کے اندر نماز پڑھتے تا کہ صبح تک گرمی وسردی کی وجہ سے بیدار رہیں ، پھر کہتے ہیں یہ صفوان بن سلیم کی محنت ہے اور ان کے دونوں پاؤں پر ورم ہو جاتا کہ وہ لوٹتے تو قیام لیل کی وجہ سے گرنے کی طرح ہوتے اور ان کی سبز آنکھیں ظاہر ہو جاتیں۔

ابوغسان نہدی کہتے ہیں ، میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ وہ حدیث پر اپنے بھائی کی مدد کرتے اور کہا کہ سفیان کی قسم اُٹھائی کہ وہ زمین پر اللہ کی ملاقات تک پہلو نہیں لگائیں گے اور اس پر وہ تیس سال سے زیادہ مدت

تک رہے جب وفات کا وقت آیا تو ان پر نزع اور اضطراب کی کیفیت ہوئی اور وہ بیٹھے تھے، بیٹی نے کہا، کاش آپ پہلو کے بل لیٹ جاتے تو فرمایا: اے بیٹی! اگر ایسا کروں تو میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی نذر وحلف کو پورا نہ کیا تو وہ بیٹھے بیٹھے ہی فوت ہو گے۔

سہل بن عاصم محمد بن منصور سے کہتے ہیں کہ صفوان بن سلیم نے کہا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ میں اپنے پہلو بستر پر نہیں لگواؤں گا حتی کہ اپنے رب سے لاحق ہو جاؤں، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ صفوان اس کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔تو انہوں نے پہلو زمین پر نہیں لگائے، جب ان پر موت کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا، اللہ تم پر رحمت کرے تم پہلو پر کیوں نہیں لیٹ جاتے تو کہنے لگے میں اگر ایسا کروں تو اللہ تعالیٰ سے وعدہ نبھانے والا نہیں رہوں گا تو اسی طرح انہوں نے ٹیک لگائے رکھی کہ ان کی روح نکل گئی۔

حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ صفوان نے حلف اُٹھایا

ان لا یضیع جنبه الی الارض حتی یلقی اللہ تعالیٰ — کہ وہ اپنے پہلو کو زمین پر نہیں لگائیں گے حتی کہ وہ اللہ سے ملاقات کریں۔

اور ان کا وصال ۱۳۲ھ میں ہوا۔

یہ ہے وہ صفوان جن سے لوگ برکتیں حاصل کرتے۔

امام ذہبی (۱۰۔۶۴۱) پر خالد بن خلی قاضی امام حافظ ابوقاسم کلاعی حمصی

قاضی شہر کے بارے میں لکھتے ہیں ان کی ولادت ۱۷۰ھ میں ہوئی اور یہ عظیم علماء میں سے ہیں۔

عبد الصمد بن سعید قاضی کہتے ہیں، میں نے سلیمان بن عبد الحمید بہرانی سے سنا جب مامون بادشاہ اہل حمص کی طرف آیا تا کہ لوگ اس کے پاس دمشق میں آئیں تو اختیار چار آدمیوں کو ملا، یحیٰی بن صالح وحاظی، علی بن عیاش، ابو یمان ،خالد بن خلی بیان کرتے ہیں سب سے پہلے داخل ہونے والے ابو یمان ہیں ان سے یحیٰی بن اکثم نے کہا کہ تم یحیٰی بن صالح کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم پر ان خواہشات میں سے کوئی شے وارد ہوئی ہے کہ ہم اسے نہیں جانتے تو کہا تم علی بن عیاش کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو اس نے کہا وہ صالح شخص ہیں لیکن قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس نے پوچھا کہ خالد بن خلی کیسے ہیں ؟ کہا کہ میں نے انہیں قرآن پڑھایا ہے، پھر اس نے اسے جانے کا حکم دیا۔

پھر اس کے پاس یحیٰی بن صالح داخل ہوئے تو اس نے پوچھا تم ابو یمان کے بارے میں کیا کہتے ہو تو بتایا کہ وہ ہمارے شیوخ میں سے ہیں اور ہماری اولاد کی تربیت کرنے والے ہیں۔

پھر پوچھا، علی بن عیاش کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بتایا وہ شخص صالح ہیں لیکن قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اس نے پوچھا خالد بن خلی کیسے ہیں؟ تو کہا انہوں نے مجھ سے علم اور کُتب ثقہ لکھیں پھر وہ چلے گئے۔

پھر علی بن عیاش داخل ہوئے اس سے گفتگو کی کہ تم ابو یمان کے

بارے میں کیا کہتے ہو، بتایا وہ صالح شیخ ہیں قرآن پڑھتے، پوچھا یحییٰ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بتایا فقہاء میں سے ہیں پوچھا خالد بن خلی؟ بتایا اہل علم میں سے ہیں اور پھر رو دیئے۔

پھر خالد داخل ہوئے، پوچھا تم ابویمان کے بارے میں کیا کہتے ہو، بتایا ہمارے استاد اور عالم ہیں، اور قرآن پڑھانے والے ہیں پوچھا یحییٰ کیسے ہیں؟ بتایا ہم نے اس سے علم اور فقہ سیکھی ہے پوچھا ابن عیاض کیسے ہیں؟ بتایا وہ ابدال میں سے ہیں اور ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ان سے کہتے ہیں وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں وہ دور ہو جاتی ہے:

فاذا اصابنا القحط سالتاہ فدعا اللہ تعالیٰ فسقانا الغیث	جب ہمیں قحط پہنچتا ہے تو ہم ان سے کہتے ہیں وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل ہو جاتی ہے

بیان کیا یحییٰ بن اکثم نے اپنے اور مامون کے درمیان ایک باریک پردہ رکھا تھا اسے اُٹھایا مامون نے اسے کہا کہ یہ قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اسے اس کے سپرد کردو اور اسے خلعت پہنانے کا کہا تو اس نے خالد کو خلعت پہنائی اور اسے قاضی مقرر کیا۔

میں کہتی ہوں یہ روایت اس روایت کو ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' ''(۱۶_۱۴،۱۵) پر نقل کیا۔

علی بن عیاش کے بارے میں ذہبی نے (۱۰_۳۳۸) پر کہا حافظ

صدوق عابد ابوحسن الہانی حمصی ہیں۔

امام ذہبی نے (۱۲۔۸۷) پر احمد بن ابوحواری کے بارے میں لکھا امام حافظ قدوا شیخ اہل شام زاہد اعلام میں سے ایک ہارون بن سعید ایلی یحییٰ بن معین سے نقل کیا اور احمد بن ابوحواری کا ذکر کیا تو کہا:

اھل الشام به یمطرون — اہل شام انہی کی وجہ سے بارش پاتے ہیں

ابن ابو حاتم کہتے ہیں، میں نے اپنے والد سے ان کی بڑی طویل تعریف سنی ہے۔

فیاض بن زہیر کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین کو شیخ احمد بن ابوحواری کا ذکر کرتے ہوئے سنا

اظن اھل الشام یسقیم اللّٰہ به الغیث — میرا خیال ہے اہل شام کو اللہ انہی کی وجہ سے بارش عطا کرتا ہے۔

میں کہتی ہوں ان کا کامل ترجمہ "حلیة الاولیاء" (۵۔۳۳) پر ہے، "سیر اعلام النبلاء" (۱۲۔۸۵،۹۴) پر اور ایلی والی روایت کو ابن ابی حاتم نے جرح والتعدیل (۱۲۔۴۷) اور ابونعیم نے "الحلیة" (۱۰۔۲۲) پر امام ذہبی (۱۴۔۳۶۵) پر لکھتے ہیں۔

ابن خزیمہ محمد بن اسحاق حافظ، حجت، فقیہ شیخ الاسلام امام الائمہ ابوبکر سلمی نیشاپوری شافعی ہیں۔

ابوعثمان سعید بن اسماعیل حیری کہتے ہیں، ہمیں ابن خزیمہ نے بیان کیا

کہ جب میں کسی شے کی تصنیف کا ارادہ کرتا ہوں تو نماز استخارہ شروع کرتا ہوں حتی کہ مجھ پر دروازہ کھل جاتا ہے میں پھر تصنیف کی ابتدا کرتا ہوں۔

ابو عثمان کہتے ہیں:

ان اللہ لیدفع البلاء عن اھل ھذہ المدینة لمکان ابی بکر بن اسحاق	اللہ اس شہر کے اہل سے مصیبتیں امام ابوبکر محمد بن اسحاق کی وجہ سے ٹالتا ہے

میں کہتی ہوں، حافظ فقیہ ابن خزیمہ کے ذکر کے مناسب یہ ہے کہ ہم یہ قصہ عجیب ذکر کریں جیسے حافظ، ثقہ، کبیر ابو عبد اللہ حاکم نے ''تاریخ نیسابور'' میں نقل کیا جیسے ''تھذیب التھذیب'' حافظ ابن حجر (۷۔۳۳۹) میں ہے۔

امام حاکم کہتے ہیں میں نے ابوبکر محمد بن المؤمل بن حسن بن عیسیٰ سے سنا، کہ ہم محدثین کے امام ابوبکر بن خزیمہ اور ان کے ہم پلہ ابو علی ثقفی کے ساتھ ایک مشائخ کی جماعت کے ساتھ نکلے جو کثرت کے ساتھ حضرت علی بن موسیٰ رضا کی قبر پر طوس کے مقام پر جاتے تھے

فرأیت من تعظیمه یعنی ابن خزیمة لتلك البقعة وتواضعه لھا وتضرعه عندھا ماتحیرنا	تو میں نے اس مقام پر ابن خزیمہ کی تعظیم تواضع اور تضرع کو دیکھا جس نے انہیں حیران کر دیا۔

امام ذہبی (۱۵۔۲۵۸،۲۶۰) پر لکھتے ہیں، محاملی قاضی، امام، علامہ، محدث، ثقہ، مسند وقت ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیلی مصنف سنن ہیں ان کی ولادت ۲۳۵ھ کی ابتدا میں ہوئی اور ان کی حدیث کے سماع کی ابتدا ۲۴۴ھ پر

ہوئی جب ان کی عمر دس سال تھی۔

محمد بن اسکاف کہتے ہیں، میں نے خواب میں یہ کہتے ہوئے سنا:

ان اللہ لیدفع عن اھل بغداد البلاء بالمحاملی

اللہ تعالیٰ اہل بغداد سے مصیبت محاملی کی وجہ سے ٹالتا ہے۔

میں کہتی ہوں اس کی تخریج خطیب نے "تاریخ بغداد" (۸۔۲۲) میں کی ہے۔

امام ذہبی (۱۵۔۳۷۴،۳۷۵) پر لکھتے ہیں، حمزہ بن قاسم بن عبد العزیز امام قدوہ، جامع المنصور کے امام ابو عمر ہاشمی بغدادی جن کی ولادت ۲۴۹ھ ہے، خطیب کہتے ہیں یہ ثقہ اور خیر میں مشہور تھے لوگوں کے لیے انہوں نے بارش یوں مانگی

اللھم ان عمر بن الخطاب استسقی بشیبة العباس فسقی وھوابی وانا استسقی به قال فاخذ یحول رداء ہ فجاء وھو علی المنبر

اے اللہ! حضرت عمر بن خطاب نے حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کی تو تو نے بارش کی وہ میرے جد امجد ہیں میں ان کی وجہ سے بارش مانگتا ہوں اس کے بعد انہوں نے اپنی چادر کو اُلٹ دیا جبکہ وہ منبر پر تھے تو بارش آگئی۔

ان کا وصال ۳۳۵ھ ہے۔

میں کہتی ہوں استسقاء والی روایت کو "تاریخ بغداد" (۸۔۱۸۲) میں خطیب نے روایت کیا، اس میں دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر کا توسل سیدنا عباس سے اس لیے خاص نہیں کہ وہ موجود ہیں اس پر یہ شیخ حمزہ ہاشمی کا یہ قول دلیل ہے

کہ میں حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش طلب کرتا ہوں اور یہ ان کی کثیر مدت موت کے بعد ہے۔

تو توسل جائز ہے خواہ وہ ذات زندہ ہو یا فوت ہو چکی ہو کیونکہ مسلمان صالحین کے مقام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب پاتا ہے اور نقصان ونفع دینے والا اللہ ہی ہے اور جس سے توسل کیا جائے اس کا زندہ ہونا یا فوت ہونے میں کوئی فرق کیا۔جنہوں نے فرق کیا انہوں نے نفع ونقصان کو مخلوق کی طرف منسوب کیا تو یہ لوگ اسی میں گر پڑے جس سے بھاگے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم نیکی اور توفیق کا سوال کرتے ہیں نبی کریم ﷺ اور صالحین سے توسل پر ان کے اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد کثیر دلائل موجود ہیں۔ انہیں ان کے مقامات وماخذ سے حاصل کیجیے، ہمارے علماء نے اس موضوع پر کثیر کُتب لکھیں۔

صالحین بزرگوں اور ان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا خواہ وہ صحابہ ہوں یا ان کے بعد کے لوگ۔

امام ذہبی (۳۔۴۳۰،۴۳۱) پر لکھتے ہیں، عبد اللہ بن بسر بن ابو بسر صحابی لمبی عمر والے اور برکت شام ابو صفوان مازنی جو حمص میں مقیم ہیں۔

میں کہتی ہوں، سید الکونین ﷺ کی یہ برکت ہے کہ ابوعبد اللہ حسن بن ایوب حضرمی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبد اللہ بن بسر نے اپنے کان پر ایک

تل دکھایا، میں نے اس پر اپنی اُنگلی رکھی تو کہنے لگے۔رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنی اُنگلی رکھی اور پھر فرمایا:

لتبلغن قرناً — تم ایک قرن عمر پاؤ گے۔

ابوعبد اللہ کہتے ہیں کہ ان کے سر کے بال تھے جن کو وہ کنگی کرتے، یہ حدیث صحیح ہے اسے امام احمد نے (۴۔۱۸۹) اور ابن ابی عاصم نے ''آحاد والمثانی'' (۳۔۴۷) پر نقل کیا۔

ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن بسر کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سر پر رکھا اور فرمایا:

یعیش ھذا الغلام قرناً — یہ نوجوان ایک قرن زندہ رہے گا۔

تو وہ ایک سو سال زندہ رہے اور ان کے چہرے پر ایک تل تھا تو فرمایا:

لایموت ھذا الغلام حتی یذھب ھذا الثالول من وجھه — یہ نوجوان نہیں فوت ہوگا حتی کہ یہ تل اس کے چہرے سے غائب ہوجائے۔

تو وہ فوت نہیں ہوئے یہانتک کہ وہ تل ختم ہوگیا۔

اسے حارث بن ابی اُسامہ نے مسند میں نقل کیا جیسے ''بغیة الباحث'' (۲۔۹۳۷) طبرانی نے ''مسند الشامین'' (۲۔۱۷) اور ''معجم الکبیر'' میں نقل کیا جیسے ''المجمع'' (۹۔۴۰۴) میں اس پر دلیل ہے کہ قرن سو سال کا ہوتا ہے۔

امام ذہبی (۶۔۳۷۵) پر عبد اللہ بن عون کے بارے میں لکھتے ہیں، امام محدث زاہد عابد، برکة الوقت ابومحمد ہلال ہیں امام احمد سے پوچھا گیا تو فرمایا: ان

میں کوئی حرج نہیں اور میں انہیں بہت پرانا جانتا ہوں اور فرمایا: ان میں خیر ہی ہے۔

شیخ ابن معین ابو زرعہ، صالح حزرہ اور دارقطنی نے کہا، ثقہ ہے، صالح نے اضافہ کیا کہ مامون ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ابدال میں سے ہیں۔

امام بغوی کہتے ہیں، عبد اللہ بن عون خراز نے بیان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہیں اور ایک دفعہ کہا کہ یہ ابدال ہیں، ان کا وصال ۲۲۳ھ رمضان میں ہوا۔

صالحین پر ابدال کا اطلاق

میں کہتی ہوں امام ذہبی صالحین بزرگوں پر ابدال کا اطلاق کرتے ہیں اور یہ ایسی اصطلاح ہے جو سلف صالحین کے ہاں مستعمل ہے ان میں سے امام امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، امام شافعی، وکیع بن جراح اور ان کے علاوہ کچھ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اور فقہاء ہیں اور کچھ کے بارے میں پیچھے ذکر آیا ہے رسول اللہ ﷺ سے حدیث وارد ہوئی جو ابدال، ان کے مقامات اور مدح کے بارے میں ہے اور ان کے تذکرہ کی اس مقام پر گنجائش نہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (٦۔٤١٠) پر لکھتے ہیں ابوشجاع قتبانی امام، قدوہ، برکۃ الوقت سعید بن یزید مفتی علماء میں سے ہیں ان کی توثیق امام احمد اور ایک جماعت نے کی، امام ابوداؤد کہتے ہیں، بڑے عظمت والے تھے، لیث بن عاصم کہتے ہیں، میں نے انہیں دیکھا کہ جب صبح ہوئی تو ان کی پنڈلی تہجد کی طوالت کی جہ سے متورم تھی۔ حافظ ابن یونس کہتے ہیں کہ یہ بڑے محنت کرنے والے

بندے ہیں جن کا وصال ۱۵۴ھ ہے۔

امام ذہبی (۸_۳۸۴،۳۸۵) پر امام شیخ الاسلام، عالم زمانہ اپنے وقت میں امیر الاتقیاء حافظ مجاہد احد الاعلام عبد اللہ بن مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں، اسماعیل بن عیاش کا بیان ہے کہ زمین پر ابن مبارک کی مثل کوئی نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی خیر کی کثرت پیدا نہیں کی جو عبد اللہ بن مبارک نے اپنے میں جمع نہ کی ہو۔

مجھے میرے ساتھیوں نے بتایا کہ انہوں نے مصر سے مکہ تک ان کے ساتھ سفر کیا تو وہ انہیں حلوہ کھلاتے اور خود ہمیشہ روزہ رکھتے۔

امام حاکم کہتے ہیں، مجھے محمد بن احمد بن عمر نے بتایا انہیں محمد بن منذر نے انہیں عمر بن سعید طائی نے انہیں عمر بن حفص صوفی منبج میں بتایا کہ ابن مبارک اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے بغداد سے نکلے اور مصیصہ کا ارادہ کیا ان کی سنگت میں صوفیاء تھے جن سے فرمایا: تمہارے ایسے نفوس ہیں کہ ان پر خرچ کیا جائے، اے غلام! یہ تھال لاؤ اس پر ایک رومال ڈالا پھر فرمایا: تم میں سے ہر آدمی اس مندیل کے نیچے کچھ ڈالے، ہر آدمی نے دس دراہم ڈالے، ایک آدمی نے بیس ڈالے، آپ نے مصیصہ تک خرچ کیا پھر فرمایا: یہ سفر کے شہر ہیں جو ماقبی ہے وہ تقسیم کرتے ہیں تو ایک آدمی کو بیس دینار دیئے اور کہا، اے ابو عبد الرحمٰن میں نے تو بیس دراہم دیئے تھے تو فرمایا: اس کا انکار نہ کرو اللہ تعالیٰ غازی کے خرچہ میں برکت ڈالتا ہے۔

میں کہتی ہوں اسے خطیب نے ''تاریخ بغداد'' (۱۰۔۱۵۷،۱۵۸) پر نقل کیا۔

پھر امام ذہبی (۸۔۴۱۰) پر اپنی سند کے ساتھ ابن مبارک تک خالد حذاء سے انہوں نے عکرمہ سے از ابن عباس نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

البرکة مع اکابرھم — برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔

تو میں نے ولید سے کہا کہ تو نے ابن مبارک سے کہاں پڑھا انہوں نے کہا، جہاد میں۔

میں کہتی ہوں اسے ابن حبان نے (۱۹۱۲) حاکم نے (۱۔۶۲) پر ابونعیم نے ''الحلیة'' (۸۔۱۷۱) میں ابن مبارک سے دوسندوں سے نقل کیا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۹۔۳۱۳) پر امام زاہد شیخ خراسان شقیق بن ابراہیم بلخی شہید کے بارے میں لکھا کہ یہ ۱۹۴ھ میں شہادت پائی۔

علی بن محمد بن شقیق سے مروی ہے کہ میرے جد کے لیے تین سو قریہ تھیں لیکن بلا کفن وہ فوت ہوئے اور بیان کیا:

وسیفه الی الیوم یتبار کون به — ان کی تلوار سے آج کے دن تک لوگ برکت پاتے ہیں۔

وہ بلاد ترک میں تجارت کے لیے نکلے وہ بُت پرستوں کے پاس پہنچے تو ان کے شیخ کو داڑھی منڈاتے ہوئے دیکھا تو اسے کہا کہ یہ عمل باطل ہے اور تمہارے لیے خالق اور صانع ہے جو ہر شے پر قادر ہے، پھر اس سے کہا کہ یہ تمہارے فعل کے موافق نہیں، کہا یہ کیسے؟ تو بتایا: تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ ہر شے پر قادر ہے

اور یہاں تم رزق کی تلاش میں آئے ہو اور تمہارا رازق وہی ہے اور یہ میرے زہد کا سبب بن گئی۔

میں کہتی ہوں اسے امام ابونعیم "الحلیة" (۸_۵۹) اور اسی طریق سے امام ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" (۲۳_۱۳۶) پر نقل کیا اس کے الفاظ اور سند یوں ہے ہمیں ابوبکر محمد بن احمد بن عبداللہ بغدادی نے سن اٹھاون میں اور مجھے ان سے عثمان بن محمد عثمانی کی اولاد نے سن چون میں بیان کیا اور ہم سے عباس بن احمد شامی نے ان سے ابوعقیل رصافی از احمد بن عبداللہ زاہد سے کہ علی بن محمد بن شقیق نے بیان کیا کہ میرے جد کے تین سو قریہ جاگیریں تھیں جس دن وہ واشکرد میں شہید کیے گئے اور ان کے پاس کفن تک نہیں تھا۔انہوں نے تمام کا تمام اپنی آخرت کے لیے وقف کر دیا تھا:

وثیابه وسیفه الی الساعة معلق یتبر کون به	ان کے کپڑے اور ان کی تلوار آج تک معلق ہیں جن سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں۔

اور بیان کیا کہ بلاد ترک پر تجارت کے لیے نکلے تو ایک قوم کو وہ ملے جنہیں خصوصیت کہا جاتا تھا اور وہ بُت پرست تھے،ایک بُتوں کے گھر میں وہ داخل ہوئے تو ان کا عالم اپنا سر اور داڑھی مونڈ رہا تھا اس نے سرخ ارجوانی کپڑے پہن رکھے تھے، شقیق نے اسے کہا کہ یہ جو تو کر رہا ہے یہ باطل ہے اور ان کے لیے، تیرے لیے اور اس مخلوق کے لیے خالق اور صانع ہے جس کی مثل

دنیا و آخرت میں کوئی نہیں اور وہ ہر شے پر قادر اور ہر شے کو رزق دینے والا ہے

اس کے خادم نے اسے کہا تمہارا قول تمہارے فعل کے موافق نہیں ، شقیق نے کہا، کیسے ؟ کہا، تم کہتے ہو کہ تمہارا خالق ورازق ہر شے پر قادر ہے اور تم یہاں طلب رزق کے لیے آئے ہوئے ہو، اگر وہی بات ہے جو تم نے کہی تو وہی یہاں رزق دے گا جو تمہیں وہاں دیتا تھا تو تم مشقت سے آرام پا جاؤ گے

شقیق کہتے ہیں ، میرے زہد کا سبب وہ ترکی کی گفتگو ہے تو وہ لوٹ آئے اور تمام مال صدقہ کر دیا اور علم پڑھا۔

حضرت شقیق بلخی ان کی شان امام ذہبی نے ''السیر'' میں یوں لکھی ، امام زاہد شیخ خراسان نیز یہ عبادت گزار اور زاہد ہونے کے باوجود مجاہدین کے سربراہ ہیں اور ''المیزان'' میں ان کی شان یہ بیان کی کہ یہ کبار مجاہدین میں سے ہیں۔

حضرت شقیق کی باتوں پر رحمتوں کا نزول ہو، ان کے حالات ''تاریخ دمشق'' از ابن عساکر (۲۳_۱۳۱) ''حلیۃ الاولیاء'' (۸_۵۸) پر ملاحظہ کیجیے۔

امام ذہبی (۱۰_۲۳۵) پر ابو مسہر عبد الاعلی بن مسہر امام شیخ شام حافظ فقیہ کے حالات میں لکھتے ہیں ۔امام ابوحاتم رازی کہتے ہیں:

ما رایت احداً اعظم قدراً من ابی مسھر
میں نے ابومسہر سے بڑھ کر قدرومنزلت والا کوئی نہیں دیکھا۔

میں نے دیکھا جب وہ مسجد کی طرف نکلتے ہیں لوگ قطار بنا کر انہیں سلام کرتے اور ان کے ہاتھوں کو چومتے ہیں۔

میں کہتی ہوں اس واقعہ کو حافظ عبد الرحمٰن بن حافظ ابو حاتم رازی نے "الجرح والتعدیل" (۱-۲۹۱) پر نقل کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ میں نے کسی علاقہ میں قدر و منزلت والا اہل دمشق کے ہاں ابو مسہر اور "اہل ری" کے ہاں ہشام رازی سے بڑھ کر نہیں دیکھا اور میں نے ابو مسہر کو دیکھا جب وہ مسجد کی طرف نکلتے تو لوگ دائیں بائیں ان کے لائن بنا کر انہیں سلام کرتے اور ان کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے یہ روئے زمین پر سب سے صحیح سند ہے اور شیخ ابو مسہر کے حالات "الجرح والتعدیل" (۶-۲۷) اور "السیر" (۱۰-۲۲۸) پر موجود ہیں۔

امام ذہبی (۹-۱۹۷) پر یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر کے بارے میں لکھتے ہیں شیخ الاسلام عالم خراسان ابو زکریا تمیمی منقری نیشاپوری حافظ حدیث ہیں۔

شیخ ابو عباس سراج کہتے ہیں، میں نے حسین بن عبدش سے سنا اور وہ ثقہ ہیں، انہوں نے کہا میں نے محمد بن اسلم سے سنا کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، میں نے پوچھا کہ میں کس سے حدیث لکھوں تو فرمایا: یحییٰ بن یحییٰ سے لکھو۔

امام حاکم کہتے ہیں، میں نے محمد بن حامد سے سنا انہوں نے ابو محمد منصوری سے انہوں نے محمد بن عبد الوہاب سے انہوں نے حسین بن منصور سے انہوں نے کہا کہ شیخ یحییٰ بن یحییٰ نے حج کا ارادہ کیا تو امیر عبد اللہ بن طاہر سے اذن طلب کیا تو اس نے کہا آپ اسلام کے عروۃ الوثقیٰ ہیں میں اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ تمہیں آزمائش آجائے اور تم مصیبت میں چلے جاؤ، لہذا یہ

اجازت ہے اور یہ نصیحت اس کے بعد وہ رُک گئے۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یحییٰ نے اپنے بدن کے کپڑوں کی وصیت امام احمد بن حنبل کے لیے کی:

فلما قدمت علی احمد اخذ منها ثوباً واحداً للبرکة ورد الباقی وقال انه لیس تفصیل ثیابه من زی بلدنا	جب وہ کپڑے امام احمد کے پاس پہنچے تو انہوں نے برکت کے لیے ایک کپڑا لیا اور باقی واپس کردیئے اور کہا کہ ہمارے شہر کی وردی ان کپڑوں جیسی نہیں۔

شیخ ابوعمرو مستملی کہتے ہیں، میں نے ابواحمد فراء کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھے زکریا بن یحییٰ بن یحییٰ نے بتایا کہ میرے والد گرامی نے اپنے جسم کے کپڑوں کی امام احمد کے لیے وصیت کی، میں انہیں ایک رومال میں رکھ کر حاضر ہوا انہوں نے دیکھا تو فرمایا:

لیس هذا من لباسی ثم اخذ ثوباً واحداً ورد الباقی	یہ میرا لباس نہیں پھر ایک کپڑا لیا اور باقی واپس کیا۔

شیخ یحییٰ رحمہ اللہ ۲۲۶ھ میں فوت ہوئے۔

میں کہتی ہوں، امام یحییٰ بن یحییٰ کا اپنے کپڑوں کی امام احمد بن حنبل کے لیے وصیت کرنا اس کا ذکر امام ابن حبان نے "کتاب الثقات" (۹۔۲۶۲) پر کیا۔

امام محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں، میں نے حسین بن منصور سے سنا انہوں

نے امیر عبد اللہ بن طاہر سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے خواب میں رمضان شریف میں دیکھا گویا آسمان سے کتاب نیچے آ رہی ہے اور وہ مجھے بتایا گیا:

هذا الكتاب فيه اسم من غفرله فقمت فتصفحت فيه فاذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم يحيىٰ بن يحيىٰ	اس کتاب میں ان لوگوں کے نام ہیں جنہیں بخش دیا گیا، میں نے اُٹھ کر اسے صفحہ در صفحہ دیکھنا شروع کیا تو اس میں لکھا تھا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' یحییٰ بن یحییٰ۔

امام حاکم کہتے ہیں، میں نے اپنے والد گرامی سے سنا انہوں نے کہا میں نے ابوعمرو عمروی والی شہر سے سنا کہ میں ایک رات چھت پر سویا ہوا تھا تو اچانک مقبرہ حسین کی ایک قبر سے آسمان کی طرف نور چمکا گویا وہ سفید مینارہ ہے میں نے تیر پھینکنے والے غلام کو بلایا اور کہا اس قبر پہ تیر پھینکو جس سے نور چمک رہا ہے اس نے ایسا کیا، جب صبح کی تو وہ نشانہ یحییٰ بن یحییٰ کی قبر تھی۔

امام ذہبی (۱۶۔۱۶۱،۱۶۲) پر شیخ سراج کے حالات میں لکھتے ہیں، امام محدث، قدوہ شیخ الاسلام ابوحسن محمد بن حسن ہیں۔ امام حاکم کہتے ہیں، میں نے ان سے بڑھ کر عبادت و مشقت کرنے والا نہیں دیکھا قرآن کی تعلیم دیتے اور ان کا حال ابو یونس قوی زاہد کی طرح ہے نماز ادا کرتے یہاں تک کہ اپاہج ہو گئے، روتے حتی کہ نابینا ہو گئے۔

ابوالحسن نے اُصول الصحیحہ روایت کیے، میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور ان کے پیچھے پیچھے چلا حتی کہ

آپ یحییٰ بن یحییٰ کی قبر کے پاس ٹھہرے اور آپ کے آگے پیچھے ایک صحابہ کی جماعت تھی آپ ﷺ نے اس پر دعا کی، پھر متوجہ ہوئے اور فرمایا:

هذا القبر امان لاهل هذه المدينة یہ قبر اس شہر والوں کے لیے ذریعہ امان ہے۔

میں کہتی ہوں یہ اسناد صحیح سے بھی اصح ہیں، امام ذہبی "تاریخ الاسلام" (۱۶۔۴۶۳) پر لکھتے ہیں کہ یحییٰ نے ایک دفعہ امیر عبد اللہ بن طاہر کی طرف رقعہ لکھا اس نے رقعہ کو چوما اور اپنی آنکھوں پر رکھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے (۱۱۔۲۰۵) امام حافظ حجہ ثقہ، فقیہ، عابد، برکت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا کہ امام ابوعبد اللہ (احمد بن حنبل) کی اولیاء اللہ کی ایک جماعت نے ثنا کی اور ان سے برکت حاصل کی اور اسے ابوالفرج ابن جوزی اور شیخ الاسلام نے نقل کیا اور اس کی کچھ سند صحیح نہیں۔

میں کہتی ہوں، امام ذہبی نے لفظ "بعض" لا کر اچھا کیا حتی کہ کوئی کم عقل یہ نہ سمجھے کہ تمام سند صحیح نہیں اور کچھ امام احمد کے احوال پیچھے گزرے۔

ابن جوزی "مناقب امام احمد" (ص:۱۴۶) پر لکھتے ہیں، "باب الثامن عشر فی ذکر تبرك الاولیاء به وزیارتهم له "پھر اس میں کئی خبریں بیان کیں کہ ابدال نے امام احمد کی زیارت کی۔

امام ذہبی (۱۱۔۲۱۱،۲۱۲) پر لکھتے ہیں، عباس دوری نے ہمیں علی بن ابی فزارہ ہمارے پڑوسی نے کہا کہ میری والدہ بیس سال سے اپاہج تھی، ایک دن

مجھے کہا کہ امام احمد بن حنبل کے پاس جاؤ اور ان سے میرے لیے دعا کراؤ، میں نے دروازے پر دستک دی تو وہ اپنے دہلیز پر تھے تو فرمایا: کون؟ میں نے بتایا ،ایسا شخص ہوں کہ میری والدہ نے کہا ہے کہ وہ اپاہج ہے کہ میں آپ سے دعا کرواؤں میں نے ان سے غضبناک آدمی کی طرح گفتگو کی تو کہا کہ ہمیں زیادہ ضرورت ہے کہ تم ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو میں واپس لوٹ آیا تو ایک بوڑھی عورت نکلی اس نے کہا کہ تو انہیں چھوڑ گیا وہ اس عورت کے لیے دعا کر رہے ہیں میں اپنے گھر لوٹا:

فخرجت امی علی رجلیها تمشی میری والدہ اپنے پاؤں پر چل کر باہر آئی

اس واقعہ کو عباس سے دو ثقہ آدمیوں نے نقل کیا۔

شیخ عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں ،میرے والد (احمد بن حنبل) ہر دن تین سو رکعت نوافل پڑھتے جب وہ کوڑے لگنے کی وجہ سے بیمار ہوئے جنہوں نے انہیں کمزور کر دیا تو وہ ہر دن ورات میں ایک سو پچاس رکعتیں پڑھتے۔

عبید اللہ بن عبد الرحمٰن زہری کہتے ہیں، مجھے میرے والد نے بیان کیا کہ میرے چچا احمد بن سعد ،امام احمد بن حنبل کے پاس گئے ،سلام دیا جب انہوں نے دیکھا فی الفور کھڑے ہوگئے اور ان کا اکرام کیا۔

امام ذہبی (۱۱ـ۲۳۰) پر لکھتے ہیں ،ابوبکر بن شاذان کہتے ہیں ہمیں ابوعیسیٰ احمد بن یعقوب نے بیان کیا کہ مجھے فاطمہ بنت احمد نے بتایا کہ میرے بھائی صالح کے گھر میں آگ لگ گئی انہوں نے ایک لڑکی سے نکاح کیا کہ وہ بطور جہیز چار ہزار

دینار سامان لائے تھے جسے آگ نگل گئی میرے بھائی صالح کہنے لگے:

ما غمنی ماذهب الا ثوب لابی کان جو مال چلا گیا مجھے اس کا غم نہیں مگر

یصلی فیه اتبرك به واصلی فیه میرے والد کے کپڑے جن میں وہ

نماز پڑھتے میں ان سے تبرک حاصل

کرتا تھا اور ان میں نماز پڑھتا تھا۔

فاطمہ بنت احمد بیان کرتی ہیں کہ جب آگ بجھی لوگ گھر میں داخل ہوئے:

فوجدوا الثوب علی سریر قد تو انہوں نے وہ کپڑے محفوظ پائے آگ

اکلت النار ما حوله وسلم ان کا ارد گرد کھا چکی تھی لیکن وہ محفوظ تھے

امام ابن جوزی کہتے ہیں، مجھے قاضی القضاۃ علی بن حسین زینبی نے بیان کیا کہ

آگ دراہم میں لگی تو اس نے انہیں جلا دیا مگر وہ تحریر جو امام کی تھی اسے نہ جلایا

اور بیان کرتے ہیں جب ۵۵۴ھ میں شہر بغداد میں سیلاب آیا میری

کُتب غرق ہو گئیں لیکن وہ جلد محفوظ رہی جس میں امام کی تحریر کے ورق تھے۔

امام ذہبی کہتے ہیں اسی طرح بات معروف اور ثابت ہے کہ وہ سیلاب

جو بغداد میں ۲۰۷ھ کے بعد آیا وہ مقبرہ احمد کے تمام قبروں تک پہنچا اور پانی دہلیز

سے داخل ہو کر ایک ہاتھ بلند ہو گیا۔

ووقف بقدرة الله وبقیت الحصر لیکن وہ اللہ کی قدرت سے ٹھہر گیا

حول قبر امام بغبارها اور وہ چٹائیاں امام صاحب کی قبر کے

ارد گرد غبار سمیت باقی رہیں۔

اور یہ چیز بطور نشانی تھی۔

امام ذہبی (۱۱-۳۰۴) پر لکھتے ہیں، شیخ خلال نے بیان کیا کہ ہمیں عبد اللہ بن احمد نے بتایا کہ میں نے کثیر اہل علم، فقہاء، محدثین بنو ہاشم وقریش اور انصار کو اپنے والد گرامی کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا، بعض ان کا ہاتھ چومتے، بعض ان کا سر، اس قدر ان کی تعظیم کرتے کہ میں نے ان کے علاوہ کسی فقیہ کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جبکہ وہ یہ چیز پسند نہیں کرتے تھے۔

میں نے ان لوگوں کی زیارت کی ہے، ہیثم بن خارجہ قواریری، ابو معمر، علی بن مدینی، بشار الخفاف، عبد اللہ بن عون خراز، ابن ابی شوارب، ابراہیم ہروی، محمد بن بکار، یحییٰ بن ایوب، سریج بن یونس، ابوخیثمہ، یحییٰ بن معین، ابن ابی شیبہ، عبدالاعلیٰ نرسی، خلف بن ہشام اور ایک ایسی جماعت جنہیں میں شمار نہیں کر سکتا کہ وہ آپ کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔

امام ذہبی (۱۱-۳۱۸) پر لکھتے ہیں، شیخ الخلال نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن علی، انہیں میں نے بیان کیا مہنی نے امام احمد بن حنبل کو کئی دفعہ دیکھا کہ ان کے چہرے اور سر کو بوسہ دیا جاتا ہے تو وہ نہ کچھ کہتے اور نہ منع کرتے۔

اور میں نے سلیمان بن داؤد ہاشمی کو دیکھا کہ ان کا سر اور پیشانی چومی جاتی لیکن وہ نہ اس سے منع کرتے اور نہ ناپسند کرتے۔

امام ذہبی (۱۱-۳۴۱) پر لکھتے ہیں، شیخ صالح بیان کرتے ہیں کہ وہ میرے والد گرامی کے پاس آئے اور ابو مجاہد بن موسیٰ نے کہا کہ اے ابوعبد اللہ

آپ کے نام کو یہ بشارت ہے کہ یہ مخلوق تمہاری گواہی دے رہی ہے تو پرواہ نہ کرو اس وقت کی جب تم اللہ کے حضور پیش ہونگے اور انہوں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور رو دیئے اور کہتے ہیں کہ اے ابوعبد اللہ مجھے کوئی وصیت کیجیے، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کیا، تو وہ قاضی کے گھر پر کھڑے ہوئے اس حال میں کہ وہ بشارت دیتے اور آسامیوں کی خبر دیتے۔

میں کہتی ہوں، امام ابن جوزی نے "مناقب امام احمد" (ص:۴۰۷) پر اس کو ذکر کیا۔

امام ذہبی (۱۱۔۳۴۲) پر لکھتے ہیں، شیخ صالح بیان کرتے ہیں، کہ میرے والد گرامی کے غسل کے وقت کوئی اجنبی شخص نہیں تھا ہم نے انہیں کفن دینے کا ارادہ کیا تو بنو ہاشم ہم پر غالب آ گئے وہ ان پر رو رہے تھے اور وہ اپنی اولاد بھی ساتھ لے کر آئے ان کی اولاد بھی ان پر رو رہی تھی اور یہ سب آپ کا بوسہ لیتے رہے پھر ہم نے آپ کو تخت پر رکھا اور ہم نے انہیں عمامہ پہنایا۔

میں کہتی ہوں، اسے امام ابن جوزی نے "المناقب" (ص:۴۱۳) پر ذکر کیا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۲۔۱۸۶) پر لکھتے ہیں، سری بن مغلس سقطی، امام قدوہ، شیخ الاسلام سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ سری نے لونڈی کو دیکھا جس کے ہاتھ سے برتن گرا پس وہ ٹوٹ گیا پھر آپ نے اپنی دکان سے نیا برتن لے کر اس لونڈی کو دیا۔ امام معروف کرخی نے اسے دیکھا تو ان کے لیے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے دنیا ناپسند کرے، تو فرماتے ہیں یہ وہی چیز جس میں،

میں ہوں یہ سب حضرت معروف کرخی کی برکتیں ہیں۔

میں کہتی ہوں امام ذہبی نے اس واقعہ کو تھوڑے سے تصرف کے ساتھ "تاریخ بغداد" سے نقل کیا ہے پھر ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ میں داخل کر دیا ہے دونوں واقعات اسی طرح ہیں۔

خطیب نے "تاریخ بغداد" (۹۔۱۸۸) پر سلیمان بن محمد بن سلم ضراب سے نقل کیا کہ مجھے میرے ایک بھائی نے بتایا کہ حضرت سری سقطی کے پاس سے ایک لونڈی گزری جس کے پاس ایک برتن تھا اور برتن میں بھی کوئی شے موجود تھی وہ برتن اس کے ہاتھ سے گرا اور ٹوٹ گیا، حضرت سری نے دکان سے کوئی چیز لی اوراس برتن کے بدل میں اس لڑکی کو دی حضرت معروف کرخی نے ان کا یہ عمل دیکھا تو انہیں بہت پسند آیا تو حضرت معروف نے انہیں یہ دعا دی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے دنیا ناپسند کرے۔

پھر خطیب نے احمد بن خلف سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس میں، میں ہوں اس کا سبب حضرت معروف کی برکتیں ہیں، میں نماز عید سے لوٹا تو میں نے حضرت معروف کے ساتھ ایک بچہ دیکھا اس کی آنکھیں غبار آلود تھیں، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو بتایا کہ میں نے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا یہ ٹوٹا ہوا دل لیے کھڑا تھا میں نے پوچھا تم کیوں نہیں کھیلتے ؟ تو بتایا، میں یتیم ہوں، سری نے کہا تم کیا محسوس کرتے ہو؟ کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے تو کہا میں چاہتا ہوں اس کے لیے گٹھلیاں خریدوں اور ان سے

اخروٹ خریدوں جس سے یہ خوش ہو جائے میں نے ان سے کہا یہ بچہ مجھے دیدیں میں اس کا شکستہ حال درست کر دیتا ہوں۔

تو انہوں نے مجھ سے کہا کیا تم ایسا کرو گے؟ تو میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا اس بچہ کو لے جاؤ اللہ تمہیں غنی کر دے تو دنیا میرے نزدیک حقیر سے حقیر تر ہو گئی

امام ذہبی (۹۔۳۳۹) پر لکھتے ہیں، حضرت معروف کرخی زاہدوں کی نشانی، زمانہ کی برکت ابو محفوظ بغدادی، حضرت معروف کا ذکر امام احمد کے ہاں کیا گیا تو کسی نے کہا وہ کم علم شخص ہے تو امام احمد کہنے لگے رُک جا، کیا اس علم سے وہ علم مراد ہے جس تک حضرت معروف پہنچے ہیں۔

اسماعیل بن شداد کہتے ہیں، ہمیں سفیان بن عیینہ نے بتایا کہ بغداد کے مضبوط عالم کا کیا حال ہے؟ ہم نے پوچھا وہ کون ہیں؟ تو فرمایا: ابو معروف کرخی، ہم نے کہا وہ خیریت سے ہیں۔ پھر فرمایا:

لا یزال اهل تلك المدینة بخیر ما بقی فیهم	کہ اس شہر کے لوگ خیر سے رہیں گے جب تک وہ ان میں رہیں گے۔

حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں:

اذا اراد الله بعبد شراً اغلق عنه باب العمل وفتح علیه باب الجدل	جب اللہ کسی بندے سے شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس پر عمل کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور اس پر جدل ولڑائی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

حضرت ابن مسروق کہتے ہیں، ہمیں یعقوب بن اخی معروف نے بتایا کہ حضرت معروف نے گرمی کے دن بارش کی دعا کی، ابھی لوگوں نے مکمل طور پر اپنے کپڑے نہیں اُٹھائے تھے حتی کہ بارش شروع ہوگئی۔

حضرت معروف کی دعا متعدد واقعات میں قبول کی گئی۔امام ابوالفرج ابن جوزی نے آپ کے احوال ومناقب پر چار اجزا میں کتاب لکھی ہے۔

میں کہتی ہوں، ابن جوزی کی یہ کتاب حضرت معروف کرخی کے حالات میں فوائد ومواعظ پر مشتمل ہے جن کی وجہ سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہ کتاب مطبوع ومتداول ہے۔

دیکھیے ان کے حالات ''حلیۃ الاولیاء ''(۸۔۳۶۰)''تاریخ بغداد'' (۱۳۔۱۹۹)اور''طبقات الحنابلۃ لابن ابی یعلیٰ ''(۱۔۳۸۱)

امام ذہبی (۱۲۔۱۹۵،۲۰۲) پر لکھتے ہیں، محمد بن اسلم، امام، حافظ، ربانی شیخ الاسلام ابوالحسن طوسی کے بارے میں امام حاکم کہتے ہیں میں نے محمد بن صالح سے سنا انہوں نے کہا، میں نے ابوسعید بن شاذان سے سنا انہوں نے کہا میں نے محمد بن رافع سے سنا کہ میں محمد بن اسلم کے ہاں گیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور میں نے انہیں صحابہ کے ساتھ تشبیہ دی تو مجھے فرمایا: اے ابوعبد اللہ! اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام کی طرف سے خیر کی جزا دے اور میں نے ابواسحاق مزکی سے سنا انہوں نے کہا، میں نے ابن خزیمہ کو کہتے سنا کہ ہمیں اس اُمت کے ربانی محمد بن اسلم طوسی نے بیان کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۲۔۳۹۰) پر لکھتے ہیں، امام حافظ، ضابط، احمد بن منصور رمادی ثقہ (ت: ۲۶۵ھ) ابن مخلد کہتے ہیں، رمادی جب بیمار ہوئے تو وہ اس سے شفایوں پاتے کہ لوگ ان پر حدیث پڑھتے۔

امام ذہبی (۱۳۔۲۰۳، ۲۱۲، ۲۱۳) پر لکھتے ہیں شیخ ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی امام شیخ السنۃ مقدم الحفاظ، محدث بصرہ ہیں۔ امام ابوحاتم ابن حبان کہتے ہیں شیخ ابوداؤد فقہ، علم، حفظ، عبادت، ورع اور اتقان میں ائمہ دنیا میں سے ایک ہیں جنہوں نے احادیث جمع کیں اور تصنیف کیں اور سنن کا دفاع کیا۔

قاضی خلیل بن احمد سجزی کہتے ہیں، میں نے اپنے شہر کے قاضی احمد بن محمد بن لیث کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری، امام ابوداؤد سجستانی کے پاس آئے، بتایا گیا اے ابوداؤد! یہ سہل بن عبد اللہ تمہاری ملاقات کے لیے آئے ہیں، انہوں نے خوش آمدید کہا اور بٹھایا، حضرت سہل نے کہا، اے ابوداؤد! مجھے آپ سے نہایت ضروری کام ہے پوچھا وہ کیا کام ہے؟ بتایا کہ میں بتاتا ہوں لیکن آپ کہیں کہ میں اسے ممکن حد تک پورا کروں گا، فرمایا: ہاں، کہا:

اخرج الی لسانك الذی تحدث به احادیث رسول اللہ ﷺ حتی اقبله فاخرج الیه لسانه فقبله

میری طرف وہ زبان اپنی نکالیے جس کے ساتھ تم رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہو حتی کہ میں اسے چوم لوں، تو انہوں نے ان کی طرف زبان اپنی نکالی اور انہوں نے اسے بوسہ دیا

میں کہتی ہوں، امام ذہبی نے ''السیر '' (۱۳۔۳۳۱) پر شیخ العارفین حضرت سہل تستری رحمہ اللہ کے اختصاراً حالات بیان کیے ہیں، دیکھیے ''وفیات الاعیان ''۔

غور کیجیے، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے کہ محدثین اور حفاظ حدیث، بزرگ صوفیاء کا کتنا احترام کرتے تھے ان ائمہ میں سے امام کبیر عارف باللہ، ولی، عابد، صالح حضرت سری سقطی ہیں اور محدثین صوفیاء کا کس قدر احترام کرتے کاش اس قوم کو کچھ سمجھ آئے۔

امام ذہبی (۱۳۔۵۸۱، ۵۸۳) پر لکھتے ہیں، بوشنجی امام علامہ حافظ صاحب فنون، شیخ الاسلام ابوعبد اللہ محمد بن ابراہیم بن سعید عبدی فقیہ مالکی نیشاپور میں اپنے دور کے محدثین میں سے تھے، شیخ کی ولادت ۲۰۴ھ ہے، شرق وغرب کا سفر کیا کبار اہل علم سے ملے، احادیث جمع کیں اور لکھیں ان کا ذکر اور تذکرہ دور دور پھیلا۔

شیخ دعلج کہتے ہیں مجھے داؤد بن علی کے اصحاب میں سے ایک فقیہ نے بیان کیا کہ شیخ ابوعبد اللہ ان کے پاس ایک دن آئے اور لوگوں کے آخر میں بیٹھ گئے اور پھر انہوں نے شیخ داؤد کے ساتھ گفتگو کی جو انہیں بہت پسند آئی اور کہا کہ شاید تم ابوعبد اللہ بوشنجی ہو؟ بتایا ہاں، تو وہ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہا تمہارے پاس وہ لوگ آتے ہیں جو فائدہ پاتے ہیں لیکن فائدہ دیتے نہیں۔

میں کہتی ہوں، یہ واقعہ حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب '' (۹۔۸، ۹) پر ذکر کیا۔

شیخ ابوزکریا عنبری کہتے ہیں میں حسین قبانی کے جنازہ کے لیے حاضر ہوا تو شیخ ابوعبد اللہ بوشنجی نے جنازہ پڑھایا جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوعبد اللہ بوشنجی کی سواری لائی گئی تو شیخ ابوعمرو خفاف نے اس کی لگام پکڑی اور امام الائمہ ابن خزیمہ نے اس کی رکاب پکڑی ،ابوبکر جارودی اور ابراہیم بن ابی طالب نے ان کے کپڑے وغیرہ درست کیے انہوں نے ان میں سے کسی کو منع نہ کیا اور چلنے لگے۔

شیخ ابوزکریا عنبری کہتے ہیں مجھے ایک دفعہ شیخ بوشنجی نے کہا تو نے بہت اچھا کیا ، پھر میرے والد کی طرف متوجہ ہوئے کہا، میں نے تمہارے بیٹے سے یہ کہا ہے کہ تو نے اچھا کیا اگر یہ بات میں ابوعبد اللہ کے لیے کہتا تو وہ اس سے خوش ہوتے۔

شیخ ابوعمرو بن نجید کہتے ہیں میں نے ابوعثمان سعید بن اسماعیل کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اس لیے گیا تا کہ بطور برکت شیخ ابوعبد اللہ بوشنجی سے مصافحہ کروں، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے ابوعثمان میں ایسا نہیں ہوں ۔مراد یہ تھی کہ میں تبرک حاصل کرنے کا اہل نہیں ہوں یہ بات انہوں نے بطور تواضع کہی۔

اسی طرح اکثر اہل علم ،حفاظ ،محدثین ،اولیاء صلحاء کا ادب کرتے۔

یہ کس قدر پریشانی ہے کہ یہ اُمت دعویٰ علم کے باوجود بے ادب ہوتی جارہی ہے۔

حافظ بوشنجی کا قول ہے:

من اراد العلم والفقه بغير ادب جو علم وفقہ کا بلا ادب ارادہ کرتا ہے وہ
فقد اقتحم ان یکذب علی اللہ اللہ اور اس کے رسول پر کذب کا
ورسولہ ارتکاب کرے گا۔

اسے ذہبی نے ''السیر'' (۱۳۔۵۸۶) پر نقل کیا۔

امام ذہبی (۱۴۔۷۱۰) پر ابوخلیفہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، امام علامہ، محدث، ادیب، مؤرخ شیخ الوقت فضل بن حباب بصری اعمیٰ، ولادت ۲۰۶ھ اور وفات ۳۰۵ھ ہے۔

امام ابونعیم عبد الملک بن حسن اسفرائینی کے بھانجے ابوعوانہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو حافظ ابوعلی نیشاپوری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور ابوعوانہ بصرہ میں گئے تو بتایا گیا کہ شیخ ابوخلیفہ سے تعلقات لوگوں نے منقطع کر لیے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں قرآن مخلوق ہے، مجھے ابوعوانہ نے کہا، اے بیٹے! ہم ضرور ان کے پاس جائیں، بیان کرتے ہیں کہ ابوعوانہ نے ان سے کہا کہ تم قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو ان کا چہرہ سرخ ہو گیا اور خاموش ہو گئے اور پھر کہا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے جو کہتا ہے مخلوق ہے وہ کافر ہے اور میں کذب کے علاوہ ہر گناہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ میں نے کبھی بھی کذب بیانی سے کام نہیں لیا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں۔

بیان کرتے ہیں کہ ابوعلی میرے والد کی طرف کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان کا سر چوما پھر میرے والد نے بیان کیا کہ ابوعوانہ، ابوخلیفہ کی

طرف کھڑے ہوئے اوران کے کندھوں کو بوسہ دیا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۴-۶۲،۶۵) شیخ ابوعثمان الحیری کے بارے میں لکھتے ہیں، شیخ، امام، محدث، واعظ، قدوہ، شیخ الاسلام استاذ ابوعثمان سعید بن اسماعیل نیشاپوری الحیری صوفی ہیں۔

ابوعثمان سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوجعفر بن حمدان سے کہا کیاتم نہیں جانتے کہ صالحین کے ذکر پر رحمت نازل ہوتی ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ صالحین کے سردار ہیں۔

امام حاکم کہتے ہیں میں نے محمد بن صالح بن ہانی سے سنا کہ جب یحییٰ بن ذہلی کو قتل کیا گیا تو لوگوں کو احمد بجستانی کی طرف سے مجالس حدیث کی حاضری سے روک دیا گیا کوئی سیاہی ولکھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سری بن خزیمہ آئے تو زاہد ابوعثمان حیری کھڑے ہوئے اور تمام محدثین کو مسجد میں جمع کیا، ہاتھ میں سیاہی پکڑ کر آگے بڑھے یہاں تک کہ خان محمش آیا اور اس نے سری کو نکالا اور مستملی کو بٹھایا اور ہم ان کی مجلس کو ہزار لکھنے والوں سے زیادہ جانتے ہیں جب وہ فارغ ہوئے تو لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ابوعثمان کے سر کو چوما اور لوگوں نے دراہم ودینار کی بارش کی یہ ۲۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

میں کہتی ہوں شیخ ابوعثمان کا قول صالحین کے ذکر پر رحمت کا نزول کیا جاتا ہے اسے ابوامام نعیم نے "الحلیة" (۷-۲۸۵) پر حضرت سفیان بن عیینہ کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

اور مروزی نے ''کتاب الورع'' (ص:٨٦) پر لکھا کہ میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے حضرت فضیل اوران کے فقروصبر نیز شیخ فتح موصلی اور ان کے فقروصبر کا ذکر کیا تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہا ''رحمھم اللہ'' منقول ہے کہ صالحین کے ذکر پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

شیخ ذہبی (١٤-٦٦،٦٧،٧٠،٧٧) پر حضرت جنید بن محمد شیخ الصوفیاء کے بارے میں لکھتے ہیں ،انہوں نے خوب علم میں پختگی حاصل کی پھر اپنے حال کی طرف متوجہ ہوئے ،عبادت اخلاص اور حکمت کی باتیں کرنے لگے فرمایا :ابن منادی کہتے ہیں کثیر لوگوں سے پڑھا ،صالحین اور اہل معرفت کی زیارت کی اور ذہانت اور درست جواب عطا کیا گیا ان کے زمانہ میں عفت اور دنیا سے نفرت کے بارے میں کوئی مثل نہیں ، مجھے بتایا گیا کہ انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ میں نے امام ابوثور کلبی کے حلقہ میں فتوی دیا جبکہ میری عمر بیس سال تھی شیخ احمد بن عطاء کہتے ہیں، حضرت جنید ابوثور کے حلقہ میں فتویٰ دیتے ہیں۔

حضرت جنید سے منقول ہے اللہ تعالٰی نے زمین پر کوئی علم نہیں بھیجا اور اس کے لیے مخلوق کا جو راستہ بنایا البتہ یہ کہ مجھے اس میں سے حصہ نصیب ہوا ہے۔

منقول ہے کہ یہ بازار میں ہوتے اور ان کا ہر دن کا وظیفہ تین سو رکعتیں ہیں اور اسی طرح ہزار تسبیحات ،ابونعیم کہتے ہیں ہمیں علی بن ہارون اور ایک اور آدمی نے بتایا کہ ہم نے جنید سے کئی دفعہ یہ سنا:

علمنا مضبوط بالكتاب والسنة من لم يحفظ الكتاب ويكتب الحديث ولم يتفقه لايقتدى به

ہمارا علم کتاب وسنت سے مضبوط ہے اور جو شخص کتاب نہیں جانتا اور حدیث لکھتا ہے لیکن فقہ نہیں جانتا اس کی اقتدا نہ کی جائے۔

شیخ عبد الواحد بن علوان کہتے ہیں، میں نے حضرت جنید کو سنا کہ ہمارا علم تصوف رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر چلنا ہے۔

ابو العباس بن سریج کہتے ہیں، انہوں نے ایک دن گفتگو کی تو لوگوں نے تعجب کیا تو بتایا کہ یہ ابو القاسم جنید کی صحبت میں بیٹھنے کی برکت ہے۔

شیخ ابوبکر عطوی کہتے ہیں کہ میں حضرت جنید کے پاس تھا جب ان کی موت کا وقت آیا انہوں نے قرآن ختم کیا پھر سورۃ البقرہ شروع کی ستر آیات پڑھیں تھیں تو وصال ہو گیا۔

ابو الحسین بن منادی کہتے ہیں لوگوں نے میرے سامنے ذکر کیا ہے کہ حضرت جنید کے جنازہ کے دن لوگوں کو انہوں نے گنا تو تقریباً ساٹھ ہزار آدمیوں نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور وہ ایک ماہ تک ان کی قبر پر ہر دن مٹی ڈالتے رہے۔ اور انہیں سری سقطی کے پاس دفن کیا گیا۔

میں کہتی ہوں ابن سریج جنہوں نے کہا کہ مجھے یہ چیز جنید کی صحبت سے حاصل ہوئی، ان کے بارے میں شیخ ذہبی (۱۴۔۲۰۱) پر لکھا، امام شیخ الاسلام فقیہ عراقیین ابو العباس احمد بن عمر بن سریج بغدادی قاضی شافعی صاحب تصانیف

کے بارے میں امام ابواسحاق نے ''طبقات الفقهاء'' میں فرمایا ہے کہ ابن سریج کو ''الباز الاشهب'' کہا جاتا ہے آپ کو شہر شیراز کا قاضی بنایا گیا اور انہیں تمام اصحاب شوافع پر حتی کہ امام مزنی پر فضیلت دی جاتی ہے ان کی کُتب کی فہرست چارسو تصانیف پر مشتمل ہے۔

شیخ ابوحامد اسفراینی کہتے ہیں، کہ وہ ابو عباس کے ساتھ ظواہر فقہ میں چلے نہ کہ اس کے دقائق میں، امام حاکم کہتے ہیں میں نے احسان بن محمد کو یہ کہتے سنا کہ ہم شیخ ابن سریج کی مجلس میں تین سو تین سن ہجری میں تھے تو اہل علم میں سے ایک شیخ اُٹھے اور کہا کہ اے قاضی مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال پر ایک ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے پہلی صدی میں حضرت عمر بن عبد العزیز کو اور دوسری صدی کے آخر میں امام محمد بن ادریس شافعی کو اور تمہیں تیسری صدی کے آخر میں بھیجا۔

پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

اثنان قد ذهبا فبورك فيهما ... عمر الخليفة ثم حلف السؤدد

الشافعي الالمعي محمد ... ارث النبوة وابن عم محمد

ابشر ابا العباس انك ثالث ... من بعدهم سقيا لتربة احمد

بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو عباس چیخے اور رو دیئے اور کہا تو نے میرے موت کی خبر دی، حسان فقیہ کہتے ہیں، قاضی ابوعباس اسی سال فوت ہو گئے۔

اور شیخ ابن سریج نے کہا کہ یہ شیخ ابوالقاسم کے پاس بیٹھنے کی برکت

ہے یعنی انہیں تمام علوم حضرت جنید کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے حاصل ہوئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صالحین کی برکت سے نفع دے۔

امام ذہبی (۱۴۔۷۰،۷۶،۷۷) پر لکھتے ہیں ،نوری احمد بن محمد خراسانی بغوی زاہد عراق میں شیخ الطائفہ اور لطائف و حقائق کے سب سے بڑے ماہر ہیں۔منقول ہے حضرت جنید بیمار ہوئے ان کی عیادت شیخ نے کی

فوضع یدہ علیہ فعوفی لوقتہ انہوں نے ان پر ہاتھ رکھا اسی وقت ان کو صحت مل گئی۔

شیخ ابوحسین بن منادی کہتے ہیں، مجھے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت جنید کے جنازے میں لوگ ساٹھ ہزار تھے اور وہ ایک ماہ تک ان کی قبر پر ہر دن مٹی ڈالتے رہے اور انہیں حضرت سری سقطی کے پاس دفن کیا گیا اور نوری حضرت جنید سے پہلے ۲۹۵ھ میں فوت ہوئے۔

امام ذہبی (۱۵۔۱۲۷) پر لکھتے ہیں، خلیفہ ابو عباس قادر باللہ ابو العباس احمد بن امیر اسحاق بن مقتدر جعفر عباسی بغدادی، ان کی ولادت ۳۳۶ھ میں ہوئی ان کی داڑھی سفید گھنی تھی اور یہ خضاب لگاتے تھے، ابن صلاح نے انہیں شافعی کہا، شیخ ابو بشر احمد بن محمد ہروی سے فقہ پڑھی۔

شیخ خطیب "تاریخ بغداد" (۴۔۳۷،۳۸) پر لکھتے ہیں تعلیم دین دائمی تہجد اور کثیر مشہور صدقات کرنے والے تھے اُصول میں کتاب لکھی اس میں صحابہ کی فضیلت بیان کی اور خلق قرآن کہنے والے کو کافر قرار دیا اور یہ کتاب ہر جمعہ

میں اصحاب حدیث کے حلقہ میں پڑھی جاتی اور لوگ اس کی مدت خلافت میں حاضر ہوتے اور یہ مدت اکتالیس سال تین ماہ ہے۔

امام محمد بن عبد الملک ہمدانی کہتے قادر باللہ، عام لباس پہنتے تمام مقدس مقامات کی زیارت کے لیے جاتے ان کا سن وصال ۴۲۲ھ ہے۔

میں کہتی ہوں یہ خبر ابن جوزی نے ''المنتظم'' (۷۔۱۶۱، ط، الہند) پر لکھی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۶۔۱۱۵) پر ابن داعی کے بارے میں لکھتے ہیں، کبیر رئیس شریف ابو عبد اللہ محمد بن حسین علوی ان کی ولادت ۳۰۴ھ ہے انہوں نے ۳۲۰ھ کے بعد حج کیا، امام ابو حسن کرخی سے فقہ پڑھی اور علم کلام حسین بن علی بصری سے سیکھا فتوی دیتے رہے تصنیف کی اور طالبین کے نقیب رہے اور بنی بویہ میں سربراہ بنے، عدل کیا قابل تعریف ٹھہرے معز الدولہ ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان کی عبادت ورجا کی وجہ سے ہاتھ چومتے تھے اور ان میں بلا غلو تشیع پایا جاتا تھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۶۔۱۹۳، ۱۹۵) پر لکھا، ابن حمدان محمد بن احمد بن حمدان امام حافظ محدث خوارزم، ان کی ولادت ۲۷۳ھ اور وفات ۳۶۶ھ میں ہوئی۔

ان سے امام ابو بکر برقانی، احمد بن محمد بن عیسیٰ، احمد بن محمد بن ابراہیم بن قطن، ابو سعید احمد بن محمد بن یوسف کرابیسی حافظ حدیث اور احمد بن ابی اسحاق اور دیگر ائمہ نے روایت لی۔

شیخ ابن ارسلان محدث خوارزم نے اپنی تاریخ میں ان کے حالات تفصیل سے بیان کیے کہ وہ خوارزم میں رہے ان کو وہاں ورع واجتہاد کی وجہ

سے زاہد ابوعباس کا نام دیا گیا۔

ابن ضریس سے سماع حدیث کے لیے ان کو ان کے والد "ری" پھر طوس اور تمیم لے گئے تو انہوں نے نوعمری میں امام ضریس کی مجلس میں حدیث پڑھائی تو میں نے امام ابوسعید کرابیسی کی تحریر پڑھی کہ انہیں ابوعباس نے انہیں احمد بن سلمہ نے اور انہیں سلمہ بن شبیب نے بیان کیا کہ میں مسجد میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ تھا اور ان پر کتاب "الاشربۃ" پڑھی جارہی تھی تو ایک شخص داخل ہوا، سلام کیا، پھر پوچھا تم میں سے احمد بن حنبل کون ہے؟ بتایا، میں احمد بن حنبل ہوں فرمایا، میں تمہارے پاس چار سو فرسخ خشکی اور سمندر طے کر کے آیا ہوں میں سویا ہوا تھا تو ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا:

انی انا الخضر، فرح الی بغداد وسل عن احمد بن حنبل وقل له، ان ساکن العرش والملائكة الذين حول العرش راضون عنك بما صبرت به نفسك

میں خضر ہوں تم بغداد جاؤ احمد بن حنبل کے بارے میں پوچھو پھر ان سے کہو کہ عرش کے ساکنین اور اسی کے ارد گرد کے فرشتے تمہاری ذات کے صبر پر بڑے خوش ہیں۔

امام احمد بن حنبل اُٹھے اور انہیں اپنے گھر لے گئے اور اس شخص سے کہا تمہیں کوئی حاجت وضرورت ہے تو کہا، نہیں، میں تو صرف اسی غرض کے لیے آیا تھا، آپ نے الوداع کہا اور وہ واپس چلے گئے۔

شیخ ابوعباس شہر خوارزم میں تجارت کے لیے ۲۹۱ھ میں آئے۔

منقول ہے کہ امام احمد بن اسماعیل جو محدثین کے سردار ہیں یہ خوارزم میں تھے تو وہ ان کے پاس مکہ میں زیارت کے لیے آئے پھر وہ ان کی مجلس میں شریک ہوئے تو انہوں نے مجھ سے کئی احادیث پوچھیں تو میں نے انہیں ٹھیک انداز میں بیان کیا تو انہوں نے دو دفعہ حج کیا، تجارت میں ان کو بڑی برکت دی گئی انہوں نے امام ابوعبداللہ بن اُبی کو پایا اور ان کی صحبت میں رہے اور یہ قرآن کے حافظ، اور تاریخ، رجال، فقہ کے معارف وعارف تھے اور فتویٰ دیا کرتے، ایک آدمی نے آ کر عرض کیا، میں نے حلف اُٹھایا ہے کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کرلوں تو اسے تین طلاقیں، تو فرمایا: امام مالک اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے ہاں اسے طلاق ہوجائے گی، امام شافعی کہتے ہیں طلاق نہیں ہوگی، سائل نے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو بتایا، کہ ابوبکر فراتی کے پاس جاؤ اور فتویٰ نہ دیا۔

اور یہ لوگوں میں بڑے مقبول تھے ان سے تبرک حاصل کیا جاتا اور وہ ان کو بارش کی دعا کے لیے کہا کرتے۔

یہ ہر پیر اور جمعرات کو حدیث لکھوانے کی مجلس منعقد کرتے، ائمہ کبار حاضر ہوتے اور یہ نماز میں جہراً ''بِسْمِ اللّٰہ'' پڑھنے کے قائل تھے۔

امام ذہبی (۱۶_۲۴۴،۲۴۵) پر یحییٰ بن مجاہد اندلسی البیری زاہد ہیں ان کا ذکر ابن بشکوال نے ''الصلۃ'' میں کیا ہے کہ اپنے وقت کے زاہد اور مصر میں عبادت گزار تھے جن کو لوگ وسیلہ بناتے اور ان سے دعا کرواتے اور ساتھیوں سے منقطع اور ان کی دعائیں قبول کی جاتیں اور بہت ساری اشیاء میں ان کی

دعاؤں کا تجربہ کیا گیا انہوں نے حج کیا، قرأت اور تفسیر کا بڑا اہتمام کیا، فقہ میں وافر حصہ پایا اور ان پر عبادت کا غلبہ تھا۔

شیخ یونس بن عبد اللہ نے ان کے فضائل میں کتاب لکھی ان کا تذکرہ شیخ عمر بن عفیف نے کیا یہ اہل علم زہد سادگی اور صاحب عبادت ہیں ان کا مذہب خوبصورت اور زہد و عبادت میں ان کی مثل میں نے نہیں دیکھا، سرخ اُون کا لباس پہنتے اور کبھی ننگے پاؤں چلتے کبھی جوتا پہن لیتے مجھے محمد بن ابوعثمان نے اپنے والد سے بیان کیا کہ حکم المستنصر باللہ چاہتے تھے کہ وہ یحییٰ بن مجاہد زاہد سے ملیں لیکن وہ اس پر قدرت نہ پاتے تو انہوں نے ان کی طرف اس شخص کو بھیجا جس سے وہ بڑی نرمی اور لطف سے پیش آتے تو انہوں نے کہا کہ مجھے ان کی طرف کوئی حاجت نہیں بادشاہ کے پاس تو وزراء اور اچھے لباس والے داخل ہوتے ہیں اسے پھٹے لباس والے لوگوں سے کیا کام؟ تو ان کی طرف حاکم نے صوف کا جبہ اور قمیص، درمیانہ لباس اور دنانیر بھیجے انہوں نے اسے نہ دیکھا اور کہا مجھے ان کی کیا ضرورت ہے؟ اسے ان کے مالک کی طرف لوٹا دو اور اگر وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے تو میں سفر کر جاؤں گا تو وہ ان کی ملاقات سے مایوس ہو کر انہیں چھوڑ دیا اور وہ ایک تربیت کرنے والے کے پاس جامعہ میں بیٹھتے جس سے وہ اُنس پاتے۔

امام ذہبی (۴۱۶-۴۷۴-۴۷۶) پر لکھتے ہیں امام قدوہ، ربانی، محدث، ثقہ ابوالفتح یوسف بن عمر بن مصور بغدادی قواس، ولادت ۳۰۰ھ میں ہوئی۔

امام ابوبکر خطیب لکھتے ہیں، یہ ثقہ، زاہد، صادق ہیں ان کا سب سے

پہلا سماع حدیث ۳۱۶ھ میں ہوا۔

میں نے علی بن محمد سمسار کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ابوالفتح قواس کے پاس جب بھی گیا ہوں میں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، میں نے شیخ برقانی ازہری کو امام قواس کا ذکر کرتے ہوئے سنا انہوں نے انہیں ابدال قرار دیا شیخ ازہری لکھتے ہیں، ان کی دعائیں قبول کی جاتیں۔ شیخ ابوزرعہ کہتے ہیں، میں نے امام دارقطنی سے سنا:

کنا نتبرك بابی الفتح القواس وهو صبی

ہم شیخ ابوالفتح قواس سے تبرک حاصل کرتے جبکہ وہ بچے تھے۔

شیخ عتیقی کہتے ہیں، یہ ثقہ مامون اور ان کی دعائیں قبول کی جاتیں اور میں نے ان کی مثل کوئی نہیں دیکھا ان کے وقت میں خیروصلاح میں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا

شیخ تمام بن محمد زینبی اور دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ ہم نے قواس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان کی کتب میں ایک فضائل معاویہ پر ایک جز ہے جسے چوہیا نے ریزہ ریزہ کر دیا تو انہوں نے اس کے خلاف دعا کی تو وہ چوہیا چھت سے گری اور وہ تڑپتی رہی یہاں تک کہ مر گئی۔

ابوذر سے مروی ہے کہ وہ اس چوہیا کے مرتے وقت موجود تھے۔

شیخ عتیقی کہتے ہیں یہ ربیع الآخر ۳۸۵ھ میں فوت ہوئے۔

میں کہتی ہوں کہ ان دونوں قوموں والی عبارت ''تاریخ بغداد'' سے ہے اور مروی روایات اسی سے ہیں اور یہ تاریخ بغداد (۱۴۔۳۲۶، ۳۲۷) پر ہے کہ

مجھے ابوطاہر محمد بن علی بن محمد یوسف واعظ نے بتایا کہ مجھے یوسف بن عمر قواس نے بیان کیا کہ میں قاضی محاملی کی مجلس میں گیا اور ان کے چار املاء کرنے والے تھے اور میں نے املاء کی مجلس میں نہیں لکھا مگر وہ چیزیں جو میں نے محدث سے سنیں ،تو میں کھڑا ہو گیا کیونکہ میں شیخ محاملی سے دور تھا بایں طور کہ میں ان کے الفاظ نہیں سن سکتا تھا جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو میرے لیے جگہ بنائی اور مجھے آگے لے گئے یہاں تک کہ میں چار پائی پر شیخ محاملی کے ساتھ بیٹھ گیا جب دوسرا دن آیا تو میرے پاس ایک آدمی نے آکر سلام کہا اور مجھے کہا کہ میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے آپ معاف کر دیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے گذشتہ کل مجلس میں کھڑا دیکھا پھر تم لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے گئے تو میرے دل میں آیا کہ تم اس لیے کھڑے تھے کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگو نہ کہ سماع حدیث کے لیے:

فرأیت رسول اللہ علیہ وسلم فی المنام	تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب
وھو یقول لی : من اراد سماع	میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ جو
الحدیث کانہ یسمعہ منی	حدیث کا سماع چاہتا ہے وہ مجھ سے اس
فلیسمعہ کسماع ابی الفتح القواس	طرح سنے جس طرح ابو الفتح قواس نے
	سنا ہے۔

اور میں نے شیخ برقانی اور ازہری دونوں کو انہیں ابدال قرار دیتے ہوئے سنا اور ازہری نے کہا کہ ابو الفتح کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور ابوذر عبد بن احمد

ہروی نے مکہ سے میری طرف لکھا کہ انہوں نے امام ابوالحسن دار قطنی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم امام ابوالفتح قواس سے ان کے بچپن سے برکت حاصل کرتے۔

اور مجھے تمام بن محمد ہاشمی اور محمد بن علی بن فتح اور دیگر نے بتایا کہ انہوں نے ابوالفتح یوسف قواس سے سنا کہ ان کی کُتب میں ایک ایسا جز تھا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل تھے اسے چوہیا نے کاٹ ڈالا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے چوہیا کے خلاف دعا کی تو وہ چھت سے گری تڑپتی رہی یہاں تک کہ مرگئی۔ میں نے عبد الغفار بن عبد الواحد اُرموی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں شیخ ابوالفتح قواس کے پاس تھا انہوں نے اپنی کُتب سے ایک جز نکالا جسے چوہیا نے کاٹا تھا انہوں نے اس چوہیا کے خلاف دعا کی اور وہ چھت سے گری اور تڑپتی رہی یہاں تک کہ مرگئی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۷_۱۰،۱۲) پر ابن ابی زید کے بارے میں لکھتے ہیں، امام ،علامہ، قدوہ، فقیہ، اہل مغرب کے عالم ابو محمد عبد اللہ بن ابو زید قیروانی مالکی۔

منقول ہے شیخ محرز تونسی کے پاس ابن ابو زید کی بیٹی لائی گئی اور وہ اپاہج تھی انہوں نے اس کے لیے دعا کی تو وہ کھڑی ہوگئی لوگوں نے تعجب کیا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی تو انہوں نے کہا:

والله ، ما قلت الا بحرمة والدها عندك اكشف ما بها فشفاها الله

اللہ کی قسم! میں نے صرف یہ کہا کہ اس کی حرمت کی برکت جو ان کے والد کی تیرے ہاں ہے اس کی تکلیف کو دور کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا کر دی

میں کہتی ہوں یہ واقعہ امام ذہبی نے ''التاریخ'' (مخطوطہ:۴۔۲۵،۲) پر ذکر کیا جیسے ''السیر'' کے حاشیہ میں ہے لیکن مطبوعہ ''التاریخ'' (۲۷۔۱۸۴) میں یہ الفاظ نہیں چھپ سکے۔

شیخ محرز تونسی یہ ابو محفوظ محرز بن خلف بن رزین ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں شیخ محمد مخلوف نے ''شجرة النور'' (۲۔۲۰۲) میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ یہ فخر الاسلام اور خاص وعام کے محبوب ہیں اور علم وعمل، فضل میں خواص اور جمہور کے ہاں مسلم ہیں۔ مؤدب، مربی، عارف باللہ واصل ولی کامل اور کثیر کرامات والے ہیں مناقب اور حسنات والے ہیں اور ان کا اعزاز سنت میں اور بدعات کے مٹانے میں غلبہ تھا، دین میں پختہ، زہد اور صاحب ورع تھے ان کے متبعین کثیر ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ ان سے مصافحہ کرتے جو ان تک نہیں پہنچ سکتے وہ ان کے کپڑے کو مس کرتے اور اپنے چہرے پر مل لیتے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۷۔۲۱۴،۲۱۵) پر ابن فورک، امام علامہ، صالح، شیخ المتکلمین ابوبکر محمد بن حسن بن فورک اصبہانی ہیں۔ شیخ عبد الغافر نے ''سیاق التاریخ'' میں لکھا:

الاستاذ ابوبکر قبرہ بالحیرۃ یستسقی بہ

استاذ ابوبکر کا مزار حیرہ میں ہے جن کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

قاضی ابن خلکان ''الوفیات'' (۴۔۲۷۲) پر لکھتے ہیں ابوبکر اُصولی ادیب نحوی واعظ ہیں کافی عرصہ عراق میں تدریس کرتے رہے پھر ''رے'' آئے

اور وہاں کرامیہ بدعتیوں کا رد کیا اہل نیشاپور نے انہیں بلایا تو وہ ان کے ہاں چلے گئے انہوں نے ایک مدرسہ اور دار بنائی اور ان کی برکات اصحاب فقہ پر داخل ہوئیں ان کی تصانیف کوئی سو کے لگ بھگ ہیں اور انہیں غزنی شہر بلایا گیا وہاں ان کے کئی مناظرے ہیں اور وہ ابن کرام پر شدید رد کرتے، پھر نیشاپور لوٹے راستے میں انہیں زہر دیا گیا تو بُست کے قریب فوت ہوئے انہیں نیشاپور لایا گیا:

ومشهده بالحيرة يزار ويستجاب الدعاء عنده	ان کا مزار حیرہ میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور وہاں ان کے پاس دعا قبول کی جاتی ہے۔

امام ذہبی کہتے ہیں، یہ اشعری اور فن کلام کے امام ہیں انہوں نے امام ابوالحسن باہلی صاحب اشعری سے علم حاصل کیا۔

شیخ عبد الغافر کہتے ہیں، شیخ ابوعلی دقاق نے اپنی مجلس میں ایک گروہ کے لیے دعا کی، عرض کیا گیا کہ آپ نے ابن فورک کے لیے دعا کیوں نہیں کی تو بتایا کہ میں ان کے لیے دعا کیسے کروں میں نے پچھلی رات اللہ تعالیٰ پر ان کے ایمان کی قسم اُٹھائی کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے۔

میں کہتی ہوں کہ امام ذہبی کا ان کے بارے میں امام، علامہ، صالح، شیخ المتکلمین کہنا اور ساتھ اشعری قرار دینا ملاحظہ کیجئے تو آپ انصاف کے ترازو کو پا لیں گے جو ان جاہل غلط لوگوں کا رد ہے کہ ذہبی اشاعرہ کے دشمن ہیں اور شفاعت طلب کرنے کا پورا واقعہ "تبیین کذب المفتری" (ص:۲۳۲،۲۳۳) پر ملاحظہ کیجئے

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۷۔۲۳۶،۲۳۷) شیخ سقطی کے بارے میں لکھتے ہیں ،امام ،محدث، ثقہ ابو القاسم مجاور ہیں ۔سعد زنجانی کہتے ہیں ،شیخ سقطی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے کہ وہ انہیں چار سال کی مجاورت کعبہ کا شرف عطا کرے تو وہ چالیس سال وہاں مجاور رہے تو وہ محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابوالقاسم !تم نے چار سال طلب کیے ،میں نے تمہیں چالیس سال عطا کیے کیونکہ نیکی کا بدلہ دس مثل ہے اور وہ اس سال فوت ہوئے۔

ابن نجار لکھتے ہیں ،ان کے شیخ ابن ابی فوارس نے سو جز میں فوائد جمع کیے اور یہ صالحین میں سے تھے ان کا سن وصال ۴۰۶ھ ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۷۔۴۵۰،۴۵۲) پر ابن بشران کے حوالہ سے لکھتے ہیں ،شیخ امام، محدث، صادق، واعظ، مذکر، مسند عراق ابو القاسم عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ صاحب امالی کثیرہ ہیں ۔خطیب نے ''تاریخ بغداد'' (۱۰۔۴۳۲،۴۳۳) پر لکھا کہ ہم نے ان سے حدیث لکھی وہ ثقہ ثبت اور صالح ہیں ۴۳۰ھ ربیع الاخریٰ میں فوت ہوئے اور وصیت کی کہ مجھے شیخ ابوطالب مکی کے پڑوس میں دفن کیا جائے اور ان کے جنازہ میں حد سے زیادہ لوگ شامل ہوئے جن کا شمار کرنا ناممکن ہے۔

میں کہتی ہوں ، اہل علم میں کثیر طور پر یہ وصیت پائی گئی کہ انہیں برکت کے لیے صالحین کے پہلو میں دفن کیا جائے۔

حافظ ابوبکر خطیب ''تاریخ بغداد'' (۱۔۱۲۱) لکھتے ہیں کہ مجھے ابویعلیٰ محمد بن

حسین بن محمد بن فراء حنبلی نے بیان کیا کہ مجھے طاہر بن ابوبکر نے بتایا کہ میرے والد نے ایک آدمی سے حکایت کیا جو ابوبکر بن مالک کے پاس آتے رہتے ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو فوت ہونے کے بعد کہاں دفن ہونا پسند ہے؟ انہوں نے کہا، مکان قطیعہ پر اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل قطیعہ میں مدفون تھے ان سے کہا گیا کہ مراد وہاں عبد اللہ ہیں تو کہا میرا خیال یہ ہے کہ وہاں ہی تدفین کی وصیت کی تھی اور اس نے کہا کہ میرے نزدیک یہ بات صحت سے ثابت ہے کہ قطیعہ پر نبی مدفون ہیں اور اس لیے کہ نبی کا پڑوس مجھے زیادہ پسند ہے کہ وہاں دفن کیا جائے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۸۔۱۰،۱۱) پر ابن مسرور شیخ امام صالح قدوہ زاہد مسند خراسان ابوحفص عمر بن احمد ابن مسرور نیشاپوری ہے۔

عبد الغافر بن اسماعیل لکھتے ہیں، یہ ابوحفص داوردی فامی، زاہد فقیہ، کثیر عبادت اور مجاہدہ کرنے والے

وکان المشایخ یتبرکون بدعائه — مشائخ کرام ان کی دعا سے برکت حاصل کرتے تھے۔

نوے سال زندہ رہے ان کا وصال ذوالقعدہ ۴۴۸ھ میں ہوا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۸۔۲۲۲،۲۲۳) پر داوردی کے بارے میں لکھتے ہیں امام علامہ ورع قدوہ جمال الاسلام مسند وقت ابوالحسن عبد الرحمٰن بن محمد بن مظفر بوشنجی ان کی ولادت ۳۷۴ھ اور وفات ۴۶۷ھ ہے۔

امام ابوسعد سمعانی ''الانساب'' (۵۔۲۶۳،۲۶۴) پر لکھتے ہیں یہ مشائخ

خراسان کے علاقہ میں بڑے صاحب فضل ہیں جو اپنے طریقہ میں معروف ہیں انہیں تقویٰ میں بڑا رسوخ حاصل ہے اس چیز کے مستحق ہیں کہ کئی پہلوؤں سے ان کے لیے سفر کیا جاتا، مختلف فنون میں دسترس رکھتے تھے ان کا تذکرہ کتابوں میں مذکور ہے ان کا کلام موتیوں کی طرح ہے اور ان کے ایام روشن ہیں۔

میں کہتی ہوں، داوردی اللہ تعالیٰ کے ان بندوں سے ہیں جن کی برکت سے دعا طلب کی جاتی ہے۔

ابن نجار کہتے ہیں، یہ مذہب میں ائمہ اربعہ کے بعد ثقہ ہیں، درس اور فتویٰ دیتے، تصانیف لکھیں، واعظ کرتے۔

شیخ ابو قاسم نظام الملک کے بھائی عبد اللہ بن علی کہتے ہیں، ابو الحسن داوردی ان کے ہونٹ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ساکن نہیں ہوتے۔ منقول ہے کہ ایک حجام ان کی مونچھیں کاٹنے لگا تو کہا ان ہونٹوں کو حرکت نہ دیں، فرمایا:

قل للزمان حتی یسکن — زمانے سے کہو کہ وہ ٹھہر جائے۔

ملاحظہ کیجئے: ''سیر الذہبی'' (۱۸۔۲۲۵) یہ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۸۔۲۴۴) حفصی کے بارے میں لکھتے ہیں، شیخ مسند، ابو سہل محمد بن احمد بن عبید اللہ مروزی صحیح بخاری کے راوی جنہوں نے امام ابو الہیثم کشمیھنی صاحب فربری سے روایت کی، مرو اور نیشاپور میں حدیث بیان کرتے اور عوام میں بہت متعارف تھے، نظام الملک ان کا استقبال کرتا اور ان

سے حدیث پڑھی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۸۔۲۷۰،۲۷۹) پر خطیب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام اوحد علامہ مفتی ناقد محدث وقت ابوبکر احمد بن علی بغدادی خاتمۃ الحفاظ ہیں۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں، میں نے حسین بن محمد، انہوں نے ابن خیرون وغیرہ سے سنا کہ خطیب نے ذکر کرتے ہوئے کہا جب انہوں نے حج کیا تو تین سانسوں میں زمزم پیا اور اللہ تعالیٰ سے تین حاجتیں مانگیں کہ میں ''تاریخ بغداد'' لکھوں ''جامع المنصور'' میں حدیث لکھواؤں۔

وان یدفن عند بشر الحافی — اور حضرت بشر حافی کے پاس دفن کیا جاؤں۔

اور ان کی تینوں حاجتیں پوری کی گئیں۔

شیخ غیث بن علی ابو الفرج اسفرایینی نے کہا کہ خطیب نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ ترتیل کے ساتھ ایک قرآن پاک پڑھتے اور لوگ ان کے پاس جمع ہوتے تو وہ انہیں حدیث بیان کرتے۔

مؤتمن کہتے ہیں، میں نے اپنے شیخ عبدالمحسن سے سنا کہ میں دمشق سے بغداد تک خطیب کا ساتھی رہا ہوں:

فکان له فی کل یوم ولیلة ختمة — تو ہر دن اور رات میں قرآن پاک مکمل کرتے۔

خطیب نے اسماعیل بن احمد نیشاپوری کے تذکرہ میں لکھا کہ انہوں نے

حج کیا اور احادیث بیان کیں اور وہ کتنے اچھے شیخ تھے، جب انہوں نے حج کیا تو ان کے ساتھ کُتب بھی تھیں لیکن وہ مجاور تھے ان میں ''صحیح البخاری'' تھی، میں نے کشمیہنی سے اس کو سنا، میں نے وہ تمام تین مجالس میں پڑھی تیسری مجلس شروع دن سے رات تک رہی طلوع فجر کے بعد فارغ ہوئے

میں کہتا ہوں (امام ذہبی) اللہ کی قسم! اتنی تیز قرأت پہلے کبھی نہیں سنی گئی

امام ذہبی (۱۸۔۳۴۹،۳۵۲) پر لکھتے ہیں ابن مندہ شیخ، امام، محدث، مفید الکبیر، مصنف ابو قاسم عبد الرحمٰن بن حافظ کبیر ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق اصبہانی ہیں

دقاق نے اپنے رسالہ میں کہا، سب سے پہلے جس سے میں نے حدیث پڑھی وہ شیخ امام سید سدید اوحد ابو قاسم عبد الرحمٰن ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی برکت اور حسن نیت اور حسن سیرت سے فہم حدیث عطا فرمایا، وہ مخالفین کی آنکھوں میں شہتیر تھے انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی کی ملامت کا خوف نہ تھا اور ان کے اوصاف بے شمار تھے۔

میں کہتی ہوں، ملاحظہ کیجئے ''تذکرۃ الحفاظ للذہبی'' (۳۔۱۱۶۷) اور ''ذیل طبقات الحنابلۃ لابن رجب'' (۱۔۲۸)

امام ذہبی نے (۱۸۔۳۸۵،۳۸۶،۳۸۷) پر زنجانی کے بارے میں فرمایا: امام، علامہ، حافظ، قدوہ، عابد، شیخ حرم ابو قاسم سعد بن علی زنجانی صوفی ہیں

امام ابوسعد سمعانی ''الانساب'' (۶۔۳۰۷) میں لکھتے ہیں مجھے شیخ نے بیان کیا کہ تمہارے دادا ابوالمظفر نے سعد امام کی صحبت میں مجاورت کا عزم کیا

انہوں نے ان کی والدہ کو گویا خواب میں سر کھولے ہوئے دیکھا کہہ رہی ہیں اے بیٹے! تجھے واسطہ اس حق کا جو تجھ پر میرا ہے کہ تم میری طرف لوٹ آؤ کیونکہ میں تمہاری جدائی کی طاقت نہیں رکھتی، کہتے ہیں کہ میں غلیس حالت میں اُٹھا اور میں نے سوچا کہ میں شیخ سے مشورہ کروں، میں سعد کے پاس آیا، لیکن میں ان سے ازدحام کی وجہ سے گفتگو نہ کر سکا جب میں واپس لوٹا تو میرے پیچھے متوجہ ہوئے اور کہا، اے ابو المظفر! بوڑھی عورت تیرا انتظار کر رہی ہے پھر وہ اپنے گھر چلے گئے تو میں نے جان لیا کہ انہیں یہ بات پتا چل گئی ہے تو میں اس سال واپس لوٹ آیا۔

ثابت بن احمد کہتے ہیں، میں نے ابو قاسم زنجانی کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وہ بار بار کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ محدثین کے لیے ہر مجلس کے عوض جنت میں محل بنائے گا جن میں بیٹھیں گے۔

ابو سعد سمعانی ''الانساب'' (۶۔۳۰۷) پر لکھتے ہیں، امام سعد حافظ متقن ثقہ صاحب ورع کثیر العبادات، صاحب کرامات وآیات ہیں جب وہ حرم میں آتے تو مطاف خالی کیا جاتا

ویقبلون یدہ اکثر یقبلون الحجر الاسود

اور حجر اسود سے زیادہ لوگ ان کے ہاتھ چومتے تھے۔

شیخ ابن طاہر کہتے ہیں، میں نے حرم کے امام اور مفتی ہیاج بن عبید فقیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آج میں نے امام سعد کو نہیں دیکھا تو میں خیال کرتا ہوں

آج خیر کام نہیں کیا، ہیاج دن میں تین عمرے کرتے۔

ابن طاہر کہتے ہیں، جب امام سعد نے مجاورت کا عزم کیا تو انہوں نے بیس سے زائد کا عزم کیا کہ وہ اپنی ذات پر مجاہدات اور عبادات لازم کر رہے ہیں وہ چالیس سال زندہ رہے اور وہ اس عزم پر ایک دفعہ بھی کمزور نہ ہوئے اور وہ مکۃ المکرمہ میں اپنے گھر میں حدیث لکھواتے کیونکہ حکومت عبیدیہ کا خوف تھا

شیخ ابن طاہر بیان کرتے ہیں، میں ان کے پاس گیا جبکہ شیرازی سے میرا سینہ تنگ تھا تو انہوں نے مجھے بتائے بغیر کہا کہ اپنے سینہ کو ہمارے شہروں میں تنگ نہ رکھو محاورہ ہے بخل اہوازی، حماقۃ شیرازی اور کثرت کلام رازی، اور میں ان کے پاس آیا جبکہ میرا عراق سے نکلنے کا ارادہ تھا تو کہا:

اراحلون فنبکی ام مقیمونا

تو میں نے کہا کہ شیخ کا حکم کیا ہے تو فرمایا: تم خراسان داخل ہو جاؤ گے اور مصر کو فوت کر دو گے پھر تمہارے دل میں کچھ باقی رہے گا وہاں سے وہ مصر گئے، پھر عراق اور خراسان کیونکہ انہوں نے کوئی شے فوت نہ کی:

فکان فی رأیہ البرکۃ — تو یہ ان کی رائے میں برکت تھی۔

اسماعیل بن محمد تیمی حافظ سے شیخ سعد زنجانی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: وہ کبیر امام عارف ہیں ان کا وصال ۴۷۱ھ میں ہے۔

میں کہتی ہوں کہ یہ عارف سنت تھے کہ اگر انہیں علم ہوتا کہ وہ تبرک کو مخالف سنت جانتے تو اس پر اعتراض کرتے، پیچھے ان کے بارے میں "تذکرۃ الحفاظ"

(۳-۱۱۷۴،۱۱۷۸) پر ملاحظہ کیجئے اور ابن جوزی حنبلی کی کتاب "المنتظم (۸-۳۲۰) پر ابن جوزی نے ان کے ہاتھ چومنے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۱۸-۳۹۳،۳۹۴) پر ہیاج بن عبید کے بارے میں لکھتے ہیں امام فقیہ، زاہد شیخ الاسلام ابو محمد شامی حطینی شافعی شیخ حرم ہیں، یہ خوب حدیث کا اہتمام کرتے اور وہ مذہب کے ماہر تقویٰ میں مقدم اور ان کی عجیب جلالت ہے۔

ان سے ہبۃ اللہ شیرازی نے اپنی معجم میں حدیث بیان کی اور کہا کہ ہمیں ہیاج زاہد فقیہ نے یہ بیان کی اور میں نے زہد اور ورع میں ایسا آدمی نہیں دیکھا۔

شیخ ابن طاہر کہتے ہیں، شیخ ہیاج زہد میں یہاں تک پہنچے کہ وہ تین دن وصال کا روزہ رکھتے اور زمزم کے پانی سے افطار کرتے اور تین دنوں کے بعد کوئی چیز کھاتے ان کی عمر اسی سال ہوئی اور وہ ہر دن تین عمرے کرتے، مختلف دروس دیتے:

ویزور ابن عباس بالطائف کل سنة مرة — اور حضرت ابن عباس کے مزار کی طائف میں ہر سال زیارت کرتے۔

اور کوئی چیز راستے میں نہ کھاتے۔

ویزور قبر النبی علیہ وسلم کل سنة مع اهل مكة — اور قبر نبوی ﷺ کی ہر سال اہل مکہ کے ساتھ زیارت کرتے۔

تو وہ نکلتے اور جس نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اس کے لوٹنے تک خرچہ انہی کا ہوتا

وكان يمشي حافياً من مكة الى المدينة — اور وہ شہر مکہ سے شہر مدینہ تک ننگے پاؤں پیدل چلتے۔

اور میں نے سنا کہ جو یہ شکایت کرتا کہ میرے جوتے چوری ہو گئے ہیں تو فرماتے ،یہ میرے جوتے لے لو انہیں کوئی چوری نہیں کر سکے گا۔اور انہیں شہادت عطا کی گئی وہ یوں کہ کچھ روافض نے امیر مکہ سے شکایت کی کہ اہل سنت نے ہم میں سے کچھ کو تکلیف دی ہے تو اس نے ہیاج اور ابو الفضل بن قوام اور ابن انماطی کو بلایا اور انہیں سزا دی تو یہ دونوں فی الفور فوت ہو گئے ۔حضرت ہیاج کو واپس لایا گیا تو ان کا چند دن بعد وصال ہوا۔

میں کہتی ہوں ،دیکھئے شیخ سمعانی کی ''الانساب'' (۴۔۱۷۰،۱۷۱) اور ابن جوزی کی ''المنتظم'' (۸۔۳۲۶)۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے (۱۸۔۴۵۲،۴۵۸،۴۶۹۔۴۶۰) پر ابو اسحاق شیرازی کے بارے میں لکھا، شیخ امام قدوہ مجتہد شیخ الاسلام ابراہیم بن علی فیروز آبادی شیرازی شافعی جن کی ولادت ۳۹۳ھ میں ہے ۔وزیر ابن جہیر کثیر دفعہ کہتے ،امام ابو اسحاق اپنے دور کے یکتا اور ان میں ممتاز ہیں اور ان کی دعائیں قبول کی جاتیں۔

شیخ ابوبکر بن خاضبہ کہتے ہیں، میں نے بعض اصحاب ابو اسحاق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے شیخ کو ''کتاب ''المھذب'' کی ہر فصل سے فارغ ہونے پر نوافل ادا کرتے دیکھا۔

شیخ شجاع ذہلی کہتے ہیں ،ابو اسحاق اصحاب شافعی کے امام اور اپنے وقت میں بغداد کے پیشوا تھے ثقہ ،ورع ،صالح ،عالم اور خلافیات کا ایسا علم رکھتے

ان میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

محمد بن عبد الملک ہمذانی کہتے ہیں، مقتدا باللہ نے ابو اسحاق کو لشکر کے مرکز میں بھیجا اور وہ ۴۷۵ھ کے آخر میں وہاں گئے تو ان کی طرف اہل شہر اپنی عورتوں اور اولاد کے ساتھ نکلے کہ وہ ان کی چادر کے دامن کو بوسہ دیتے ویاخذون تراب نعلیہ یستشفون بہ اور وہ ان کی نعلین کی مٹی لے کر اس کی برکت سے شفا پاتے۔

اور روٹی پکانے والے نکلے اور انہوں نے روٹیوں کو بکھیر دیا تو انہوں نے انہیں منع کیا لیکن وہ نہ رُکے، اصحاب پھلوں اور مٹھائی والے نکلے انہوں نے انہیں لوگوں میں تقسیم کیا اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنائے اور ان کو کھلایا اور وہ لوگوں کے سروں پر گرتے اور شیخ اس پر متعجب ہوئے اور ہمیں کہا کہ تم اس کھلانے والے کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں اس میں سے کوئی چیز نہیں ملی تو انہوں نے عرض کیا، یا سیدی کونسی چیز ہے کہ اس میں تمہارا حصہ ہے؟ فرمایا: میرا دل اس محبت پر رشک کر رہا ہے۔

شیرویہ دیلمی "تاریخ ھمذان" میں لکھتے ہیں، ابو اسحاق اپنے دور کے امام تھے ہمارے پاس سلطان ملکشاہ کی طرف سے نمائندہ بن کر آئے، میں نے ان سے پڑھا اور وہ ثقہ فقیہ اور یقینی طور پر زاہد تھے اور اپنے زمانے میں یکتا تھے

میں کہتی ہوں ان کا مکمل ترجمہ واقعہ تبرک کے ساتھ امام سبکی کی "طبقات الشافعیۃ" (۴۔۲۱۵،۲۵۶) پر ملاحظہ کیجئے "وفیات الاعیان"

(۱-۲۹) ''المنتظم ''(۹-۷)اور''تھذیب الاسماء واللغات ''(۲-۱۷۲)

اور شاید کوئی جاہل یہ کہے کہ یہ تو عوام کا عمل اور ان کی بدعات ہے تو اس جاہل سے کہا جائے اس اُمت کے ربانی علماء مثلاً ابو اسحاق شیرازی اور ذہبی کہ وہ اس بدعت کا ناجائز فعل کو دیکھیں پھر اس پر خاموش رہیں اور اس کا انکار نہ کریں اور یہ ربانی علماء ہیں ،نیکی کا حکم دینے والے ،بُرائی سے روکنے والے ہیں بلکہ حاشاء علماء اُمت میت سے قبر میں تبرک کو بدعت وحرام مانیں اور پھر اس کا ارتکاب کریں لیکن انہوں نے اس پر عمل کیا اور اس کے جواز کا فتویٰ دیا کہ یہ جائز ہے حرام نہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۸-۵۴۶،۵۴۷) پر ابو جعفر ہاشمی کے بارے میں لکھتے ہیں ،امام شیخ الحنابلہ ابو جعفر عبد الخالق بن ابو موسیٰ ہاشمی عباسی حنبلی بغدادی جن کی ولادت ۴۱۱ھ ہے ۔شیخ سمعانی لکھتے ہیں ،یہ مناظرہ میں بڑی خوبصورت گفتگو کرنے والے صاحب ورع ،متقن ،قرآن اور وراثت کے احکام کے عالم تھے۔

شیخ ابو الحسین ابن فراء کہتے ہیں ،میں ان کے پاس پانچ سال رہا جب ان تک کوئی بے حیائی کی خبر پہنچتی تو ان پر سخت گراں گزرتی اور وہ اہل بدعت کے سخت خلاف تھے اور ہمیشہ ان کی گفتگو کا لوگوں پر غلبہ رہا اور ان کے اصحاب ان کی خوب تعظیم بجا لاتے۔اور وہ عفیف وزاہد تھے ،مسجد میں درس دیتے پھر جانب شرقی کی طرف منتقل ہو گئے اور جامع مہدی میں درس دیتے ،جب امام ابو یعلیٰ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ یہ مجھے غسل دیں اسی

طرح جب خلیفہ قائم کی موت کا وقت آیا تو وصیت کی کہ ابو جعفر! مجھے غسل دیں تو انہوں نے کوئی چیز نہ لی جس کے بارے میں بادشاہ وصیت کر گیا تھا حتیٰ کہ جب ان سے کہا گیا کہ امیر المومنین کی برکت کے لیے قمیص لے لو انہوں نے اپنے رومال سے اسے صاف کیا اور فرمایا: ان کی برکت حاصل ہو گئی۔

پھر مقتدا نے انہیں بلایا اور ان کی الگ بیعت لی آگے چل کر کہا کہ ابن قشیری کے فتنہ میں ابو جعفر گرفتار و قید رہے تو وہ مسلسل روزہ رکھتے اور کوئی شے تناول نہ کرتے اور میں نے انہیں مصحف سے تلاوت کرتے ہوئے دیکھا، بیمار ہو گئے جب زیادہ تکلیف بڑھی تو لوگوں نے ان کی گرفتاری پر احتجاج کیا پھر وہ انہیں حرم کی طرف لے کر نکلے اور وہاں فوت ہو گئے اور ان کا جنازہ بہت بڑا ہوا اور انہیں امام احمد کی قبر کے پاس دفن کیا گیا لوگ مدت تک ان کی قبر کے پاس آتے جاتے رہے:

حتی قیل ختم علی قبرہ عشرۃ آلاف ختمۃ	حتیٰ کہ منقول ہے کہ ان کی قبر پر دس ہزار قرآن کریم ختم کیے گئے۔

میں کہتی ہوں ملاحظہ کیجیے ''المنتظم لابن الجوزی '' (۸۔۳۱۶، ۳۱۷) اور ''ذیل طبقات الحنابلۃ لابن رجب '' (۱، ۱۶، ۱۷، ۲۲، ۲۳) اور ''البدایۃ والنھایۃ'' (۱۲۔۱۲۹)

کاش کہ یہ لوگ ابو جعفر کے حال میں غور و فکر کریں کہ جب انہیں کوئی برائی کی اطلاع ملتی تو ان پر سخت گراں گزرتا اور وہ اہل بدعت کے شدید مخالف تھے پھر ابو جعفر کی قمیص برکت کے لیے لینے پر اور یہ کہنے پر غور کریں کہ برکت حاصل ہوئی

شیخ ذہبی (۱۹۔۱۱) پر شیخ تفلیسی امام قدوہ مقری ابوبکر محمد بن اسماعیل سری نیشاپوری صوفی سن ولادت (۴۰۰ھ) ان سے ان کے بارے میں شیخ اسماعیل بن محمد تیمی سے پوچھا گیا تو بتایا، شیخ صالح ہیں اور ان کی دعا سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور انہوں نے مہلبی سے کثیر پڑھا ان کا وصال ۴۱۳ھ ہے۔

امام ذہبی (۱۹۔۱۶،۱۷) پر شیخ ابن سمکویہ کے بارے میں لکھتے ہیں، امام حافظ مفید مصنف، ثقہ ابوالفتح محمد بن احمد بن عبد اللہ بن سمکویہ اصبہانی نزیل ہراۃ ماہرین حدیث میں سے ہیں اور ان سے کثیر لوگوں نے روایت لی۔ ان کی ولادت ۴۰۹ھ ہے انہوں نے بڑھاپے میں حدیث پڑھی، عابد صالح نیک تھے، ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کی جاتی ہے وہ نیشاپور میں ۴۸۲ھ ذی الحجہ میں فوت ہوئے

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۱۹۔۳۲،۳۴) پر ابو عامر ازدی کے بارے میں لکھتے ہیں شیخ امام، مسند، قاضی محمود بن قاسم ہروی شافعی کبار ائمہ مذہب میں سے ہیں، ابوجعفر بن ابوعلی کہتے ہیں، یہ شیخ الاسلام تھے انہوں نے ابوعمر سے ملاقات کی اور عیادت کی جب وہ بیمار ہوئے اور ان کی دعا سے برکت حاصل کی جاتی ہے ۴۸۷ھ میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے ''طبقات سبکی'' (۵۔۳۲۸)

امام ذہبی (۹۱۔۵۱،۵۳) پر ابوالفرج حنبلی کے حالات میں لکھتے ہیں، امام، قدوہ، شیخ الاسلام عبدالواحد بن محمد شیرازی اصل حرانی مولد دمشق فقیہ، حنبلی، واعظ، کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں۔ ابو الحسین ابن فراء ''طبقات الحنابلة'' میں لکھتے ہیں، ان کی بڑی کھلی کرامات ہیں:

منقول ہے کہ یہ دو دفعہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملے اور یہ مختلف اوقات میں دلوں کے معاملات پر گفتگو کرتے جیسے کہ بغداد میں ابو الحسن بن قزوینی زاہد کیا کرتے اور بادشاہ تتش ان کی تعظیم کرتا کیونکہ ان کے ساتھ اسے مکاشفہ ہوا آگے چل کر لکھا کہ وہ ہمارے عقیدہ کے ناصر اس کے پھیلانے میں متحرک اور ان کی فقہ، وعظ، اُصول میں کُتب ہیں۔امام ذہبی کہتے ہیں۔ ۴۸۰ھ ذوالحجہ میں فوت ہوئے، مقبرہ باب السبیل میں دفن کیے گئے اور ان کی قبر مشہور ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور وہاں دعا کی جاتی ہے۔

میں کہتی ہوں، حافظ ابن رجب نے "الذیل" (۳۔۶۸،۶۹) پر لکھا، فقیہ زاہد اپنے وقت میں شام کے شیخ ہیں یہ امام فقہ اور اُصول کے عارف سنت میں شدید زاہد، عارف، عابد، خلوت گزیں تھے اور ان کے احوال وکرامات ہیں، تتش صاحب دمشق ان کی تعظیم کرتے۔پھر ابن رجب (۳۔۷۰) پر لکھا کہ وہ مجلس وعظ میں ایک مرتبہ گفتگو کر رہے تھے تو ایک آدمی پر وجد طاری ہو گیا اور وہ مجلس میں فوت ہو گیا اور وہ جمعہ کا دن تھا۔

ابن رجب نے (۳،۱۷) پر ناصح عبد الرحمٰن بن نجم ابن ابی الفرج حنبلی سے نقل کیا کہ شیخ موفق الدین مقدسی یعنی ابن قدامہ حنبلی کہتے تھے:

کلنا فی برکات الشیخ ابی الفرج — ہم میں ابوالفرج کی برکات ہیں۔

ناصح کہتے ہیں، مجھے ابن قدامہ نے بیان کیا کہ ہم بغداد میں تھے جب شیخ ابو الفرج بیت المقدس کی سرزمین سے اپنے شہروں کی طرف آئے تو لوگوں نے

بڑا استقبال کیا اور ان تمام شہروں کے گوشوں سے استقبال کیا، قدامہ نے آگے بڑھ کر کہا، اے سیدی! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن کا حافظ بنا دے، کہتے ہیں انہوں نے اس کے لیے دعا کی اور ان کے بھائی نے ان سے کچھ نہ مانگا تو اسی حالت پر باقی رہا اور قدامہ نے قرآن حفظ کر لیا اور ان سے شیخ ابو الفرج کی دعا پھیل گئی۔

شیخ ذہبی (۱۹۔۱۰۹،۱۱۳) پر ابن خاضبہ کے حالات میں لکھتے ہیں، شیخ امام، محدث، حافظ، صادق قدوہ برکتہ المحد ثین ابوبکر محمد بن احمد بن عبد الباقی بن منصور بغدادی دقاق ابن خاضبہ کے نام سے مشہور ہیں۔ابن خاضبہ ۴۸۹ھ میں فوت ہوئے اور ان کے جنازے میں بڑی کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے اور ان کی قبر پر کثیر قرآن ختم کیے گئے۔

ہمیں قاسم بن محمد حافظ نے بتایا کہ ہمیں احمد بن ابراہیم مقری نے، ہمیں عبد الطیف طبری نے ان سے محمد بن بطی نے، ان سے محمد بن احمد بن عبد الباقی نے انہیں احمد بن علی بن ثابت نے انہیں ابن ابی فوارس نے کہ ہمیں حسین بن حمد ہروی صفار نے بیان کیا کہ میں شیخ شبلی کے پاس تھا ان سے کسی متصوف نے پوچھا کہ آدمی ایسا قول سنے لیکن اسے سمجھ نہ پائے تو ان پر وجد طاری ہو گیا اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

رب ورقاء هتوف فی الضحی ذات شجو صدحت فی فنن

فبكائی ربما ارقها وبكا ها ربما ارقنی

ولقد اشكو فما افهمها　　ولقد تشکو فما تفهمنی

غیر انی بالجوی اعرفها　　وھی ایضاً بالجوی تعرفنی

شیخ ذہبی (۱۹۔۱۲۰،۱۲۶) پر حمیدی کے بارے میں لکھتے ہیں، امام قدوہ اثری، متقن حافظ شیخ المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن فتوح ازدی حمیدی اندلسی میورقی فقیہ ظاہری ہیں۔ حمیدی ۱۷۔ ۴۸۸ھ میں فوت ہوئے، انہیں باب ابرز قبرستان میں دفن کیا گیا پھر انہیں دو سال بعد باب حرب منتقل کر کے حضرت بشر حافی کے پاس دفن کیا گیا۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں، حمیدی نے موت کے وقت مظفر ابن رئیس رؤساء کو وصیت کی کہ انہیں حضرت بشر کے پاس دفن کیا جائے اس نے اس کے خلاف کیا تو ایک مدت کے بعد خواب میں انہیں جھڑکتے ہوئے دیکھا تو ماہ صفر ۹۱ھ میں منتقل کیا:

وکان کفنه جديداً وبدنه طرياً	تو ان کا کفن نیا تھا اور ان کا بدن
يفوح منه رائحة الطيب رحمه الله	تروتازہ اور ان سے خوشبو آرہی تھی
ووقف كتبه	اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انہوں نے کتب وقف کیں۔

میں کہتی ہوں حمیدی عظیم امام تھے۔ یحییٰ بن ابراہیم سلماسی کہتے ہیں، میرے والد نے بیان کیا کہ فضل عظمت، مہارت، علم اور اشاعت علم میں، میں نے حمیدی جیسا کوئی نہیں دیکھا وہ صاحب ورع متقی، حدیث، اس کے علل اور

راویوں کے امام ہیں اور علم، تحقیق اور اُصول میں وہ محقق ہیں ، محدثین کے مذہب پر تھے جو کہ کتاب وسنت کے مطابق ہے ،عبارت میں فصیح ادب عربیت وقرأت کے علم میں ماہر تھے۔

سلفی کہتے ہیں ،میں نے ابو عامر عبدری سے حمیدی کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ ان کی مثل کوئی دیکھا نہیں گیا اور ان کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا ،فقہ ،حدیث ، ادب کے جامع تھے اور انہوں نے علماء اندلس کو دیکھا اور وہ حافظ حدیث تھے۔ دیکھئے ''سیر الذہبی'' (۱۹_۱۲۳،۲۱۵)

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۱۹_۲۱۳،۲۱۵) ابن طیوری کے بارے میں لکھتے ہیں ، شیخ محدث ، عالم ، کثیر نقل کرنے والے حدیث میں ابو الحسین مبارک بن عبد الجبار بغدادی صیرفی ، ان کی ولادت ۴۱۱ھ میں ہوئی ۔شیخ ابو علی بن سکرہ صدفی لکھتے ہیں کہ ابو الحسین ثقہ صالح شیخ میں بڑے اور علم میں مضبوط ، صحب الحفاظ ، صاحب عفت واعتقاد ہیں ۔حفاظ کے پاس رہے اور ان کے پاس تربیت پائی۔

میں نے ابوبکر بن خاصبہ کو کہتے سنا:

شیخنا ابو الحسین ممن یستشفی بحدیثه — میرے استاذ ابو الحسین ایسے شخص ہیں جن کی باتوں سے شفا حاصل کی جاتی

شیخ ابن ناصر اپنی املاء میں کہتے ہیں کہ ہمیں ثقہ ،ثبت ،صدوق ابو الحسین نے حدیث بیان کی۔

سلفی کہتے ہیں کہ یہ محدث، مفید، ورع کبیر ہیں کبھی بھی حدیث کے علاوہ میں مشغول نہ ہوئے وہ تفاسیر، قرأت اور لغۃ سے وہ چیزیں حاصل کرتے جو کسی نے حاصل نہ کیں، مسانید، تواریخ، ادبیات علل اور شعر، تمام کا سماع کیا صوری کے ساتھی بنے ان سے اور نخشبی سے استفادہ کیا وہ نیشاپوری تھے ان سے مسعود سجزی اور حمیدی ان سے جعفر بن حکاک نے روایت لی۔

امیر ابونصر کہتے ہیں، وہ ہمارے دوست ابوالحسین ابن حمامی کے نام سے مشہور تھے انہوں نے کثیر مخلوق سے حدیث لی وہ اہل خیر وعفت واصلاح ہیں

ابن سکرہ کہتے ہیں کہ مجھے ہمارے شیخ ابوالحسین نے بیان کیا کہ ان کے پاس دارقطنی کے تحریر کردہ ایک ہزار اجزا ہیں اور مجھے انہوں نے بتایا کہ میرے پاس امام ابن ابی الدنیا کی چوراسی تصنیفات ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۹۔۳۵۳،۳۵۵) میں نور الہدی کے بارے میں لکھتے ہیں: امام قاضی رئیس حنفیہ صدر عراقیین حسین بن محمد حنفی جو ۴۲۰ھ میں پیدا ہوئے یہ مسافروں کی بڑی تعظیم کرتے مذہب کو جاننے والے اور عظمت والے ہیں ان کا وصال ۵۱۲ھ ہے۔

ابن نجار لکھتے ہیں، فتوی ودرس دیتے، عباسیوں اور طالبوں کے بیک وقت نقیب بنے، نہایت شریف النفس، قوی الدین اور وافر العلم تھے اپنے وقت کے اصحاب رائے کے شیخ اور زاہد بنو عباس کے فقیہ اور زاہد خلفاء کے نام کی بڑی عزت دینے والے۔ حافظ شجاع نور الہدی ابو طالب الزینی کے بارے میں کہتے

ہیں ، امام عالم ، اصحاب ابو حنیفہ سے مدرس مکتہ المکرمہ، کریمہ سے ''الصحیح '' (صحیح بخاری) کو سنا۔

سلفی کہتے ہیں ، ابوطالب زینی ہاشمی بزرگ تھے میں نے ان کو سفر وحضر میں دیکھا ہے وہ علم میں اکثر مناظرہ کرنے میں ماہر شمار کیے جاتے ۔

احمد بن سلامہ کوفی شافعی فقیہ کہتے ہیں، میں شدید بیمار ہوا ، نور الہدیٰ میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور میرے لیے دعا کی :

فتبرکت بزیارته وعوفیت   میں نے ان کی زیارت سے برکت اور بیماری سے شفا پائی ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۹_۶۱۵، ۶۱۷) پر الفراوی کے بارے میں لکھتے ہیں ، شیخ امام فقیہ ، مفتی ، مسند خراساں فقیہ الحرم ابو عبد اللہ محمد بن فضل صاعدی فراوی نیشاپوری شافعی ، تقریباً ۴۴۱ھ ان کا سن ولادت ہے ۔

میں کہتی ہوں انہوں نے کبار حفاظ سے حدیث پڑھی اور ان سے کبار حفاظ نے حدیث لی مثلاً ابوسعد سمعانی ، ابن عساکر، ابو اسحاق صفار اور دیگر محدثین

شیخ عبدالغافر نے ان کے حالات میں لکھا کہ فقیہ حرم ، فقہ اور اُصول کے ماہر قواعد کے حافظ صوفیاء میں سے ہیں اور صوفیاء کی برکت ان کو حاصل ہوئی اُصول اور تفسیر زین الاسلام قشیری سے پڑھی ۔

شیخ ابو معالی کی مجلس میں گئے تا حیات وہیں ٹھہرے ، فقہ پڑھی اور اُصول پڑھا اور ان کے مشہور اصحاب میں شامل ہوئے ، حج کیا ، بغداد اور دیگر

شہروں میں اجتماع کیا ان کا علم حرمین میں ظاہر ہوا، ان کی شان تھی دونوں مقامات پر ان کا اثر اور ذکر ہے اور لباس اور زندگی میں تواضع اور عاجزی اور صالحین علماء کی علامات پائی جاتیں۔ مدرسہ ناصحیہ میں تدریس کی، مسجد مطرز میں امام رہے اور ہفتے میں ایک دن حدیث کی مجلس منعقد کی اور ان کی مجلس وعظ فوائد اور نصیحتوں سے معمور ہوتیں اور وہ بخاری و مسلم اور خطابی کی ''غریب الحدیث'' پڑھاتے اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اضافہ فرمائے تا کہ ان کا فائدہ مسلمانوں کو ہو۔

ان کے والد امیر ابو الحسن سحوری سے بیان کرتے ہیں کہ سن ترپن (۵۳) میں نبی کریم ﷺ خواب میں آئے اور میرے بیٹے محمد کو کہہ رہے ہیں کہ میں نے تجھے مجلس میں اپنا نائب مقرر کیا۔

ابن عساکر ''تبیین کذب المفتری '' (ص: ۳۲۴، ۳۲۵) میں لکھتے ہیں کہ میرا دوسرا سفر شیخ فراوی کی طرف تھا کہ ان کی طرف مختلف گوشوں سے قصد کیا جاتا کہ ان کے پاس علو سند، وفور علم، صحت اعتقاد، حسن خلق اور طالب علم پر کامل توجہ جمع تھی۔

شیخ سمعانی کہتے ہیں، میں نے عبد الرزاق طبرسی سے سنا کہ میں نے صحیح مسلم شیخ فراوی سے سترہ دن میں پڑھی انہوں نے کہا، میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو مجھے غسل دے اور میرا جنازہ بھی پڑھا:

وان تدخل لسانك فی فیّ فانك	اور اپنی زبان میرے منہ میں ڈال
قرأت به كثيراً حديث رسول الله ﷺ	کیونکہ تو نے کثیر دفعہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی ہے۔

امام سمعانی کہتے ہیں، ان پر دوسرے دن جنازہ پڑھا گیا اور مقبرہ میں لوگ ظہر کے بعد ازدحام کی وجہ سے پہنچے اور بیان کیا کہ رمضان ۵۳۰ھ میں ہم انہی گردنوں پر اُٹھانے صحیح کی تکمیل کے لیے قبر مسلم تک پہنچے، جب کتاب سے پڑھنے والا فارغ ہوا تو شیخ خوب روئے اور دعا کی اور حاضرین کو رُلایا اور کہا، شاید یہ کتاب اس کے بعد مجھ پر نہ پڑھی جائے تو وہ ۲۱ شوال کو فوت ہوئے اور امام الائمہ ابن خزیمہ کے پاس انہیں دفن کیا گیا اور بیان کیا کہ انہوں نے ہزار مجلس سے زائد حدیث لکھوائی۔

شیخ ذہبی (۲۰۔۱۱۱۔۱۱۳) پر لکھتے ہیں، ابن عریف احمد بن موسیٰ امام ،زاہد، عارف مقری صاحب مقامات واشارات ہیں۔

شیخ ابن بشکوال نے "الصلة" (۱۔۸۱) پر لکھا، ان کے پاس علمی اشیاء میں مشارکت پائی جاتی ہے اور وہ قرأت کا اہتمام کرنے والے، روایات کو جمع کرنے والے اور ان کے طرق واسناد کا اہتمام کرنے والے ہیں اور میری تالیفات میں سے انہوں نے بطور اجازت حاصل کیا اور مجھ سے حدیث لکھی اور میں نے بھی ان کے علوم سے اجازت لی اور وہ فضل ودین میں انتہا پر تھے، خیر کی طرف منقطع، عابدین اور زاہدین ان کی زیارت کرتے اور محبت کرتے اور ان کی صحبت کی تعریف کرتے اور بادشاہ کی طرف سفارش اور مراکش میں ان کو لانے کا کہا وہاں پہنچے تو ان کا وصال ہو گیا۔ لوگوں کا وہاں ازدحام ہوتا جو ان کی گفتگو اور مواعظ کو سنتے اور انہوں نے روایات اصحاب ابوعمرو الدانی کے دو بقایا سے سنی اور

ابوبکر عبد الباقی سے خرقہ حاصل کیا۔ابو عمر طلمنکی کی وفات کے بعد فوت ہوئے۔

ابن مسدی کہتے ہیں، ابن عریف ان لوگوں میں سے ہیں جن پر کمال معرفت کا حصول ہوا اور ان کے بیان سے شہر روشن ہوئے اور جماعت حاسدین نے ان پر حسد کیا حتی کہ انہوں نے اپنے وقت کے بادشاہ کے پاس شکایت کی اور وہ اس کے معاملہ کے انجام سے ڈرے کیونکہ دل حسد پر مشتمل تھے تو انہیں مراکش لایا گیا۔منقول ہے کہ انہیں زہر دیا گیا اور وہ شہید ہوئے جب وہ مراکش کی طرف لائے گئے تو انہیں وحشت محسوس ہوئی تو سمندر میں انہوں نے اپنی تصنیفات کو بہا دیا اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہی مگر وہ جو لوگوں نے اس میں سے لکھا تھا ان سے ابوبکر بن رزق حافظ نے روایت لی، ابو محمد بن ذی النون، ابو عباس اندرشی اور ان سے خرقہ حاصل کیا اور ان کے جد زاہد موسیٰ بن مسدی کے ساتھ رہے شاید یہ ان کے اصحاب میں سے آخری ہوں۔پھر لکھا: ابن عریف کا سن ولادت ۴۸۱ھ ہے۔اور یہ مراکش میں شب جمعہ کو ۵۳۶ھ میں فوت ہوئے۔

ابن بشکوال لکھتے ہیں، ان کے جنازہ میں لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی اور بادشاہ کو اپنے اس عمل پر ندامت ہوئی اور ان سے کئی کرامات کا اظہار ہوا۔

میں کہتی ہوں مراد یہ ہے کہ ان کی موت کے بعد کرامات ظاہر ہوئیں۔

دیکھئے اس امام حافظ کبیر ابن بشکوال کی گفتگو اور حافظ ناقد ذہبی کا اسے ثابت رکھنا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۲۰_۲۰۸،۲۰۹) پر لکھتے ہیں علامہ مفسر ذوالفنون ابو

جعفر احمد بن علی بیہقی علامہ نیشاپور صاحب تصانیف اور ان کے عمدہ تلامذہ اور وہ صاحب خلوت وعبادت تھے ان کی زیارت کی جاتی اور برکت حاصل کی جاتی اچانک وہ رمضان سن ۵۴۴ھ میں فوت ہوئے۔

میں کہتی ہوں، حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" (۲۔۷۵۰) پر انہیں حافظ اور حدیث کے لیے کثیر سفر کرنے والا لکھا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۲۰۔۳۴۲،۳۴۳) پر لکھتے ہیں، شیخ امام صالح قدوہ اپنے وقت کے زاہد ابو محمد عدی بن صخر الشامی، ایک قول کے مطابق عدی بن مسافر اور یہ زیادہ مشہور ہیں۔

حافظ عبد القادر کہتے ہیں، کثیر سال سیاحت کی، مشائخ کی شاگردی اور کثیر مجاہدات کیے پھر موصل کے پہاڑوں میں ایسی جگہ ٹھہرے جہاں کوئی ہمدرد نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر ان کے ہمدرد پیدا کر دیئے اور ان کی برکات سے آباد کیا حتی کہ وہاں کوئی ڈاکوؤں کا خوف نہ رہا اور اکردوں کے مفسدین کی ایک جماعت ان کی برکات کیوجہ سے لوٹ آئی اور کثیر مخلوق نے ان سے فائدہ اُٹھایا ان کی کثیر شہرت ہوئی اور یہ خیر کے معلم اور شریعت کے ناصح اور اللہ تعالیٰ کی خاطر سخت اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرتے، تقریباً اسی (۸۰) سال عمر پائی۔

ہمیں یہ نہیں پہنچا کہ انہوں نے کوئی چیز فروخت کی یا خریدی یا کوئی دنیا کے معاملات سے کوئی چیز حاصل کی اور ان کے لیے بلا پانی درخت ہوتے

جنہیں وہ پہاڑ میں لگاتے اور اسے کاٹتے اور اس سے روزی حاصل کرتے اور وہ روئی کاشت کرتے اور اس سے لباس بناتے اور کسی سے مالی طور پر کوئی چیز حاصل نہ کرتے ، بہت سارے اوقات میں وہ دکھائی نہ دیتے حتی کہ وہ اپنے وظائف کو پورا کرتے میں نے ان کے ساتھ موصل کے علاقہ میں کئی دن سفر کیا وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر ہم ان کو صبح تک نہ دیکھتے۔

میں نے دیکھا جب وہ کسی دیہات میں پہنچتے اور لوگ اس سے پہلے کہ وہ ان کی گفتگو کو سنیں ان کے مرد اور عورتیں توبہ کرتے مگر ان کے علاوہ جنہیں اللہ تعالیٰ چاہتا، ہم ان کے ساتھ راہب کے گرجا میں گئے تو وہاں دو راہب دیکھے اور دونوں نے اپنے سر کھولے اور ان کے دونوں نے پاؤں چومے اور کہا، ہمارے لیے دعا کرو ہم صرف آپ کی برکتیں چاہتے ہیں اور ایک تھال نکالا جس میں روٹی اور شہد تھا پوری ایک جماعت نے کھایا، میں شیخ کی زیارت کے لیے پہلی دفعہ نکلا تھا۔

اور کہا کہ میں نے پچھلی رات نیند میں دیکھا گویا ہم جنت میں ہیں اور ہم پر کوئی چیز اولوں کی طرح اتر رہی ہے پھر کہا کہ یہ رحمت ہے، میں نے اپنے سر کی طرف دیکھا تو کچھ لوگ دیکھے، میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا: یہ اہل سنت ہیں۔

میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا، اے شیخ! فاسق کی مدارات میں کوئی حرج نہیں انہوں نے کہا کہ نہیں، اے میرے بھائی، دین کو چھپانا اور دین کی شامت ہے۔ وہ کثیر دن وصال کا روزہ رکھتے جیسا کہ ان سے مشہور ہے حتی کہ کچھ لوگ یہ اعتقاد رکھتے کہ یہ کوئی چیز کھاتے ہی نہیں، بس جب انہیں یہ

بات پہنچی تو انہوں نے لوگوں کے سامنے کوئی چیز کھائی ریاضات، سیر، کرامات اور ان سے نفع پانا مشہور ہے اگر وہ زمانہ قدیم میں ہوتے تو یہ بھی ایک عجوبہ ہوتا، میں نے دیکھا کہ بادشاہ، اُمرا، مشائخ اور عوام آتے حتی کہ وہ ان کے ہاتھ چومنے کی وجہ سے ان کو اذیت دیتے اور وہ ایسی جگہ پر بٹھاتے کہ ان کے اور لوگوں کے درمیان جالی ہوتی تا کہ ان کی طرف دیکھنے کے علاوہ کوئی نہ پہنچ پائے۔ تو لوگ انہیں سلام کر کے واپس آ جاتے پھر وہاں سے اپنے زاویہ کی طرف لوٹ آتے ۔انہوں نے نوے (۹۰) سال عمر پائی ۔۵۵۷ھ میں فوت ہوئے۔

امام ذہبی (۲۰۔۳۶۹) پر شیخ امام فقیہ اصولی زاہد ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن تومرت مصمودی سن وصال ۵۲۴ھ میں لکھتے ہیں کہ موحدین میں یہ سراپا خیر اور برکت والے تھے۔

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۲۱۔۵، ۲۷) پر سلفی کے بارے میں لکھتے ہیں، امام علامہ محدث حافظ مفتی شیخ الاسلام شرف المعمرین ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد اصبہانی، شیخ عماد کاتب کہتے ہیں، سلفی سکندریہ میں رہے اور وہاں لوگ ان کی طرف سفر کرتے ان کی زیارت کے لیے بادشاہ اور ملوک زیارت کر کے برکت حاصل کرتے ان کے اشعار، رسائل اور تصانیف ہیں۔

میں کہتی ہوں ان کا تعارف مکمل طور پر ''سیر اعلام النبلاء'' (۵۔۵، ۳۹) پر دیکھئے۔

شیخ ذہبی (۲۱۔۲۵۱، ۲۵۳) پر الجبری کے بارے میں لکھتے ہیں شیخ امام

علامہ معمر المقری مجود محدث حافظ حجت شیخ الاسلام شرف ابو محمد عبد اللہ بن علی رعینی اندلسی مالکی زاہد ہیں، ان کا سن ولادت ۵۰۵ھ ہے۔

انہوں نے صحیح مسلم شیخ ابو عبد اللہ بن زغیبہ سے پڑھی اور ابو قاسم سے اور ابو الحسن بن موہب سے سماع کیا اور ابو الحسن بن مغیث سے قرطبہ میں ملاقات کی، اور ابو قاسم بن بقیع، ابو عبد اللہ بن مکی، ابو جعفر بطروجی سے "سنن نسائی" پڑھی اور ابو بکر ابن عربی اور ابو حسن شریح سے ان پر قرأت سبعہ پڑھی انہوں نے سن ۳۴ھ میں صحیح بخاری سنائی اور حدیث کا بڑا اہتمام کیا اور شیخ ابار "التکمة" (۲۔۸۶۹،۸۷۱) پر لکھتے ہیں کہ یہ ورع خیر اور عدالت میں نہایت درجہ پر تھے اور مریہ میں بطور خطیب مقرر ہوئے اور انہیں قاضی بننے کی دعوت دی گئی انہوں نے انکار کیا جب دشمن غالب آئے تو یہ مرسیہ کی طرف نکلے وہاں ان کے حالات پریشان کن ہوئے، فارس چلے گئے پھر سبتہ ٹھہرے ان کی شہرت ہوگئی اور لوگ ان کی طرف سفر کرتے بادشاہ نے انہیں مراکش میں طلب کیا تا کہ ان سے کچھ حاصل کریں وہاں کچھ مدت رہے پھر لوٹے کثیر اجلہ علماء نے ان سے حدیث لی۔

التکملہ، میں ہے کہ ان سے اندلس کے بڑے بڑے اہل علم نے حدیث لی اور ان میں ہمارے شیوخ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

میں نے ابو ربیع بن سالم کو کہتے ہوئے سنا کہ ان کی وفات کے وقت قحط پڑا جب ان کا جنازہ اُٹھایا گیا تو لوگوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا تو بارش ہوئی اور وہ ان کی قبر کے پاس کافی مدت کیچڑ میں ہر ہفتے آتے۔

شیخ آبار کہتے ہیں، یہ صالحین کے سردار اور پختہ صادقین کے سرتاج ہیں ساری عمر صاحب ورع رہے، کثیر علماء سے پڑھا اور پڑھایا۔

ہمارے شیخ ابن حبیش بیان کرتے ہیں کہ مریہ میں ان سے افضل کوئی نہیں اور یہ کافی مدت وہاں رہے۔ زکام کی وجہ سے وہ محرم میں فوت ہوئے، میں نے ان سے چھ دنوں میں صحیح مسلم اور بھی کئی کتب پڑھیں۔

شیخ ابن فرتون کہتے ہیں، ابو محمد بن عبد اللہ سے کئی کرامات کا ظہور ہوا جو ہمارے شیخ نے محمد بن حسن بن غاز سے، انہوں نے اپنی چچا زاد بہن سے وہ کہتی ہیں مجھے کافی مدت بیماری کا استحاضہ تھا، کہتے ہیں مجھے ابن عبید اللہ کی موت کے بارے میں بتایا گیا تو مجھ پر یہ شاق گزرا کہ میں ان کے پاس حاضر نہ ہوسکی تو میں نے عرض کیا، اے اللہ! اگر وہ تیرے اولیاء میں سے ہیں تو مجھ سے اس خون کو روک دے تاکہ میں ان کا جنازہ پڑھ سکوں تو پھر مجھے یہ تکلیف نہ ہوئی۔ ابن عبید اللہ محرم میں سن ۵۹۱ھ میں فوت ہوئے اور ان کا جنازہ سبتہ میں مشہور تھا۔

طلحہ بن محمد کہتے ہیں، مغرب کے تین علماء شان میں رہے، امام ابن بشکوال، امام ابوبکر بن خیر اور ابن عبید اللہ۔ ابن سالم کہتے ہیں، کہ جب صالحین کا ذکر کیا جائے تو امام ابن عبید اللہ کا ذکر کرو۔ ابن رشید کہتے ہیں، زہد، حفظ اور کئی علوم کے ماہر تھے۔ امام ذہبی کہتے ہیں،، اہل سبتہ ان میں غلو کرتے اور ان کی زیارت سے برکتیں حاصل کرتے۔

میں کہتی ہوں، شیخ ابار نے وہ خواب یوں بیان کی کہ ہمارے شیخ ابو ربیع

بن سالم نے مجھ سے پڑھا اور وہ بتاتے تھے کہ ان کی وفات محرم میں ہوئی کیونکہ انہوں نے خواب دیکھا تھا اور جب بھی سال کا یہ مہینہ آیا تو وہ عمل میں زیادہ محنت اور تیاری شروع کر دیتے یہاں تک کہ محرم کا وہ مہینہ آتا جس میں ان کی موت لکھی جا چکی تھی تو اسی کے مطابق ہوا جو انہوں نے خواب دیکھی تھی۔

اور وہ جبل مینا میں مدفون ہوئے اور ان کی وفات کے وقت سبتہ میں قحط پڑ گیا کہ لوگ بہت تنگ تھے جب ان کا جنازہ ان کی قبر کے کنارے رکھا گیا تو لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ دعا کی تو ان کے قحط کو دور کیا گیا اور اسی رات بارش ہوئی اور لوگ ان کی قبر پر ہفتہ تک کیچڑ میں ہی آتے رہے۔

میں نے ابو سلیمان بن حوط اللہ سے سنا کہ ہمارے صاحب ابو عباس بن محمد بن احمد بن لخمی نے بیان کیا کہ ہمیں فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن غازی نے بیان کیا کہ انہیں چچازاد ہمشیرہ نے بیان کیا جو صالح خاتون تھیں کہ مجھے بہت بیماری کا خون آتا تھا جو طویل مدت تک جاری رہا جب میں نے شیخ ابو محمد بن عبید اللہ کے وصال کا سنا تو مجھے نہایت دشوار ہوا کہ میں ان کے جنازے پر حاضر نہیں ہو سکی کیونکہ میرے کپڑے صاف نہ تھے تو کہتی ہیں میں نے دعا کی:

اے اللہ! یہ شخص تیرے صالحین میں سے ہے تو میری اس بیماری کو اُٹھا لے تا کہ میں ان کے جنازے میں شریک ہوسکوں تو ان کی دعا قبول کی گئی اور ان سے بیماری کو دور کر دیا گیا تو پھر ان کی موت تک وہ بیماری نہ لوٹی۔

امام ذہبی (۲۱_۱۳۴،۴۳۲) پر لکھتے ہیں حنبل بن عبد اللہ بن فرج بن

سعادہ، بقیۃ المسندین ابن حصین سے تمام مسند احمد کے رواۃ ہیں۔

میں کہتی ہوں ان سے کبائر ائمہ نے حدیث لی مثلاً ابن دبیثی، ابن نجار، ابن خلیل، ابن ابوعمر، فخر ابن بخاری اور کثیر مخلوق نے اور انہوں نے ائمہ کبار سے حدیث لی۔

شیخ ابن نقطہ ''التقیید'' (۱۔۲۶۰) پر لکھتے ہیں، ہمیں ابو طاہر ابن انماطی نے دمشق میں بیان کیا، کہ مجھے امام حنبل بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد شیخ عبد القادر گیلانی کے پاس لے گئے اور کہا کہ میرے ہاں بیٹا ہوا ہے تو ان کا کیا نام رکھوں؟ تو کہا: ان کا نام حنبل رکھو جب وہ بڑے ہو جائیں تو انہیں مسند احمد بن حنبل سناؤ تو کہتے ہیں میرے والد نے وہی نام رکھا جو انہوں نے حکم دیا جب میں بڑا ہوا تو میں نے ''مسند'' کی املاء کروائی تو یہ شیخ کے مشورہ کی برکت تھی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۲۱۔۴۴۳، ۴۵۵، ۴۵۷) پر لکھتے ہیں، امام عالم، حافظ، کبیر، صادق، قدوہ، عابد الاثری عالم حفاظ تقی الدین ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد جماعیلی صالحی حنبلی ہیں ان کی ولادت ۵۴۱ھ میں ہوئی۔

پھر امام ذہبی نے (۲۱۔۴۵۵) پر لکھا شیخ عادل نے بیان کیا کہ میں نے شام میں اور مصر میں عبد الغنی جیسا نہیں دیکھا۔وہ میرے پاس آئے تو میں نے انہیں شیر محسوس کیا اور یہ تمہاری برکت اور اصحاب کی دعا کی برکت سے ہے۔

پھر ذہبی نے (۲۱۔۵۶، ۵۷) پر لکھا کہ ان کے شمائل کے بارے میں

امام ضیاء کہتے ہیں میں نے کسی اہل سنت کو نہیں دیکھا جو ان کی کثیر مدح کرنے والا نہ ہو، میں نے محمود بن سلامہ حرانی اصفہانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حفاظ حدیث بازار میں قطار کی شکل میں زیارت کرتے اور اگر وہ اصفہان میں کچھ دیر ٹھہرتے اور اس کا سربراہ بننا چاہتے تو بن جاتے۔

شیخ ضیاء بیان کرتے ہیں، جب وہ مصر پہنچے تو ہم وہاں تھے تو جب وہ جمعہ کے لیے نکلتے تو ہم ان کے ساتھ کثرت مخلوق کی وجہ سے چلنے کی طاقت نہ رکھتے جو ان سے برکت کے لیے آتے اور جمع ہو جاتے اور ہم نوجوان تھے ان کے اردگرد حدیث لکھتے اور ہم کسی شے پر مسکراتے اور مسکراہٹ طویل ہوتی تو وہ تبسم کرتے اور ہم پر ناراض نہ ہوتے اور بڑے سخی تھے کوئی درہم و دینار جمع نہ کرتے جیسے ہی حاصل ہوتے اسے خرچ کر دیتے۔

میں نے ان سے سنا کہ وہ رات کو آٹا لے کر ایسے گروہ کی طرف نکلتے جو تاریکی میں ڈوبے ہوتے اور وہ انہیں دیدیتے اور انہیں معلوم نہ ہوتا اور ان کے پاس کپڑے آتے وہ لوگوں کو دیدیتے ان کے اپنے کپڑوں پر پیوند لگے ہوتے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۲۱۔۴۵۰) پر لکھتے ہیں: امام ضیاء نے بیان کیا کہ میں نے حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد سے سنا کہ میں تمام علاقہ شام میں حدیث صرف اس حافظ کی برکت سے دیکھی ہے کیونکہ میں نے جس سے بھی پوچھا اس نے یہی کہا میں نے عبدالغنی سے ہی پڑھی اور انہوں نے ہی مجھے شوق دلایا۔

پھر امام ذہبی رحمہ اللہ (۲۱۔۴۶۶) پر لکھتے ہیں کہ شیخ ضیاء کہتے ہیں میں

نے ابو موسیٰ بن حافظ سے سنا انہیں ابو محمد یا سمینی کے بھائی نے بیان کیا کہ میں ایک دن تمہارے والد کے پاس تھا تو سوچا کہ کاش حافظ مجھے اپنا کپڑا دے تا کہ میں اسے اپنا کفن بناؤں، جب میں نے وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنا کپڑا جو ان کے جسم سے لگا ہوا تھا مجھے دیا اور وہ کپڑا ہمارے پاس محفوظ رہا جو کبھی بیمار ہوتا اس پر اسے ڈالتے تو اسے آرام آجاتا۔

میں کہتی ہوں اس امام جس کی وجہ سے رحمتیں نازل ہوتیں ہیں ان کا تذکرہ کیے دیتے ہیں، ان کی آنکھیں رونے، لکھنے اور مطالعہ کی وجہ سے کمزور ہو چکی ہیں اور یہ امام ایک لاکھ حدیث سے زیادہ کے حافظ تھے بلکہ حافظ ضیاء کہتے ہیں، حافظ عبد الغنی حدیث کے امیر المؤمنین ہیں۔

میں نے محمود بن سلامہ تاجر حرانی سے سنا کہ حافظ عبد الغنی میرے پاس اصفہان میں ٹھہرے رات کو بہت کم سوئے بلکہ نماز ادا کرتے اور تلاوت کرتے رہے

یوسف بن خلیل کہتے ہیں، یہ ثقہ، ثبت، دین دار اور مامون تھے ان کی تصانیف خوبصورت، دائمی روزہ دار، کثیر ایثار کرنے والے اور دن رات تین سو رکعت نوافل پڑھنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور بُرائی سے روکنے والے تھے

شیخ ضیاء کہتے ہیں، یہ بزرگ جمعہ کے دن نماز کے بعد جامع دمشق جمعرات کی رات حدیث پڑھاتے اس میں کثیر مخلوق جمع ہوتی، یہ تلاوت قرآن کرتے خود روتے اور لوگ بھی رو پڑتے حتی کہ جو شخص ان کی مجلس میں آجاتا تو وہ ان کی مجلس کو نہ چھوڑتا کیونکہ اس کا دل خوش اور شرح صدر مل جاتا اور فارغ

ہونے کے بعد کثیر دعا مانگتے۔

حافظ ضیاء بیان کرتے ہیں، ہمارے شیخ احمد بلا فائدہ اپنا کوئی وقت ضائع نہ کرتے، وہ نماز فجر پڑھتے، لوگوں کو قرآن پڑھاتے، بسا اوقات حدیث پڑھاتے ہم نے وہ احادیث یاد کیں ہیں جو انہوں نے ہمیں پڑھائیں، پھر وضو کرتے اور تین سو رکعت نوافل پڑھتے، ایک دفعہ فاتحہ اور معوذتین پڑھتے اور ظہر سے پہلے، پھر وہ ظہر تک کچھ وقت کے لیے آرام کرتے، پھر ظہر ادا کرتے، کام شروع کرتے، مغرب تک حدیث پڑھاتے یا لکھواتے، اگر روزہ رکھنا ہوتا تو افطار کرتے، ، غروب سے عشاء تک نوافل پڑھتے نصف لیل یا اس کے بعد تک سوتے، پھر قیام کرتے گویا کسی انسان نے انہیں بیدار کیا، کچھ نماز پڑھتے اور پھر وضو کرتے اور قرب فجر تک نماز پڑھتے بسا اوقات ایک رات میں سات آٹھ یا زیادہ دفعہ وضو کرتے ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:

ما تطیب لی الصلاۃ الا ما دامت اعضائی رطبۃ
میری نماز میں لذت اسی وقت تک ہوتی ہے جب تک میرے اعضاء تر رہیں۔

پھر کچھ وقت سوتے یہی ان کا ہمیشہ طریقہ تھا۔

حافظ ابن نجار کہتے ہیں، ان کا حافظہ خوب تھا وہ اہل اتقان وتجوید میں سے ہیں اور تمام فنون حدیثیہ کے ماہر، اس کے اُصول وقوانین کے ماہر اور صحیح وسقیم، غریب ومشکل، ناسخ ومنسوخ، غریب ومشکل، فقہ اور معانی اور ان کے راویوں کے اسماء اور ان کے احوال کے ضبط میں کامل تھے، کثرت کے ساتھ

عبادت کرنے والے، سنت کے ساتھ تمسک، سلف کے قانون کے مطابق رہنے والے تھے۔ان کے حالات "سیر اعلام النبلاء" (۲۱۔۴۴۳) پر ملاحظہ کیجئے۔

ذیل طبقات حنابلہ، ابن رجب حنبلی (۴،۵) بھی ملاحظہ کیجئے۔

میں ہر مصنف بلکہ ہر عقلمند سے یہ چاہتی ہوں کہ وہ ان اقوال اور ان شہادات علمیہ سے اس امام حافظ زکی ورع عابد، زاہد، صوفی سنی حنبلی کے بارے میں ہے کہ جو اتباع سنت اور اس کے ساتھ تمسک میں اس مقام تک پہنچے جب کوئی عقلمند اس مرتبہ پر غور کرے گا جو حافظ عبد الغنی کو حاصل ہے تو وہ اقرار کرے گا ان چیزوں کو جو ان کے تصرفات سے صادر ہوتے کہ وہ سنت کے مخالف نہ تھے چہ جائیکہ وہ شریعت کے مخالف ہوں اور یہ تصرف جو ان سے سنا ہے وہ حافظ ثقہ متقی حافظ ضیاء دمشقی کے بیان کردہ ہیں جو حافظ عبد الغنی کے شاگرد اور رشتہ دار ہیں ان کے الفاظ پڑھیے۔

حافظ، متقن، ثقہ، عادل ضیاء الدین دمشقی حنبلی کہتے ہیں، میں نے امام شیخ امام العلم حافظ ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی مقدسی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے کاندھے پر کوئی شے نکلی جو دمل کی طرح تھی وہ ٹھیک ہوتی پھر لوٹ آتی اور یہ طویل مدت رہی، میں اصبہان گیا اور بغداد لوٹا اور یہ تکلیف اس طرح رہی

فمضيت الى قبر الامام احمد بن محمد بن حنبل رضى الله عنه وارضاه، ومسحت به القبر فبرأ ولم يعد

میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی قبر پر گیا تو وہ جگہ میں نے ان کی قبر سے مس کی تو وہ ٹھیک ہوگئی اور کبھی وہ تکلیف نہ لوٹی۔

یہ حافظ ضیاء مقدسی کی مخطوط کتاب ''الحکایات المنثورة ''(ص:۱۱۲) جزء پانچ ہے جو حافظ ضیاء کی محررہ ہے اور مکتبہ ظاہریہ میں اب تک مخطوطہ کی شکل میں محفوظ ہے جسے دمشق میں مکتبہ اسد میں منتقل کیا گیا یہ قیمتی فائدہ جس کی طرف سفر کیا جائے ۔اسے محقق ادیب کمدانی نے لکھا جو کتاب ''تھذیب النفس للعلم ''از علامہ شیخ یوسف بن عبد الھادی حنبلی (ص:۸۳) پر ہے۔

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۲۱۔۴۷۴،۴۷۵) پر لکھتے ہیں ابن درباس قاضی دیار مصریہ امام یکتا صدر الدین ابو قاسم عبد الملک بن عیسیٰ شافعی ، طلب فقہ اور حدیث کے لیے خوب سفر کیے ان سے حافظ ذکی الدین منذری نے روایت لی۔

اور''التکملة''(۲۔۱۰۶۲) پر لکھا کہ خیر، جہاد اور طلب علم میں مشہور ہیں اور ان کے آثار سے مریض برکت حاصل کیا کرتے۔

امام ذہبی کہتے ہیں، یہ بزرگ علماء فضلاء میں سے ہیں اور ان کے رشتہ دار اور اولاد میں فضلاء اور راویوں کی ایک جماعت ہے ان کا سن وصال (۶۰۵ھ) ہے

امام ذہبی (۲۲۔۵) پر لکھتے ہیں، شیخ ابو عمر امام فقیہ مقری محدث البرکتہ شیخ الاسلام ابو عمر محمد بن احمد بن محمد جماعیلی حنبلی زاہد مدرسہ وقف کرنے والے ہیں جن کا سن ولادت ۵۲۸ھ ہے۔انہوں نے حدیث سنی ، لکھا اور پڑھا اور مقتدا بنے ، علماء عاملین اور اولیاء متقین میں سے ہیں حافظ ضیاء نے ان کی سیرت دو اجزا میں جمع کی جو کافی وشافی ہے اور لکھا کہ کوئی ایسی دعا نہیں جو اکثر طور پر انہیں یاد نہ ہو اس سے دعا کرتے اور ہر حدیث پر ان کا عمل تھا اور ہر نماز

انہوں نے ادا کی اور وہ لوگوں کو نصف شعبان میں سو رکعت پڑھاتے جبکہ وہ بوڑھے تھے اور اپنے بڑھاپے کے عالم میں بھی رات کا قیام ترک نہ کرتے، جب کچھ لوگ سفر میں ان کے ساتھی بنے تو وہ لوگ سو جاتے آپ ان کی حفاظت کرتے اور نماز پڑھتے رہتے۔

امام ذہبی لکھتے ہیں، یہ قدوہ، صالح، عابد، اللہ کی بارگاہ میں تواضع کرنے والے، ربانی، خاشع مخلص، عدیم النظیر، کبیر القدر کثیر الاوراد اور ذکر، مروت اور فتوت میں کثیر تھے ان کی صفات خوبصورت ہیں اور بہت کم ہی آنکھوں نے ان جیسا دیکھا۔

منقول ہے کہ بسا اوقات یہ تہجد پڑھتے اگر اُونگھ آتی تو اپنے پاؤں پر چھڑیاں مارتے یہاں تک کہ اُونگھ اُڑ جاتی، کثرت کے ساتھ روزہ رکھتے اور کوئی جنازہ ایسا نہیں کہ جو علم میں آئے اور اس میں شامل نہ ہوں اور ہر مریض کی یہ عیادت کرتے اور جہاد میں شرکت کرتے اور ہر رات نماز میں سبع ترتیل کے ساتھ پڑھتے اور دن کو بھی دو نمازوں کے درمیان سبعہ کی تلاوت کرتے، جب فجر کی نماز پڑھتے تو آیات حرس اور یٰسین، واقعہ اور تبارک سورۃ پڑھتے پھر دن کے خوب بلند ہونے تک قرآن وحدیث پڑھاتے پھر نماز چاشت پڑھتے اور اسے طویل ادا کرتے اور مغرب اور عشاء کے درمیان طویل نماز ادا کرتے ہر جمعہ کو نماز تسبیح پڑھتے اور اس میں طوالت سے کام لیتے اور جمعہ کے دن دو رکعت نوافل پڑھتے جن میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ احد'' سو دفعہ پڑھتے۔

ان کی اہلیہ اُم عبد الرحمٰن بیان کرتی ہیں کہ ان کے نوافل ہر دن ورات میں بہتر (۷۲) رکعتیں ہوتیں اور ان کے اذکار طویل اور عشاء کے بعد آیات حرس پڑھتے اور ان کے سونے جاگنے کے مقرر وظائف اور تسبیحات تھیں، غسل جمعہ ترک نہ کرتے، ''الخرقی'' اپنے حفظ سے لکھواتے اور انہیں فقہ، عربیت اور وراثت کی معرفت تھی، لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتے اور جو لوگ جماعت سے سفر کرتے اور اپنے اہل سے وہ دور ہوتے تو لوگ فیصلوں کے بارے میں ان کے پاس آتے وہ صلح کرواتے اور وہ صاحب ہیبت اور نفوس میں بڑے مؤثر تھے۔

حافظ ضیاء الدین نے ان کی کرامات اور مقبول دعاؤں کا ذکر کیا اور دو ایسی حکایات ذکر کیں کہ وہ آخری عمر میں قطب کے درجہ پر تھے۔

میں کہتی ہوں کہ یہ آخری جملہ ابو عمر شیخ کی سیرت سے ہے یہ عنوان حافظ ثقہ متقن ضیاء الدین مقدسی نے دیا جنہوں نے ان کے کامل حالات لکھے اور ہمارے لیے اس بارے میں ذہبی کا اس بارے میں قول شافی وکافی پسندیدہ ہے

یہ کتاب مطبوعہ اور حافظ ضیاء نے جو کچھ لکھا اس میں یہ ہے۔

ان کی بیوی اُم عبد الرحمٰن سے یہ حکایت کیا گیا کہ وہ ہر روز ہزار دفعہ ''قُلْ هُوَ اللهُ احد'' پڑھا کرتے، ہزار دفعہ ''سبحان الله وبحمده'' اور ہزار دفعہ ''سبحان الله العظيم'' اور ہزار دفعہ پڑھتے ''لا اله الا الله والله اكبر'' اور ہزار دفعہ ''لا اله الا الله الملك الحق المبين'' پڑھتے جب وہ گھر میں داخل

ہوتے تو پانچ دفعہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ احد'' پڑھتے اگر مریض نہ ہوتے تو چند رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھتے ورنہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ حافظ ضیاء لکھتے ہیں :

وکان یزور المقابر کل جمعة بعد العصر
عصر کے بعد ہر جمعہ کو قبور کی زیارت کرتے۔

اور ان کے ساتھ کوئی نہ کوئی زاد راہ جیسی کوئی چیز اور زمین کے پھلوں میں سے کوئی، چیزوں میں سے کوئی ہوتی اور وہ سنت فجر اور فرائض کے درمیان چالیس دفعہ پڑھتے ''یاحی یا قیوم لا الہ الا انت''

یہ تمام حافظ ضیاء نے ان کے اوراد میں سے کچھ (ص:۵۹۔۶۲) پر نقل کیا جو مطبوعہ استاذ محمد مطیع حافظ اور خط کشیدہ الفاظ مطبوعہ دار ابن حزم (ص:۳۳) اور تاریخ الاسلام ذہبی (ص:۲۶۸) میں ہے۔

حافظ ضیاء نے ان کے بارے میں کچھ ابواب نقل کیے :

پہلا باب :ان کی کُتب اور پیوند کی برکتوں کا ذکر

اس کے تحت انہوں نے ان کی موجودگی میں طعام کی برکتوں کا ذکر کیا اور ان کی دعاؤں کی برکتوں کا ذکر جو پیچھے (ص:۲۸) پر گزرا اور ان کی فراست اور غیبی چیزوں پر گفتگو اور کرامات پر لکھا۔ پھر ان کی صحیح اسانید کے ساتھ کرامات ذکر کیں۔

پھر حافظ ضیاء نے لکھا مذکور ہے کہ وہ قطب ابدال تھے میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ ہم جامع دمشق کے صحن میں ہیں اور ان کے

ساتھ ایک طویل سیاہ مرد ہے جن کی مشابہت عبد الرحمٰن بن غنم کے ساتھ ہے، میں بہت خوش ہوا گویا ہم آپ کے ساتھ ایک دعوت پر جا رہے ہیں ہم درج جیرون کی طرف نکلے اور آپ بھی اس درج میں اُترے پھر نبی کریم ﷺ کسی حاجت میں تشریف لے گئے اور میں لبادین قبلیہ کی طرف پہنچا آپ ﷺ چل رہے ہیں تو مجھے بتایا پھر میں نے دیکھا تو وہ شیخ ابو عمر ہیں اور یہ خواب ان کی حالت حیات میں ہے۔ میں نے بعض اپنے ساتھیوں سے یہ خواب بیان کی تو انہوں نے کہا کہ یہ اسی طرح ہے:

ان بعض الاولیاء من قبله علی	بعض اولیاء کا دل بعض انبیاء کے دل
قلب بعض الانبیاء	پر ہوتا ہے۔

میں نے شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن عتیق علی بن عامر کو سن ۶۰۴ھ میں سنا کہ میں آذربیجان کے شہروں میں سے مراغہ چھ یا ساڑھے چھ سال پہلے تھا تو میں نے ایک زاہد شخص دیکھا جنہیں ابوالحسن کہا جاتا تھا ان کے ہاں زاہدین کا ذکر ہوا تو فرمایا: شیخ ابو عمر قاسیون کے پہاڑ میں رہنے والے کی مثل سے بڑھ کر کوئی زاہد نہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ ان میں کیا فضل پایا جاتا ہے انہوں نے کہا کہ تم انہیں جانتے ہو تو کہا میں معرفت میں ان کے قریب ہوں تو بتایا کہ ہمیں شیخ ابوالفرج سرندیک سے یہ خبر پہنچی کہ شیخ ابو عمر ساڑھے چھ سال سے قطب ہیں تو میں مکہ گیا اور میں نے شیخ ربیع سے یہ بات کی تو فرمایا: وہ لوگوں میں اس چیز کے زیادہ حقدار ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ ربیع نے ان کا زہد اور ورع بیان کیا اور کہا کہ میں نے شیخ ابو محمد بن عبد الرزاق بن ہبۃ اللہ بن کتائب دمشقی سے سنا کہ صالحین میں سے ایک شخص نے کہا کہ شیخ ابو عمر قطابہ میں چھ سال رہے۔ پھر شیخ ضیاء نے پانچ خبریں بیان کیں، جس میں یہ بیان کیا کہ شیخ ابو عمر قطب ہو چکے تھے دیکھے "تاریخ اسلام الذہبی" حوادث سن ۶۰۷ھ (ص:۲۷۳، ۲۷۴) انہوں نے حافظ ضیاء سے ان کے قطب ہونے کے تصریح کی اور ان سے بہت ساری حکایات نقل کیں اور حافظ ضیاء نے (ص۸۱ طبع شیخ مطیع) ایک باب قائم کیا جس کا نام یہ ہے کہ مذکور ہے کہ وہ قبر میں زندہ ہیں اور ان کی موت کے بعد مردوں سے عذاب اُٹھادیا گیا ہے۔

پھر حافظ ضیاء لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابو عبد اللہ محمد بن طرخان بن ابو الحسن دمشقی اور ابو محمد مسعود بن ابو بکر مقدسی سے سنا کہ عبد الولی بن محمد بن طرخان نے ہمیں بیان کیا کہ وہ شیخ ابو عمر کی قبر کے پاس سورۃ البقرۃ کی تلاوت تنہا کرتے اور وہ اس ارشاد پر پہنچے:

بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ — ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ ادسر۔

(پ، البقرۃ:۶۸)

تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا:

لَا ذَلُوْلٌ — جس سے خدمت نہیں لی جاتی۔

یعنی میں نے غلط پڑھا تو شیخ ابو عمر نے قبر سے میری اصلاح کی، میں

ڈر گیا اور کانپ اُٹھا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ ان کے والد کی ان سے حکایات ہیں۔
ابو مسعود کہتے ہیں کہ مجھ پر شیخ چیخے اور مجھے جھڑکا۔ معنیٰ ایک ہی ہے اور یہ حکایت مشہور ہے۔

ان کے والد کا بیان ہے کہ اس کے بعد کچھ دن باقی رہے پھر فوت ہوئے

میں نے شیخ محمد بن حسین عراقی خادم شیخ علی سے سنا کہ شیخ علی کے ساتھ ہم شیخ ابوبکر کی قبر کے پاس گئے تو شیخ علی نے کہا کہ اس قبر میں صاحب قبر زندہ ہیں۔

میں نے علی بن ملاعب بن حراز عراقی مؤدب سے یہ سنا کہ میں قبر کے پاس تھا میں نے سورۃ الکہف آخر تک پڑھی میں نے قبر سے سنا کہ وہ پڑھ رہے تھے "لا الہ الا اللہ"۔

میں نے ابو محمد اسحاق بن خضر بن کامل سے سنا ان کا خاندان بیان کرتا اور وہ عزہ بنت احمد بن یونس ہیں انہوں نے خواب میں ایک عورت دیکھی جو فوت ہو گئی ہے تو گویا فوت ہونے والی نے نماز کو قطع کیا ہے میں نے اس کے حال کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھ پر بھاری لوہا ڈالا گیا۔ پھر شیخ ابو عمر کی موت کے بعد اس کی حالت پوچھی تو کہنے لگی بلاشبہ ہم سے عذاب اس زاہد آدمی کے سبب سے اتنا دور کر دیا گیا ہے جتنا آسمان دور ہے میں نے پوچھا کون شخص ہے؟ فرمایا: شیخ ابو عمر ہیں۔

امام ذہبی نے پہلی دونوں حکایات "تاریخ الاسلام" (ص:۲۷۶) پر لکھیں
جہاں تک تعلق ہے حافظ ضیاء کے احوال شیخ ابو عمر کی کتاب کا تو کئی

لوگوں نے اسے حفاظ محدثین سے پڑھا اور اول کتاب میں بہت ساری نقول گزر چکی ہیں (دیکھئے ص:۲۸)

امام ذہبی رحمہ اللہ (۲۲۔۴۷،۴۹) پر لکھتے ہیں، شیخ امام عالم، زاہد قدوہ فقیہ، برکت الوقت عماد الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الواحد مقدسی جماعیلی جو قاسیوں کے علاقہ میں مقیم تھے اور عبدالغنی حافظ کے بھائی ان کا سن ولادت ۵۴۳ھ ہے۔حافظ ضیاء لکھتے ہیں کہ وہ شہر کی جامع میں فجر سے عشاء تک رہتے اور وہاں سے حاجت کے سوا نہ نکلتے قرآن اور علم پڑھتے جب وہ فارغ ہوتے تو نماز میں مشغول ہوجاتے۔

میں نے شیخ موفق الدین سے ان کے بارے میں پوچھاتو فرمایا، یہ ہمارے اصحاب میں سے منتخب نفع میں عظیم اور ورع میں اشد ہیں اور یہ زیادہ تعلیم پر ہی توجہ دیتے ہیں، سنت کی طرف داعی وہ دمشق میں کافی عرصہ رہے فقراء کو تعلیم وقرأت پڑھاتے رہے انہیں کھانا پیش کرتے اوران سے تواضع سے پیش آتے لوگوں میں سب سے زیادہ تواضع کرنے والے اور اپنے نفس کو حقیر جاننے والے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے اور میں نے ان سے بڑھ کر شدید خوف والانہیں دیکھا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور التجائیں کثیر کرتے سجود اور رکوع طویل کرتے اوران کی کثیر کرامات نقل کیں۔

حافظ ضیاء نے لکھا کہ خشوع وخضوع اختیار کرتے دس دس تسبیحات پڑھتے تھے اور بسا اوقات ایک دن ورات میں کئی نمازیں پڑھتے ایک دن روزہ

رکھتے ایک دن افطار کرتے ، جب کوئی دعا کرتا تو دل اس کی قبولیت کی دعوت دیتا تو ان میں اخلاص اور عاجزی زیادہ تھی اور بدھ کے روز باب الصغیر میں شہداء کی قبروں پر جاتے اور دعا کرتے اور طویل وقت اس کو جاری رکھتے جب کسی مسئلہ میں فتویٰ دیتے تو کثیر طور پر احتیاط سے کام لیتے۔

حافظ ضیاء کہتے ہیں، ان کا زہد اتنا تھا میں نہیں جانتا کہ انہوں نے امر دنیا میں کسی شے میں اپنے آپ کو داخل کیا ہو نہ اس کے وہ درپے ہوتے نہ اس میں وہ سبقت کرنے کی کوشش کرتے اور نہ ہی وہ سلطان اور والی کے پاس جاتے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں قوی اور بدن میں کمزور تھے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں کوئی ملامت رکاوٹ نہیں بنتی تھی نیکی کا حکم دیتے اور جسے بھی نماز غلط ادا کرتے ہوئے دیکھتے اسے نماز کی صحیح تعلیم دیتے۔

شیخ ضیاء کہتے ہیں ، مجھے شیخ مقری عبد اللہ بن حسن ہکاری نے حران میں بتایا کہ میں نے خواب میں کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عماد ابدال ہے اور میں نے یہ بات پانچ راتیں دیکھی۔

میں کہتی ہوں خط کشیدہ الفاظ ''ذیل طبقات الحنابلہ لابن رجب'' سے ہیں۔

ابن رجب نے (۲۔۱۰۰) پر ذکر کیا کہ حافظ ضیاء نے لکھا کہ ان کی جملہ کرامات میں سے دلوں کے رازوں اور مغیبات پر گفتگو کرنا ، پھر ابن رجب نے کچھ کا ذکر کیا۔

پھر (۲۔۱۰۴) میں حافظ ضیاء سے نقل کیا کہ جب میں ان کے جنازہ

کے لیے جامع سے نکلا تو خلق کثیر کا اجتماع تھا تو میں نے جامع مسجد کو کثیر مخلوق کی وجہ سے جمعہ کا دن پایا ان کا جنازہ جامع کے قبلہ کی طرف رکھا گیا تو ہمارے امام موفق الدین ابن قدامہ نے نماز پڑھی معتمد بادشاہ لوگوں کو ان سے دور ہٹا رہا تھا ورنہ کثیر لوگ ان سے برکت پاتے ہوئے ان کے کفن کو پھاڑ ڈالتے۔

اس گفتگو میں مزید بھی واقعات ہیں اسے ملاحظہ کیجئے۔

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۲۲۔۱۳۹،۱۴۰) پر لکھتے ہیں خوارزم شاہ سلطان کبیر علاء الدین خوارزم شاہ محمد ابن سلطان خوارزم شاہ خوارزمی ہیں۔

عذر الدین علی بن اثیر"الکامل" (۱۲۔۳۷۱) پر لکھتے ہیں وہ پریشانیوں میں صبر کرنے والے اور ہمیشہ صبر کرنے والے ہیں زائد نعمتوں میں اور نہ ہی لذتوں میں تھے۔فاضل عالم فقہ الاصول تھے علماء کی تعظیم کرتے، مناظرے پسند کرتے، اہل دین سے برکت حاصل کرتے، حجرہ نبویہ کے خادم نے مجھے بتایا یہ میرے پاس آئے، مجھے گلے لگا لیا اور میرے ساتھ چلے اور فرمایا

انت تخدم حجرة النبی ﷺ ؟ تم حجرہ نبوی کی خدمت کرتے ہو؟

قلت: نعم، فاخذ یدی وامرها علی وجهه واعطانی جملة میں نے کہا ہاں تو میرا ہاتھ پکڑا انہوں نے اپنے چہرے پر ملا اور نذرانہ پیش کیا۔

امام ذہبی (۲۲۔۱۵۶،۱۵۷) کہتے ہیں ابن راجح شیخ امام عالم فقیہ المناظر شہاب الدین ابو عبد اللہ محمد بن خلف مقدسی حنبلی سن تقریباً ۵۵۰ھ میں

پیدا ہوئے ۔حافظ ضیاء کہتے ہیں، یہ علم النظر میں اپنے زمانے میں یکتا تھے اور یہ مخالفین کو خاموش کروا دیتے اور احناف سے مناظرہ کرتے اور ان سے اذیت پاتے ان کے شیخ ابن منی ہیں انہوں نے انہیں خرقہ پہنایا پھر یہ بیمار ہو گئے اور ان کا جسم زرد پڑ گیا حتی کہ مشہور ہو گیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے اور وہ خیر، نماز میں کثیر اور سلیم الصدر تھے میں نے جماعیل میں دیکھا کہ لوگ ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کی ولایت وکمالات میں شک نہیں رکھتے ۔

میں نے امام عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالجبار کو کہتے ہوئے سنا مجھے جماعیل میں سے ایک جماعت نے بیان کیا ان میں میرے ماموں عمر بن اذر بھی ہیں کہ جماعیل میں فتنہ اور لڑائی ہوئی تو وہ ایک دوسرے کو تلواریں لے کر مارنے لگے تو ہمارے پاس شیخ ابن راجح تھے تو لوگ کہتے ہیں کہ وہ سجدہ میں پڑے اور دعا کی لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو تلواریں ماریں تو انہوں نے کوئی شے نہ کاٹی

عمر بیان کرتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا اور اس کے پاؤں پر تلواریں ماریں حالانکہ وہ مشہور تلوار تھی لیکن اس نے کوئی شے نہ کاٹی تو لوگوں نے سارا کچھ ان کی دعا کی برکت سے محسوس کیا۔

عمر بن حاجب اپنی معجم میں لکھتے ہیں کہ یہ امام محدث فقیہ، عابد، دائم الذکر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت والے کی پرواہ نہ کرتے ۔ صاحب النوادر وحکایات ہیں ان کے ہاں طہارت میں بڑا وسوسہ ہوتا، جمعہ کے بعد وہ زبانی حدیث بیان کرتے ان کے دشمن ان کے فضل پر گواہی دیتے ۔

امام منذری لکھتے ہیں ، یہ کثیر المحفوظ عبادات میں عفت اور اچھے اخلاق والے تھے ۔

میں کہتی ہوں ، ابو مظفر سبط ابن جوزی نے لکھا کہ یہ زاہد ، عابد ، صاحب ورع تھے متعدد فنون علم میں کامل سلیم الصدر اور ابدال تھے ۔

(ذیل لابن رجب :۳،۱۲۴)

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۲۲_۱۶۱) پر ابن حمامی کے بارے میں لکھتے ہیں ، امام محدث ، متقن ، واعظ ، صالح ، تقی الدین ابو جعفر اور ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن ابراہیم ہمذانی ، ولادت ۵۴۸ھ ہے اور سن ۵۲ میں ابی الوقت سے حدیث لی اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی اور یہ ہمذان میں ، اپنے وقت کے عظیم اور کبیر محدث تھے ۔

ابن نجار لکھتے ہیں ، میں ان کی املاء حدیث کی مجلس میں حاضر ہوا اور انہیں قبولیت تامہ اور مشہور شہرت حاصل تھی اور لوگ ان سے برکت پاتے ۔

اور لکھا کہ یہ حدیث اور اس کے حفاظ کے امام ہیں انہیں حدیث کی فقہ لغت ، رجال کی معرفت تھی اور یہ فصیح و بلیغ ، شریں گفتگو اور عمدہ الفاظ والے تھے اس کے ساتھ ساتھ ان میں عبادت زہد پایا جاتا ، یہ نیکی کا حکم دینے والے ، سنت کے معاون ، متواضع محبت کرنے والے سخی جواد تھے ۔

تاریوں نے جمادی الاخریٰ اٹھارہ میں ہمذان پر غلبہ پایا تو یہ ان کے قتال کے لیے اپنے بیٹے عبید اللہ کے ساتھ نکلے تو دونوں شہید ہوئے ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۲۲_۳۷۳،۳۷۷) پر سہروردی کے بارے میں

لکھتے ہیں شیخ امام، عالم، قدوہ، زاہد، عارف، محدث، شیخ الاسلام صوفیاء میں سے ایک شہاب الدین ابو حفص اور ابو عبد اللہ عمر بن محمد بن عبد اللہ قرشی تیمی بکری سہروردی صوفی پھر بغدادی ہیں ان کی ولادت ۵۳۹ھ میں ہوئی۔

ابن نجار لکھتے ہیں، شہاب الدین اپنے وقت میں علم الحقیقت کے شیخ ہیں اور ان کی طرف مریدین کی تربیت مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور چلانے کی سربراہی ختم ہوئی ہے اپنے چچا کی صحبت میں رہے اور ریاضات مناجات کا راستہ اپنایا، فقہ، علم اخلاق اور عربیت پڑھا، حدیث پڑھی پھر خلوت ذکر اور روزہ میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ عمر کے بڑے ہونے کے وقت ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ لوگوں کے سامنے آئیں اور ان سے گفتگو کریں

انہوں نے اپنے چچا کے مدرسے میں مجلس وعظ منعقد کی تو وہ ایسا بغیر تکلف کے مفید کلام کیا کرتے، خلق عظیم ان کے پاس جمع ہوتی اور انہیں خاص وعام میں مقبولیت نصیب ہوئی اور ان کا نام مشہور ہوا اور زمین کے گوشوں سے لوگ ان کی زیارت کو آتے:

وظهرت بركات انفاسه على خلق من العصاة فتابوا	اور کثیر گناہ گار لوگوں پر ان کی برکات ظاہر ہوئیں اور انہوں نے توبہ کی۔

ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوق کا اتصال ہوا اور ان کے ساتھی ستاروں کی طرح بنے اور انہوں نے کئی دفعہ شام کی طرف نمائندہ بھیجا اور خوارزم شاہ بادشاہ کی طرف اور انہوں نے ایسا منصب اور عزت پائی کہ کسی نے نہیں

دیکھی پھر انہوں نے خانقاہ ناصری، رباط مامونیتی اور رباط بسطامی بنوائی، پھر وہ تکلیف میں مبتلا ہوئے، اپاہج ہوئے اس کے باوجود ان کے اوراد وظائف اور دوام ذکر میں کوئی کمی نہ آئی اور جمعہ کو مزدلفہ میں حاضر ہوئے، حج کرنے لگے یہاں تک سو سے زائد پر پہنچے تو فوت ہوئے۔

ابن نجار لکھتے ہیں کہ ان میں کامل مروت اور خودداری تھی مال کی کوئی قدر نہیں تھی انہیں ہزاروں ملتے لیکن وہ جمع نہ کرتے جب فوت ہوئے تو پیچھے کفن تک نہ تھا ان کے اخلاق بڑے عمدہ اور متواضع تھے اور اوصاف جمیلہ میں کامل تھے۔میں نے ان سے کثیر پڑھا ہے اور ان کی صحبت میں کئی مدت رہا ہوں بڑے سچے اور جید عالم تھے، تصوف پر کتاب لکھی اور اس میں صوفیاء کے احوال بیان کیے اور کئی دفعہ انہوں نے پڑھائی اور اس سے مراد "عوارف المعارف" ہے

ابن نجار کہتے ہیں آخری عمر میں انہوں نے فلاسفہ کے رد میں ایک کتاب لکھوائی اور یہ ذکر کیا کہ وہ بغداد میں محدث ابوالوقت کی وفات کے بعد آئے۔

ابن نقطہ لکھتے ہیں کہ یہ اپنے وقت میں عراق کے شیخ ہیں، صاحب مجاہدہ ایثار اچھے اخلاق والے، تام مروت والے اور بڑی عمر پانے کے باوجود وظائف کے پابند رہے۔

پھر حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ مجھے خرقہ تصوف ہمارے شیخ محدث زاہد ضیاء الدین عیسیٰ بن یحییٰ انصاری نے قاہرہ میں پہنایا اور کہا کہ مجھے شیخ شہاب الدین سہروردی نے مکہ میں اپنے چچا شیخ ابونجیب کی طرف سے پہنایا تھا۔

میں کہتی ہوں اللہ تعالیٰ جزا دے حافظ ناقد حجت ذہبی کو کہ وہ احوال روحانیہ کا اتنا اہتمام کرتے کہ انہوں نے اولیاء، صلحاء اہل اللہ کو غنیمت جانا اور ان سے تصوف کا خرقہ بطور تبرک پہنا تا کہ ان کے ساتھ ان کا اتصال رہے اور ان کی برکات سے ہمیشہ مفید رہیں۔

اپنے شیخ ضیاء عیسیٰ انصاری سے خرقہ کے پہننے کا ذکر انہوں نے اپنی "معجم الشیوخ" (۲-۸۷رقم:۵۹۷) پر کیا اور لکھا کہ عیسیٰ بن یحییٰ بن احمد بن محمد بن مسعود محدث عالم معمر بزرگ ضیاء الدین ابو ہدی انصاری سبتی شافعی صوفی ہیں انہوں نے حدیث پڑھی اور ابوقاسم صفراوی یوسف بن مخیلی اور عبدالرحیم بن طفیل اور ابوعلی بن دباغ اور ابوالحسن بن مقیر اور متعدد سے پڑھا۔

وہاں اس چیز کا ذکر نہیں کیا کہ یہ خرقہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے مکہ میں سن ۶۲۷ھ میں پہنایا تھا تو میں نے بھی اسی کو پہنا۔

اہم نوٹ

محشی "معجم الشیوخ للذہبی" نے لفظ "ذکر" ذال پر ضمہ ڈالا تا کہ مجہول کا صیغہ بن جائے لیکن یہ ضبط غلط ہے درست ذال پر فتحہ ہے یعنی معروف لفظ کیونکہ ضیاء انصاری نے یہ تصریح کی کہ انہوں نے خرقہ شہاب الدین سہروردی سے پہنا جیسے کہ ذہبی نے "السیر" میں لکھا اور ثقہ جب ایسی بات کہے تو اسے حقیقت و جزم پر محمول کیا جاتا ہے نہ کہ کمزوری اور تمریض پر۔

فائدہ

خرقہ پہننے کے بارے میں اسانید موجود ہیں کچھ صحیح اور کچھ ضعیف اور کچھ موضوع ہیں۔

حافظ ذہبی (۲۳۔۱۵۔۱۷) ابن لتی کے بارے میں لکھتے ہیں شیخ صالح مسند معمر مسافر وقت ابو منجی عبداللہ بن عمر بن علی بغدادی ولادت ۵۴۵ھ انہوں نے اپنے چچا ابوقسم سعید بن احمد بن بناء سے ۵۴۹ھ میں حدیث پڑھی جبکہ ان کی عمر چار سال تھی اور انہوں نے ابی وقت سجزی سے کُتب حدیث پڑھیں مثلاً دارمی، منتخب مسند عبد اور دیگر اور ان سے کثیر خلائق نے حدیث لی۔ میں نے تقریباً ان کے اسی شاگردوں سے سنا کہ وہ شیخ صالح مبارک اور علم سے مالامال تھے۔

شیخ ابن نجار کہتے ہیں کہ ان کا سماع صحیح ہے اور ابن نقطہ نے بھی کہا کہ ان کا سماع صحیح ہے۔

امام ذہبی (۲۳۔۲۹) پر ابن الباجی کے بارے میں لکھتے ہیں علامہ قدوہ، قاضی جماعۃ ابو مروان محمد بن احمد بن عبد الملک لخمی باجی ثم اشبیلی مالکی مشہور بڑے خاندان سے ہیں کافی مدت اشبیلہ کے خطیب رہے، فیصلوں میں عادل، حسن تلاوت اور حدیث تیزی کے ساتھ بیان کرنے والے تھے اور انہیں معرفت حدیث حاصل تھی، ۶۳۵ھ میں ان کا وصال ہوا ان کے ماننے والے کثیر لوگ تھے جو ان سے برکت حاصل کرتے اور انہوں نے ان کی قبر پر ایک ہی دن میں قبہ بنایا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۲۳۔۳۱۲) میں مرسی کے بارے میں لکھتے ہیں امام

علامہ، فاضل ،ورع، قدوہ ،مفسر ،محدث ،نحوی ، صاحب فنون شرف الدین ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد سلمی مرسی اندلسی مرسیہ میں ۵۷۰ھ کے ابتدا میں پیدا ہوئے ،لکھا پڑھا ، کثیر قیمتی کُتب جمع کیں جب بھی انہیں کچھ حاصل ہوتا تو اسے کتابوں کی خریداری میں خرچ کرتے اور وہ علم سے مالا مال تھے ان کا فہم خوبصورت اور بڑے قوی دیانت دار تھے ،سنن کبیر للبیھقی ، کئی دفعہ انہوں نے منصور سے پڑھی ۔ابن نجار کہتے ہیں وہ ۶۰۵ھ میں طالب علم بنے کثیر احادیث لیں اور فقہ اور اُصول پڑھا۔

شیخ ذہبی کہتے ہیں کہ ان سے اربلی ذہبی نے تمام سنن کبیر ۶۳۲ھ میں پڑھی ،ابن نجار کہتے ہیں کہ یہ ان ائمہ سے ہیں جوفنون علوم کے ماہر تھے اور ان کے لیے فہم ثاقب اور معانی میں تدقیق حاصل تھی اور ان کی کئی تصانیف ، نظم ونثر میں موجود ہیں آگے چل کر لکھا کہ وہ زاہد ،صاحب ورع ، کثیر العبادت درویش غیر شادی شدہ ، عفیف اور صاحب طہارت تھے ، قلیل میل جول رکھتے ، اوقات کے محافظ ، اچھے اخلاق والے ، شفیق محبت کرنے والے ہیں میں نے ان کی مثل کوئی فن میں نہیں دیکھا۔

شیخ ابن حاجب کہتے ہیں ،میں نے ضیاء سے مرسی کے بارے میں پوچھا تو کہا وہ فقیہ مناظر نحوی اہلسنت میں سے ہیں ہمارے ساتھ کئی سفر انہوں نے کیے اور ہم نے ان میں خیر ہی دیکھی ۔

ابو شامہ لکھتے ہیں کہ وہ مختلف صاحب فنون ، محقق ، کثرت کے ساتھ حج

کرنے والے، اُمور میں اعتدال اختیار کرنے والے، زیادہ کُتب حاصل کرنے والے اور انہیں شہروں میں قبولیت بھی عطا کی گئی۔

شیخ یاقوت نے "معجم الادباء" (۱۸۔۲۰۹۔۲۱۳) پر لکھا کہ وہ ہمارے دور کے ایک بڑے ادیب ہیں انہوں نے زمخشری کی "مفصل" پر گفتگو کی اور ستر مقامات پر گرفت کی، ہر وقت ان کے لیے دوست اور ہر حسن سے ان کو حصہ ملا تھا اور وہ بڑے صاحب دبدبہ خاندان کے فرد تھے، عبادت وانقطاع کو لازم رکھا اور ان کو علوم میں کثیر حصہ حاصل تھا اور وہ ان میں سے ہر ایک میں عقل، صائب اور ذہن ثاقب سے گفتگو کرتے، قرآن، فقہ، نحو، اُصول پڑھتے اور ان کے فن میں ان کی مثل اندلس میں کوئی نہ تھا انہوں نے علم تفسیر اور علوم صوفیاء کو خوب پھیلایا کہ اگر آیت میں ہزار احتمالات بھی ہیں تو وہ اسے بیان کرتے اور کہتے کہ میں نے جو بھی شے سنی اس کو یاد و محفوظ کر لیا۔

شیخ یاقوت کہتے ہیں، مجھے شرف الدین مرسی نے بیان کیا کہ میں نے جوانی میں قرآن حفظ کیا اور کچھ کُتب ان میں غزالی کی "احیاء علوم الدین" بھی ہے میں نے تلمسان کی طرف سفر کیا تو میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو چھوٹے قد کا ہے اور اس کی لمبائی محض ایک گز ہے اور وہ زنبیل اُٹھائے تھا اور مچھلی کو اُجرت پر اُٹھا رہا تھا کسی نے اسے نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا جب میں نے اسے دیکھا تو اس نے نماز چھوڑ دی اور کھیل میں مشغول ہو گیا پھر عید آئی تو میں نے اسے عید گاہ میں دیکھا تو میں نے اسے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو اور کھانا کھاؤ تو وہ

میری طرف آ گیا اور کہا کہ میں تجھے پہلے کہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ آ، میں اس کے ساتھ مقابر میں گیا ایک پڑوسی نے کھانا دیا جو عیدوں کے موقع پر کھایا جاتا ہے، میں نے تعجب کیا اور کھایا پھر اس نے مجھے اپنے احوال بتانے شروع کیے گویا وہ میرے ساتھ ہی رہا ہے، جب میں نماز پڑھتا تھا تو مجھے خیال آتا تھا کہ میرے قدموں کے نیچے نور ہے تو اس نے کہا کہ تو متکبر ہے کہ تو اپنے نفس کو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ ایسے نہیں یہاںتک کہ تو کوئی علوم پڑھے میں نے کہا کہ مجھے روایات کے ساتھ قرآن یاد ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں، حتی کہ تو اس کی حقیقت تاویل کو جان لے، میں نے کہا، مجھے سکھاؤ تو کہا کہ کل ہی میرے ساتھ مساکین کے ساتھ آؤ میں صبح گیا تو مجھے تنہائی میں الگ لے گئے پھر قرآن کی ایسی تفسیر بیان کرنے لگے جو عجیب تفسیر تھی اور ہوش اُڑا دینے والی تھی ۔ایسے معانی بیان کیے کہ مجھ پر غالب آئے اور میں نے چاہا کہ وہ چیز میں لکھ لوں جو تم بیان کر رہے ہو تو کہنے لگے میری عمر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا، تقریباً ستر سال ، کہا بلکہ ایک سو دس سال ، میں نے چالیس سال علم پڑھا ، پھر میں نے پڑھنا چھوڑ دیا ، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں دین میں سمجھ عطا کرے تو جب بھی کوئی چیز مجھ پر وارد ہوتی ہے اسے یاد کر لیتا اور بتایا کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ ان کی برکت کی وجہ سے ہے اور انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ آج زمین کے قطب ابن اشقر ہیں اور اگر وہ مجھ سے پہلے فوت ہو گئے تو میں قطب بن جاؤں گا ۔امام ذہبی کہتے ہیں ، یہ معارف کا سمندر تھے ۔

شریف نے ''الوفیات'' میں لکھا کہ یہ جید علماء متعدد معارف کے مالک اور ان کی مشہور مفید تصانیف ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۳) پر باخرزی کے بارے میں لکھتے ہیں، امام قدوہ شیخ خراساں سیف الدین ابو معالی سعید بن مطہر بن سعید مقیم بخارا جو امام محدث صاحب ورع، زاہد تقی اثری تھے زمانہ سے منقطع اور ان کا دور دور چرچا تھا اور دلوں پر اثرات اور نفوس پر ہیبت اور شیخ نجم الدین خیوقی کی صحبت میں رہے۔ابن فوطی لکھتے ہیں یہ محدث حافظ زاہد واعظ شیخ عارف متقی اور فصیح اور ان کے کلمات موتیوں کی طرح تھے۔

شیخ نسفی کہتے ہیں یہ اُصول وفروع میں حدیث کے تابع اور ان کا علم وفضل گہرے سمندر کی طرح علم حقیقت میں یہ اوائل و اواخر کے فخر اور انہیں جلالت ووجاہت حاصل ہے ان کا مسلمانوں اور کفار کے درمیان خوب چرچا تھا اور ان کی محنت سے علم حدیث ماوراء النہر اور ترکستان میں پھیلا جب تاریوں نے بخارا وغیرہ کو برباد وتبدیل کیا تو شیخ نجم الدین کبری نے اپنے ساتھیوں کو خوارزم سے خراسان کی طرف نکلنے کا حکم دیا ان میں سے سعدالدین بھی تھے اور باخرزی اور سعد الدین کے درمیان بھائی چارہ پیدا کیا،باخرزی کا خوف کفار کے قلوب میں واقع ہوا کسی نے ان کی مخالفت نہ کی اور ان کے ہاتھ پر ایک جماعت مسلمان ہوئی،اور خرتنک میں امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کی وہاں نیا قبہ تعمیر کروایا اور ان پر چادریں اور قندیل چڑھائی اور ملکہ بنت ازبک بن بہلوان

صاحب اذربیجان نے وہ دانت مبارک جو اُحد کے دن حضور ﷺ کے شہید ہوئے تھے پیش کیا، شیخ باخرزی رحمہ اللہ کا وصال ۶۵۹ھ میں ہوا اور یہ وصیت کی کہ ان کے کفن میں ان کے شیخ نجم آیکری کا خرقہ رکھا جائے اور ان کے جنازہ کے آگے اُونچا پڑھا نہ جائے اور نہ ہی ان پر نوحہ کیا جائے۔

میں کہتی ہوں شیخ خیوقی کے بارے میں ذہبی نے (۲۲_۱۱۱) پر لکھا شیخ امام علامہ قدوہ محدث شہید شیخ خراسان نجم الکبراء جنہیں نجم الدین کبریٰ کہا جاتا ہے شیخ ابو جناب احمد بن عمر بن محمد خوارزمی خیوقی صوفی طلب حدیث میں بڑے سفر کیے، حدیث کا اہتمام کیا۔ابن نقطہ کہتے ہیں، یہ سنت میں امام اور مسلکاً شافعی ہیں

عمر بن حاجب کہتے ہیں، شہروں کے سفر کیے، حدیث پڑھی خوارزم کو وطن بنایا اور اس علاقہ کے شیخ ٹھہرے، صاحب حدیث وسنت ہیں اور مسافروں کے لیے ملجا عظیم المرتبت اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت والے کی پرواہ نہ کرتے اور تتاریوں کی جنگ میں ۶۱۸ھ میں شہید ہوئے۔

نبی کریم ﷺ سے شفاعت حاصل کرنا

امام ذہبی رحمہ اللہ (۲۳_۳۷۶) پر لکھتے ہیں، سلطان ناصر صلاح الدین ابو مفاخر داؤد بن سلطان ملک معظم عیسیٰ بن عادل دمشق میں ۶۰۳ھ میں پیدا ہوئے فقیہ، حنفی، ذکی، ادیب، شاعر، عمدہ نظم والے تھے اور متعدد علوم کے ماہر پھر ان کی آزمائش اور حاجت کا ذکر کیا پھر لکھا کہ وہ سن ۵۳ میں بغداد کی طرف گئے تا کہ وہ اپنی ودیعت کا مطالبہ کریں تو ان کا بغداد کی طرف جانا ممکن نہ ہوا تو وہ مشہد میں

اُترے ،حج کیا اور نبی کریم ﷺ سے عمدہ قصیدہ کے ساتھ شفاعت طلب کی پھر وہ دمشق میں بیمار ہو گئے اپنے والد کے پاس معظمیہ میں دفن کیے گئے۔

موضوع کے متعلق عجائبات

شیخ ذہبی رحمہ اللہ (۱۷۔۲۸،۳۷،۳۸) پر ابن مندہ کے بارے میں لکھتے ہیں ، امام حافظ مسافر محدث اسلام ابو عبد اللہ محمد بن سہراب اصبہانی پھر ذہبی لکھتے ہیں یہ حکایت ہم تعجب کے لیے لکھ رہے ہیں حسین بن عبد الملک نے مجھے ابو جعفر ہمذانی رئیس حجاج خراسان سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے جاروب کش سے پوچھا جن کی عمر ایک سو بیس سال تھی انہوں نے بتایا کہ ایک دن ایک آدمی میں نے دیکھا جس پر سفید لباس تھا وہ ظہر کے وقت حرم میں داخل ہوا اور قبر انور کی دیوار پھٹ گئی وہ اس میں داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں سیاہی، کاغذ اور قلم تھا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں وہ ٹھہرے پھر دیوار پھٹی اور نکلے میں نے ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا:

بحق معبودك من انت — تیرے معبود کی قسم تم کون ہو؟

انہوں نے بتایا:

انا ابو عبد الله ابن منده اشكل علی حدیث فجئت فسالت رسول الله ﷺ فاجابنی-وارجع

میں ابو عبد اللہ ابن مندہ ہوں مجھ پر ایک حدیث مشکل ہو گئی میں حاضر ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے جواب عنایت کیا اور میں لوٹ رہا ہوں

اس کی سند منقطع ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۹۔۵۴،۵۶) پر لکھتے ہیں ملک شاہ سلطانی کبیر جلال الدین دولہ ابوالفتح ملکشاہ بن سلطان الب ارسلان سلجوقی ترکی یہ بڑی اعلیٰ سیرت والے تھے۔ایک دفعہ عراق کی طرف عذیب کی جگہ گئے جو قادسیہ اور مغیثہ کے درمیان پانی ہے انہوں نے کثیر شکار کیا اور وہاں وحشیوں کے سینگوں اور کھروں سے منارہ بنایا وہاں ٹھہرا اور حاجیوں میں غوروفکر کرتا رہا، نرم دل ہوا نیچے اُترا، سجدہ کیا پیشانی زمین پر لگائی اور رودیا اور عرض کیا کہ میرا اسلام رسول اللہ ﷺ کو پہنچاؤ اور عرض کرو کہ ابوالفتح بگھوڑا گناہ گار غلام خادم کہہ رہا ہے اے اللہ کے نبی ! کاش میں ان لوگوں سے ہوتا جو اس بارگاہ کے لائق ہوتے تو تمام لوگ رو پڑے اور انہوں نے اس کے لیے دعا کی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (۷۔۱۶) پر شیخ الاسلام امام الحفاظ سید العلماء عالمین اپنے زمانہ کے ہیں ابن وہب کہتے ہیں میں نے ثوری کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر انہوں نے سجدہ کیا اور سر نہ اُٹھایا یہانتک کہ عشاء کی آذان ہوگئی۔

شیخ عارم کہتے ہیں، میں ابومنصوبات سفیان کے پاس اس گھر میں آیا یہاں میرے بیٹے کا بلبل گم ہوا تھا، میں نے کہا، کاش اسے چھوڑ دے وہ میرے بیٹے کا ہے.اور میں اسے تجھے ہبہ کرتا ہوں، اس نے کہانہیں اس نے اسے پکڑ کر پھر اسے چھوڑ دیا جب سفیان فوت ہوئے تو ان کے جنازے میں لوگ شریک ہوئے کہ رات تک لوگ قبر کے پاس آتے رہے۔

میں کہتی ہوں ،سفیان ثوری کی خبریں مسلمان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں (دیکھئے ''السیر'' ۶_۲۲۹،۲۸۰_ ''ذیل'' ا_۵۵،۱۲۶ ''حلیة الاولیاء'' ۶_۳۵۶، ۷_۴۴،۱۵۱،۱۷۴)

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں امام لغت ابو العباس عیسٰی بن محمد تاریخ کے ماہر ہیں بڑے رئیس عمدہ اور کثیر الفضائل ہیں۔

امام حاکم کہتے ہیں ہمیں ہمارے والد نے بتایا کہ انہوں نے شیخ طہمانی سے سنا کہ میں نے خوارزم میں ایک ایسی خاتون دیکھی نہ کھاتی نہ پیتی اور نہ رفع حاجت کرتی ، ان کے بیٹے بتاتے ہیں ان کے والد صالح محمد بن عیسٰی صفر ۲۹۳ھ میں فوت ہوئے ۔یحیٰی عنبری کہتے ہیں میں نے شیخ طہمانی سے اس خاتون کی حالت یوں سنی جو نہ کھاتی تھی نہ پیتی کہ انہوں نے اسے دیکھا اور وہ اس طرح بیس سال زندہ رہی ۔امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ ''تاریخ الاسلام'' میں بیان کیا اور وہ رحمت بنت ابراہیم ہیں ان کے شوہر قتل کیے گئے اور دو بچے رہ گئے یہ مسکین عورت تھی جب سوئی تو اس نے اپنے خاوند کو شہداء کے ساتھ دیکھا کہ وہ دسترخوان پر کھا رہا ہے اور یہ عورت روزے کی حالت میں تھی کہتی ہیں کہ میں نے ان سے اذن طلب کیا انہوں نے مجھے ایک ٹکڑا دیا جو میں نے کھایا میں نے اسے ہر شے سے بڑھ کر خوشبودار پایا اور میں اُٹھی تو سیر ہوئی تھی اور پھر ہمیشہ میں سیر ہی رہی ۔حافظ ذہبی کہتے ہیں یہ حکایت صحیح ہے اللہ سبحانہ کی ذات ہر شے پر قادر ہے۔

شیخ عزالدین فاروثی بیان کرتے ہیں کہ چھ سو سال کے بعد ایک آدمی عراق میں تھا تو وہ کئی سال زندہ رہا لیکن اس نے کچھ نہ کھایا مجھے ثقہ لوگوں نے بتایا جن کی ملاقات عائشہ روزہ رکھنے والی کے ساتھ اُندلس میں ہوئی کہ وہ سات سو سال زندہ رہیں اور کئی سال انہوں نے کچھ نہ کھایا۔

میں کہتی ہوں، ذہبی نے ''التاریخ'' (۲۲۔۲۱۸) میں لکھا کہ امام حاکم کہتے ہیں میں نے ابوزکریا عنبری سے سنا کہ میں نے ابو العباس سے سنا کہ انہوں نے وہ واقعہ بیان کیا جو عورت نہ کھاتی تھی نہ پیتی اور یونہی وہ بیس سے زائد سال زندہ رہی تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں میں سے جسے چاہے ظاہر کرے اور اس کی وجہ سے اسلام کو عزت اور قوت بخشے اور ہم ان میں سے ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ میں بطور مشاہدہ دیکھا ہے کہ میں خوارزم کے شہروں میں سے ایک شہر کو دیکھا جو مدینۃ العظمیٰ کے درمیان نصف دن کی مسافت ہے مجھے خبر دی گئی کہ وہاں ایک شہید کی بیوی ہے کہ جس نے خواب دیکھا کہ خواب میں اس نے کوئی شے کھائی ہے اور پھر اس نے نہ کوئی شے کھائی نہ پی۔

عبداللہ بن طاہر کے دور ہیں پھر میں وہاں سے سن بیالیس میں گزرا تو میں نے اسے دیکھا اور مجھے اس کے بارے میں خبر دی گئی پھر میں نے اسے دس سال کے بعد چلتے ہوئے قوی پایا اور وہ مضبوط خاتون، قامت عمدہ ہیکل خوبصورت تھی اور ان کے دونوں رخسار سوجھے ہوئے تھے میں اس کے پاس سے سواری کی حالت میں گزرا میں نے اس پر سواری پیش کی تو اس نے انکار کیا اور

میرے ساتھ وہ چلتی رہی اور وہ محمد بن حمدویہ حارثی کی مجلس میں گئی یہ فقیہ ہیں کہ انہوں نے موسیٰ بن ہارون سے لکھا اور اس علاقے میں ان کے اصحاب رہتے تھے میں نے اس عورت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بہت اچھی گفتگو کی اور اس کی تعریف کی اور بتایا کہ اس کا معاملہ واضح ہے اور ہمارے اندر کوئی اختلاف کرنے والے نہیں۔

عبداللہ کہتے ہیں، میں نے اس کا معاملہ کچھ دنوں سے سن رکھا تھا میرا دل اس کے لیے خالی تھا اور میں نے ستر وعفت دیکھا بعد میں اس کے دعوے میں کسی جھوٹ پر آگاہ نہ ہوا اور مذکور ہے کہ جو شخص خوارزم جاتا وہ اس عورت کے پاس مہینہ، دو مہینے اس کے گھر میں جاتا اور وہ اس پر دروازہ بند کر دیتے۔

کہتے ہیں کہ جب اس علاقے کا اس کی تصدیق پر اتفاق ہو گیا پوچھا تو بتایا میرا نام رحمت بنت ابراہیم ہے میرا زوج نجار تھا وہ ہر روز رزق لاتا تھا اس کے ہاں متعدد اولاد ہوئی اور ترک بادشاہ غزیہ آیا۔

طہمانی کہتے ہیں یہ کافر اور مسلمانوں کے ساتھ شدید عداوت رکھتا تھا عورت نے بیان کیا کہ میرا زوج میرے سامنے شہید کر دیا گیا اور مجھے اس پر اس طرح تکلیف اور دُکھ ہوا جو نوجوان عورت کھو دیتی ہے وہی کمانے والا تھا لوگ ارد گرد رشتہ داروں پڑوسیوں کے بچوں جمع ہوتے اور یہ بچے روٹی طلب کرتے میرے پاس ایسی چیزیں نہیں تھیں جو میں دوں میرا سینہ تنگ ہو گیا میں سو گئی تو میں نے گویا خوبصورت جگہ دیکھی جس میں پتھر اور کانٹے ہیں میں نے

اپنے زوج کو طلب کیا تو ایک آدمی نے مجھے آواز دی کہ دائیں طرف ہو جاؤ میں ہوئی تو میرے لیے زمین کو بلند کیا گیا اس میں ایک خوبصورت غار تھی اور اس میں ایسے عمارات اور محل تھے کہ ان سے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں اس میں بغیر کھودنے کے نہریں جاری تھیں میں ایسے لوگوں کے پاس پہنچی جو ایک حلقے میں بیٹھے تھے ان پر سبز لباس اور ان پر نور کا غلبہ تھا وہ وہی لوگ تھے جو شہید کیے گئے جو دستر خواں پر کھا رہے تھے میں اپنے زوج کو تلاش کرنے لگی اس نے مجھے آواز دی اے رحمت، اے رحمت، میں نے آواز پہچانی تو وہ بھی ان شہداء میں موجود تھے تو ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عورت بھوکی ہے تم اجازت دیتے ہو کہ میں اسے کھلاؤں انہوں نے اس کی اجازت دی تو مجھے انہوں نے ایک ٹکڑا دیا جو برف سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، مکھن سے زیادہ لذیذ تھا میں نے اسے کھایا جب وہ میرے پیٹ میں پہنچا تو خاوند نے کہا جاؤ:

فقد کفاك الله مؤونة الطعام والشراب ماحییت — جب تک تو زندہ ہے کھانے پینے کی مشقت سے اللہ تجھے کفایت کرے گا

جب میں بیدار ہوئی تو میں سیر ہو چکی تھی اور میں نہ کھانے کی محتاج ہوئی نہ پینے کی اور میں نے اس وقت سے آج تک کوئی شے چکھی نہیں۔

طہمانی کہتے ہیں کہ ہم اس خاتون کے پاس گئے ہم کھاتے تھے وہ دور ہو جاتی اور اپنے ناک کو پکڑ لیتی اور خیال کرتی کہ انہیں کھانے کی بو اذیت دے

رہی ہے میں نے پوچھا کیا تمہاری ہوا خارج ہوتی ہے؟ کہنے لگی نہیں، میں نے پوچھا کیا حیض آتا ہے؟ کہنے لگی ختم ہو گیا ہے میں نے پوچھا کہ تم عورتوں کی طرح مردوں کی محتاج ہو؟ فرمایا: کیا تم مجھ سے حیاء نہیں کرتے کہ ایسی باتیں مجھ سے پوچھتے ہو میں نے عرض کیا اس لیے میں نے پوچھا ہے کہ میں لوگوں کو آپ کے بارے میں بیان کرسکوں فرمایا: میں محتاج نہیں ہوں، میں نے پوچھا کیا تم سوتی ہو؟ بتایا، ہاں! میں نے پوچھا، خواب کیا دیکھتی ہو؟ بتایا لوگوں کی طرح، میں نے پوچھا کیا تم نہ کھانے کی وجہ سے اپنی ذات میں کمزوری محسوس کرتی ہو؟ کہنے لگی میں نے جب سے وہ کھانا کھایا ہے مجھے بھوک تک محسوس نہیں ہوتی اور وہ صدقہ قبول کرتیں، میں نے کہا اسے تم کیا کرو گی؟ بتایا، میں خود پہنوں گی اور اپنی اولاد کو پہناؤں گی میں نے پوچھا کہ آپ سردی محسوس کرتی ہیں؟ بتایا ہاں! میں نے پوچھا جب تم چلتی ہو تو تھکاوٹ اور تھکن پاتی ہو؟ بتایا ہاں! کیا میں انسان نہیں ہوں میں نے پوچھا کیا تم نمازوں کے لیے وضو کرتی ہو؟ کہا، ہاں! میں نے پوچھا کس لیے؟ بتایا مجھے اس بات کا فقہاء نے حکم دیا ہے اور یہ نیند سے آزاد کرتا ہے مذکور ہے کہ اس خاتون کا پیٹ پشت کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

میں نے ایک عورت کو کہا اس نے اسے ملاحظہ کیا تو اس نے پیٹ کو اسی طرح پایا انہوں نے ایک کمر بند پکڑا اور اسے بطن پر باندھا تا کہ پشت کمزور نہ ہو جب وہ چلے، بیان کیا وہ ہمیشہ ہزار سف کی طرف آتا رہا اور یہ اس کی شاگرد ہے اور یہ اہل خوارزم کی زبان میں گفتگو کرتی نہ زیادہ باتیں کرتی نہ کم۔

میں نے یہ تمام اس کی گفتگو عبد اللہ بن عبد الرحمٰن فقیہ کو بتائی تو کہنے لگے، میں نے اپنی جوانی سے یہ باتیں سن رکھی ہیں اور کسی نے بھی اس کا رد نہیں کیا میں نے اس خاتون کا ذکر ابو عباس احمد بن طلحہ بن طاہر سے کیا جو خوارزم کے چھاسٹھ میں والی تھے تو کہنے لگے کہ ایسا معاملہ تو نہیں ہو سکتا، میں نے کہا یہ معاملہ تو آسان اور مسافت قریب ہے تو اس عورت کے بارے میں حکم دے کہ اسے تمہاری طرف لایا جائے تو خود اسے ملاحظہ کر لے مجھے انہوں نے حکم دیا تو میں نے عامل سے رابطہ کیا تو نرمی سے ان سے بات کی تو مجھے ابو عباس احمد نے بتایا میں نے اسے اپنی والدہ کے سپرد کیا۔

اور وہ ان کے ماں کے پاس دو مہینے تک رہی ایسے گھر میں کہ وہاں سے نہ نکلی نہ اسے کھاتے دیکھا نہ پیتے اور اس کی وجہ سے تعجب میں کثرت ہوئی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور احسان اور تصرف کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور ابھی تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ وہ خاتون فوت ہو گئی۔ پھر ذہبی نے سابقہ باقی واقعہ نقل کیا۔

- امام ذہبی رحمہ اللہ (۱۸۔۲۳۳) پر قشیری کے بارے میں لکھتے ہیں، امام زاہد، قدوہ، استاذ، ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن صوفی مفسر صاحب رسالہ ہیں مؤید نے اپنی تاریخ "فی اخبار البشر" (۲۔۱۹۰) پر لکھا، شیخ ابو قاسم کو گھوڑ دیا گیا جس پر شیخ بیس سال سوار ہوئے تو اس گھوڑے نے ان ی موت کے بعد کچھ نہ کھایا اور ہفتہ کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

خلاصہ

☆انبیاء وصالحین کے ساتھ تبرک قرآن کریم اور سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔

☆حفاظ ناقدین مضبوط محدثین کی ایک جماعت سے ثابت ہے کہ وہ آثار نبوی صالحین اوران کے آثار سے تبرک حاصل کرتے۔

☆ائمہ کبار محدثین فقہاء وناقدین سے صحیح اسانید کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد بھی تبرک ثابت ہے۔

☆انہی سے صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا بھی صحیح آسانید کے ساتھ ثابت ہے۔

☆امام احمد اور دیگر حفاظ، ثقات، ناقدین علماء سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے قبر نبوی ﷺ کے ساتھ تبرک کے جواز کا فتویٰ بھی ثابت ہے۔

☆ائمہ اعلام سلف وخلف سے قبور صالحین صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں کا تبرک کا جواز ثابت ہے۔

واضح رہے کہ اس چیز کا سنداًانکار کرنا سینہ زوری اور دھکا ہے اور ایسے متن کا انکار کرنا غلط فہمی پر دلیل ہے جو ان سے متعدد انواع کا تبرک حاصل وثابت ہے وہ سوداگر لوگ نہیں۔

نہ یہ معطل وکم عقل نہ ہی صاحب دنیا اور پیٹو لوگ ہیں جن کا مقصد کھانا پینا، سونا، لہو ولعب ہو اور نہ ہی وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کا وقت غیبت اور چغل خوری میں گزرے اور نہ ہی وہ ایسے لوگ ہیں جن کی علم میں کوئی سند نہیں

اور نہ ہی ان کا کوئی نسب ہے اور نہ ہی وہ ان لوگوں سے ہیں ۔ جن کا مقصد چاپلوسی وخوشامد ہو۔

اور نہ ہی ان سے ہیں جو متذبذب ہیں اور پھر کوئی ایسے لوگوں میں سے تبرک کا قائل نہیں اس کے قائل تو علمی طور پر اس مرتبہ پر فائز ہیں کہ اگر اہل زمین کا علم تقسیم کیا جائے تو ان کے وہ دسویں حصہ کو بھی نہ پہنچے اور اعتراض کرنے والوں کی مثال اس مچھر کی ہے جو اپنے پر کے ذریعے سورج کی روشنی کو چھپانا چاہے تو ایسا کرنے والا اپنے نفس پر شرم کرے وہ نہیں جانتا وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کے منہ سے کیا نکل رہا ہے اور پھر فرمایا پاگل نہیں کہ وہ کہہ رہا ہے کہ سنت کے مخالف نہیں۔

بہت تعجب ہے کہ امام احمد اور ان سے پہلے کثیر لوگ اور ان کے بعد کثیر لوگ اپنے فتویٰ میں سنت کی مخالفت کریں بخلاف اس طریقہ کے جو ان کی زندگی میں تھا اور لوگوں کو سنت کی مخالفت سکھائیں تعجب ہے زمانے پر جس تک ہم پہنچے ہیں کہ گھٹیا لوگ زمانے پر طعن کرتے ہیں اور ائمہ اُمت پر جن کی ولایت ثابت ہے جن کی خیر وعلم ثابت ہے اور اُمت ان کی ثقاہت وعدالت پر متفق ہے بلکہ یہ زبان دراز لوگ کبر وعجب کام لیتے ہیں اور ان بزرگ محدثین، اولیاء متقین صالحین کی عبارات کو کفر یا گمراہ کن اور بدعت قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کا حساب لینے والا ہے اور اسی سے دعا ہے کہ وہ ان کے ساتھ اپنے عدل کے مطابق معاملہ کرے اللہ تعالیٰ ہی کی سنت ہے کہ وہ دشمنی کرتا ہے ان کی جو ان کے اولیاء کا دشمن ہے اور جنگ کرتا ہے ان کے خلاف جو اس کے اولیاء

سے جنگ کرے۔

سیدنا محمد ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے رب العزت منتقم جبار سے روایت کیا:

من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب (صحیح بخاری:۶۵۰۲)

جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

من عادی لی ولیاً فقد آذانی (صحیح ابن حبان:۲۔۵۸)

جس نے میرے ولی سے عداوت کی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

من اھان لی ولیاً فقد بارزنی بالعدواۃ (معجم الکبیر طبرانی:۸۔۲۲۱)

جس نے میرے ولی کی بے عزتی کی اس نے میرے ساتھ اعلان دشمنی کی

ایک روایت یوں ہے:

من آذی لی ولیاً فقد استحل محاربتی (مسند احمد:۶۔۲۵۶۔معجم الاوسط طبرانی:۹۔۱۳۹)

جس نے میرے ولی کو اذیت دی اس نے میرے ساتھ جنگ کو حلال جانا۔

یہ تمام روایات صحیح ہیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے تیری محبت، آپ کے نبی کی محبت، آپ کے انبیاء علیہم السلام کی محبت اور ان سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے برأت مانگتے

ہیں" بوسیلة سید العالمین وجاہ الانبیاء والمرسلین وآل بیته الطاهرین واصحابه البررة الطیبین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین ۔

وصل یا رب وسلم وبارك علی حبیبنا وامامنا وقدوتنا وسیدنا محمد کلما ذکرك الذاکرون وغفل عن ذکرك الغافلون ـــ

آمین آمین آمین

خاتمہ

سوال

ان لوگوں میں سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ائمہ ہیں ان کا کلام حجت نہیں ، حجت کتاب وسنت ہے۔

جواب: تعجب ہے ، امام احمد ، امام ابن منکدر ، حافظ عبد الغنی ، حافظ ضیاء الدین ، حافظ ابن جوزی ، علامہ ابن ابی یعلیٰ ، حافظ ابن رجب اور یہ دیگر حنابلہ سادات حافظ ذہبی ، حافظ عراقی ، حافظ صلاح علائی اور دیگر اکابر حفاظ محدثین جن کا نام پیچھے گزرا کیا ان پر سنت مخفی ہو گی اور وہ اس چودہویں صدی ہجری میں ان لوگوں پر ظاہر اور واضح ہوئی جنہوں نے چند ورق علم کے حاصل کیے یا ایسے لوگوں پر واضح ہوئی جنہوں نے علم کو صحیفوں سے پڑھا اور ان پر یہ رُسوا کن مصبتیں اور عملی حملے مرتب کیے کہ نہ علم میں کوئی نسب ہے نہ ادب نہ فہم نہ فقہ جبکہ اللہ تعالیٰ کسی سے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین میں سمجھ عطا کرتا ہے اور جب اللہ کسی پر شر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فہم وفقہ سے دور رکھتا ہے اور وہ فہم سے خالی بلادت میں امام اور اہل علم اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس سے ایسے احکام اور تعصبات سامنے آتے ہیں جس کی وجہ سے دشمنان دین بھی شرمندہ ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ ائمہ اسلام و دین اور شریعت اور زمین پر اللہ کے اُمتیوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر کہ اُمت ان کی عدالت جلالت ،ثقاہت ، امانت اور علم وفضل پر متفق ہوتی ہے کہ ان کا بدعتی ہونا ممکن نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ بدعات ،خرافات ، ضلالات اور

لغویات کے امام ہوں بلکہ بدعتی گمراہ اور گمراہ کرنے والا ٹیڑھے دل والا ہے جو ان پر تیر پھینکتا ہے یا انہیں بدعتی قرار دیتے ہیں یا ان پر بدعت کا فتویٰ لگاتا ہے یا وہ بدعات خرافات کو نقل کرنے والا ہے ان کو ثابت رکھنے والے ہیں یا ان پر خاموش ہو جانے والے یا انہیں جان کر ان کا مقابلہ نہ کرنے والے ہیں۔

میں چاہتی ہوں کہ میں اس پر بھی متنبہ کروں کہ یہ ان کا خیال ہے کہ تراجم وطبقات کی کتابیں مثلاً حافظ ناقد بصیر ابو عبد اللہ ذہبی، ابن ابی یعلیٰ، ابن رجب، ابن مفلح، علیمی، ابن عماد وغیرہ کہ یہ خبر کو اسی طرح نقل کر دیتے ہیں جس پر وہ ہیں اور یہ ان لوگوں کے احوال نقل کر دیتے ہیں جو ان کے حق میں یا ان کے خلاف ہوں تو لازم نہیں آتا کہ صاحب کتاب ان نقل شدہ چیزوں کا اعتقاد رکھنے والا بھی ہو۔

یہ ان لوگوں کی گفتگو نہایت ہی تعجب خیز اور ظاہر بُطلان ہے اس کا بُطلان ہر وہ شخص جانتا ہے جس میں تھوڑا سا بھی عقل یا علم کی کچھ خوشبو ہے۔

یہ حافظ، نقاد امام الجرح وتعدیل ابو عبد اللہ ذہبی قریب نہیں کہ وہ واقعہ نقل کریں یا حادثہ کہ اس پر نقد وارد ہو یا اسے قبول یا رد یا شرح وغیرہ نہ کریں جنہوں نے ان کی کُتب کا مطالعہ کیا خصوصاً ''سیر اعلام النبلاء'' کا وہ ان کی کثیر تالیفات اور نقد پائے گا۔ مثلاً

السیر، (۶۔۹۳) پر لکھتے ہیں کہ یہ حکایت باطل ہے (۱۰۔۵۱۶) پر لکھتے ہیں یہ حکایت باطل ہے (۱۵۔۵۳۲) پر لکھتے ہیں یہ حکایت باطل ہے (۶۔۳۹۶) پر لکھتے ہیں یہ حکایت من گھڑت ہے (۱۱۔۳۲۱) پر لکھتے ہیں یہ

حکایت من گھڑت ہے (۱۶۔۵۱۰) پر لکھتے ہیں کہ ابو محمد بن حزم نے ایسی خرافات نقل کیں ہیں جو ثابت نہیں۔

(۱۷۔۱۔۱۳۲) پر لکھا یہ حکایت خرافات میں سے ہے اور دیگر چیزیں جن کو شمار کرنا بڑا طویل ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حافظ ذہبی ایسی حکایات وواقعات جن کو اہمیت نہیں دیتے اگر یہ خرافات وباطل ہوتیں جن کا تعلق تبرک وقبور سے ہے تو بطریق اولیٰ ناقد ذہبی انہیں بیان کرتے بلکہ ہم پاتے ہیں کہ ان پر انہوں نے ایسی تالیفات لکھیں جو اعتراضات کو دور کرے جو ان کی صحت کو ثابت کرے جیسے تم نے (۱۱۔۲۱۲) پر کہا جیسے کہ تم نے اس کتاب میں ان سے منقول پایا۔

جو چیزیں اس غلط دعویٰ کو باطل کرتیں ہیں یہ کہ حافظ ذہبی نے اپنی طرف سے ایسی گفتگو کی جو کثیر مسائل کے بارے میں عقیدہ ثابت کرتا ہے جنہیں بدعتیوں نے بدعت کا سربراہ بنایا ہے تو انہوں نے اسے ثابت کیا، دفاع کیا اور ایسے احکام کو تحریر و ثابت کیا کہ اس پر انہوں نے جدل کو قبول نہیں کیا، جن سے وہ راضی نہیں وہ وہ علم فہم سے خالی ہوا اگر تم حق پانا چاہو تو ''سیر اعلام النبلاء'' (۴۔۴۸۳۔۴۸۵) اور ان کے ''معجم الشیوخ'' (۱۔۷۳) اور جو انہوں نے واضح تفصیلات نقل کیں ہیں جو تبرک اور اصحاب برکات کی مدد کررہے ہیں ان کے بارے میں جنہیں ارض وسموات کے رب نے علم، صلاح، ولایت اور کرامات سے منتخب کیا۔

ہم اگرچہ ان لوگوں کو معصوم ائمہ قرار نہیں دیتے لیکن ہم ان ائمہ کو غلط

قرار دینے میں جلدی سے کام نہیں لیتے بلکہ ان پر نقد اور خطا پر پہلے عذر اور جائے خروج تلاش کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے جائے پناہ اور سہارا ہیں اور ہمارے دین کو نقل کرنے والے اور ہمارے رب اور نبی کی شریعت نقل کرنے والے ہیں ہیں یہ اہل معرفت وامانت ہیں اور یہ کئی ہزار مرتبہ بڑھ کر ہم سے شریعت اور دلائل کو جاننے والے ہیں اور نصوص شرعیہ سے ہم سے زیادہ کہ ان میں دین تقویٰ اور ورع سے ہم سے کہیں زیادہ پایا جاتا ہے۔

حافظ فقیہ ابن رجب حنبلی نے اپنی نفیس کتاب ''الرد علی من اتبع غیر المذاهب الاربعة '' (ص:۸۱) پر لکھا بچو پھر بچو، یہ خیال کرنے سے کہ تم اس مسئلہ پر مطلع ہوئے ہو جو امام حنبل نے نہیں لیا اور تم اس فہم تک پہنچے ہو جس پر یہ نہیں پہنچے کہ یہ اپنے فہم کو فضیلت دینا ہے ان لوگوں پر جو صاحب فہم تھے تمہاری عام ہمت اسے سمجھنے کے لیے جمع ہونی چاہیے جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا اور اسے سیکھو جو کتاب وسنت رہنمائی کرتا ہے اسی طریقہ پر جس کی شرح پہلے گزر چکی ہے انہوں نے نفیس وگفتگو کی جس پر اطلاع لازم ہوئی۔

پھر (ص:۸۸۔۸۹) پر لکھا، اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے جب تم اس طریقہ میں مشغول ہو اور تم ان راستوں پر چلے جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے ہیں خشیت کو بروئے کار لاؤ اور تم غور کرو صرف ائمہ کے احوال میں دائمی نظر سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے حکم کے ساتھ علم میں

اضافہ ہو اور تم اپنے نفس کو حقیر اور کمزور جانو تو پھر تمہاری ذات مسلمانوں کی مخالفت میں مشغول ہونے سے فارغ ہو جائے گی۔

اور تمام مسلمان فرقوں پر حکم لگانے والے نہ بنو اور گویا تجھے علم دیا گیا ہے اور انہیں نہیں دیا گیا یا تم ایسے مقام پر پہنچ چکے ہو اور اس تک نہیں پہنچ پائے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جو علم وعمل اور حال میں اپنے بارے میں بدگمانی میں مبتلا ہوتا ہے اور جو گزرے ہوئے لوگوں کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہے اور اپنی ذات کو ناقص اور اسلاف کو کامل سمجھتا ہے اور ائمہ دین پر حملہ آور نہیں ہوتا خصوصاً امام احمد بن حنبل اور خصوصاً جن کی طرف اس کی نسبت ہو۔

اور اگر تم اس نصیحت کا انکار کرتے ہو جھگڑے اور خصومت کا طریقہ بناؤ اور تم ان چیزوں کا ان چیزوں میں تشدد اور لڑائی اور تعصب کا ارتکاب کرو تو تمہارا شغل ائمہ مسلمین پر رد اور ائمہ دین کے عیوب کو تلاش کرنا ہے اور یہ چیز تمہارے نفس کے تکبر میں اضافہ کرے گی اور یہ چیز زمین میں طلب علو سے محبت پیدا کرے گی اور یہ چیز حق سے دور اور باطل سے قربت ہے تو اب ہم کہتے ہیں یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں قول اختیار میں دوسروں سے اولیٰ ہو اور کون ہے جو مجھ سے زیادہ جانتا ہے؟ اور کون ہے جو مجھ سے زیادہ سمجھتا ہے؟ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ اس اُمت میں سے یہ وہی شخص کرے گا جو جہنم کا ایندھن ہوا ایسا تمہیں بھی ایسی رُسوائیوں سے بچائے اور ہمیں بھی اور تمہیں بھی اپنے فرمان سے نصیحت کو قبول کرنے والا بنائے بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور

کرم کرنے والا ہے۔

شیخ ابن رجب نے اپنی عمدہ کتاب ''بیان فضل علم السلف علی الخلف ''(ص:٦٥) پر لکھا کہ ہم جاہل لوگوں میں مبتلا ہو چکے جو متاخرین میں سے بعض کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اپنے سابقہ سے زیادہ علم والے ہیں کچھ ایسے شخص کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ صحابہ اور ان کے بعد لوگوں سے بھی علم سے بڑھ کر ہیں کیونکہ وہ بیان گفتگو میں کثرت کرتے ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص مشہور مجتبیٰ لوگوں سے زیادہ علم والا ہے۔

پھر لکھا کہ یہ راز صالحین پر عظیم نقص بیان کرنا اور ان کے بارے میں بدظنی کہ ان کی جہالت اور علم کی کمی کی طرف نسبت کرنا ہے ''ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ''

پھر لکھا کہ علم نافع کی علامت یہ ہے کہ صاحب علم نہ علم کا دعویٰ کرے اور نہ ہی کسی پر فخر کرے نہ کسی دوسرے کو جاہل قرار دے مگر اسے جو سنت اور اہل سنت کے مخالف ہو کیونکہ وہ اس کے بارے میں گفتگو اللہ تعالیٰ کے ناراضگی کی وجہ سے کر رہا ہے نہ کہ اپنی ذات کی ناراضگی کی وجہ سے اور نہ ہی یہ مقصود ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی پر فضیلت دے لیکن جس کا علم نافع نہیں اسے لوگوں پر اپنے علم کی وجہ سے سوائے تکبر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور ان پر اپنے علم کی فضیلت کا اظہار کرتا ہے اور انہیں جہالت کی طرف منسوب کرتا ہے تاکہ اسے ان پر رخصت ملے یہ بدتر اور سب سے ردی خصلت ہے۔

بسا اوقات پہلے علماء کو جہالت ،غفلت اور سہو کی طرف منسوب کرتا ہے اور اپنے نفس کی محبت اور اس کے غلبہ کی محبت کو لازم کرتا ہے کہ اس کے ساتھ حسن ظن سے کام لیا جائے اور اسلاف سے بدظنی کی جائے نافع اہل علم اس کی ضد کرتے ہیں کہ وہ اپنے بارے میں بدظنی اور سلف علماء کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہیں اور اسلاف کے فضل کا دل وجان سے اقرار کرتے اور ان کے مراتب کو پانے اور ان تک پہنچنے یا قرب سے بھی عاجز ہیں۔

پھر لکھا ،وہ اپنی ذات کو گفتگو میں پہلے لوگوں سے فضیلت دے اور گفتگو متفرق کرے تو اپنی ذات کے لیے علوم میں یا اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ کے لحاظ سے افضل ہو اس فضل کی وجہ سے جو اس پر سابقہ چھوڑ کر اسے محسوس کیا جائے تو وہ سابقہ لوگوں کی جانب اور ان کے علوم پر علت علم کی وجہ سے جرأت کرے گا۔

شیخ ابن رجب نے (ص۶۹) پر یہ بھی لکھا کہ ہمارے زمانے میں ائمہ سلف جن کی اقتدا کی جاتی ہے ان کی گفتگو کو لکھا جاتا ہے۔

امام شافعی ،احمد ،اسحاق اور ابو عبید کے زمانہ تک کیونکہ انسان ان کے بعد بیان کرنے پر خوب ڈرے کیونکہ ان کے بعد ایسے کثیر حوادث پیدا ہوئے اور انہوں نے سنتوں کی مسابقت کی طرف نسبت کی حالانکہ وہ ظاہری اور ان کی نصرت تھی اور وہ سنت کی شدید مخالفت کرنے والے تھے کیونکہ وہ ائمہ سے نکل چکے تھے اور وہ ایسے فہم میں منفرد تھے جو انہی کا تھا یا انہوں نے ایسی چیز حاصل کی جو ان سے پہلے کسی امام نے حاصل نہ کی۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ، ہم علماء کی آراء میں متعصب نہیں اور نہ ہی ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو بلا علم وتحقیق کسی پر حملہ آور ہو کر اسے غلط قرار دیں محض اس آگاہی پر کہ دوسرے کی رائے بدل اخذ اور رد کے قابل ہے اور ہمارے ائمہ کی گفتگو دیگر لوگوں کے کلام سے حاصل کر لینا بہتر ہے جو سابقہ یا متاخر لوگوں کی معتبر دلیل سے خالی ہو اور اس متاخرین کو علم کا ان کے دسویں حصہ کے برابر بھی حق نہیں ملتا بلکہ اگر یہ تمام قول اجتماعی طور پر جمع ہو گیا تو پھر بھی ان کے دسویں حصہ سے اقل تک نہ پہنچا۔

ہمارے علماء واصحاب معرفت اور وسیع اطلاع رکھنے والے ہیں تاریخ ان کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہے اور بعید ہے کہ زمانہ ان جیسا کوئی جنے۔

امام فقیہ تابعی مجاہد بن جبر رحمہ اللہ (ت:۱۰۱ھ) نے فرمایا:

علماء چلے گئے طالب علم رہ گئے ان میں آج جو مجتہد ہے وہ جیسے پہلوں میں کوئی کھیلنے والا ہوتا۔ تاریخ ابن ابی خیثمہ "کمافی صفحات من صبر العلماء" (ص:۳۸۰)

امام جلیل عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (ت:۱۲۰) نے اپنے معاصر لوگوں سے خطاب کیا تم علماء پر طعن کرتے ہو کہ تمہارا زاہد لالچی تمہارا مجتہد کم علم تمہارا عالم جاہل اور تمہارا جاہل دھوکہ باز یا دھوکہ میں ہے "الزھد لابن مبارک" (:۶۰)

علامہ ابن ابو عمرو بن علاء رحمہ اللہ (ت:۱۵۴) کہتے ہیں کہ ہم گزرے

ہوئے زمانہ کے مطابق اس سبزے کی طرح ہیں جو طویل کھجور کی جڑوں میں ہو

"موضح اوھام الجمع والتفریق "(۱۔۱۳)

علامہ شیخ ابوالفتاح ابو غدۃ رحمہ اللہ لکھتے ہیں جب یہ ان عظیم ائمہ کے اقوال ہیں جو علم دین کے رکن اور مسلمانوں کے علوم کے معرفت کے شیوخ ہیں تقریباً ۱۳صدیوں سے کہ وہ آج کے دن ہم جیسے لوگوں کے حال کو اور پچھلے سلف کے حال کو دیکھتے کہ وہ کیا کہیں گے جنہوں نے ان کے علم وفضل کے بارے میں ایسی باتیں کیں۔

اے اللہ! تیرا ہی ستر اور درگزر کافی ہے تو ہی ایسے لمبے چوڑے کمزور دعووں سے محفوظ فرما جس پر پندرہویں صدی کے اوائل ہمارے دور کے لوگ ہیں۔ "صفحات من صبر العلماء "(ص:۳۸۱)

علامہ امام نظار جلال الدین الدوانی رحمہ اللہ (ت:۹۱۸) لکھتے ہیں، اگر علماء اسلاف ان کے علم کو جانیں کہ ان کے بعد ایسے لوگ آئے گے جو جاہل وسخت ہیں تو وہ وصیت کرتے ہیں کہ ان کی کُتب ان کے ساتھ ان کی قبور میں ہی دفن کردو بلکہ وہ ہرگز ان چیزوں کو ظاہر نہ کرتے جو ان کے سینوں میں تھا۔

"روض الاخبار للاماسی "(ص:۹۱)

وصل یارب وسلم وبارك على نبينا وحبيبنا وامامنا وقدوتنا وسيدنا محمد كلما ذكرك الذاكرون وغفل عن ذكرك الغافلون

آمین آمین

- شرح اج سک متراں دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیبِ خدا
- محافل میلاد اور شاہِ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ

- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافلِ نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائرِ محمدیہ ﷺ
- مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسول ﷺ
- شرح سلام رضا
- نورِ خدا سیّدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تحدید ازواج
- اسلام میں چھٹی کا تصور
- فضائلِ نعلین حضورِ ﷺ

- شبِ قدر اور اسکی فضیلت
- اسلام اور تصور رسُول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت ﷺ
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود و سلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربُوبیت ﷺ
- ایمانِ والدین مصطفےٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سفر حج
- امتیازاتِ مصطفےٰ ﷺ
- درِ رسُول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعتِ ذکر نبوی ﷺ
- مزاحِ نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو

- امام احمد رضا بحیثیت قاطع بد
- برکات محافل سے محرومی کیو
- زوال امت کا ازالہ کیسے؟
- آیئے قرب مصطفیٰ ﷺ پا
- اساس ایمان۔ محبت الٰہی
- جماعت نماز تسبیح
- ٹخنے ننگے کرنے کا حکم
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- سرمہ اور روزہ
- کیا اولیاء اللہ اور بت ایک
- یارسول اللہ ﷺ کہنا ایمان
- اسلام اور ایصال ثواب
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات
- Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- رسول اللہ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
- بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں
- علمی مقالات جلد اول، دوم، سوم
- ارض خدا ملکیت مصطفےٰ

- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- احوال و آثار۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی
- والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی

- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد النبی اور شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
- فضلِ قدیر ترجمہ تفسیر کبیر (1 تا 18)
- حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

0321 9494304,0300 4407048